

# علم نبوی اور مشاہیر

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک علمی مقالہ

مُحَقِّقُ الْعَصْرِ حَضْرَتُ مَوْلَانَا

مفتی محمد خاں قادری

قادیان رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ، لاہور



ایک علمی مقالہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

گلہ زبوی

اور

مشاہدات

مُحَقِّقُ الْعَصْرِ حَضْرَتِ مَوْلَانَا

مفتی محمد سید قادیانی

قادیانی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

98374

.....	نام کتاب
ایک علمی مناظرہ..... علم نبوی ﷺ اور متشابہات	
.....	مصنف
مفتی محمد خان قادری	
.....	سرورق
محمد رمضان فیضی	
.....	اشاعت اول
اگست 2005ء	
.....	صفحات
496	
.....	ناشر
چوہدری عبدالحمید قادری	
.....	تحریک
چوہدری محمد ممتاز احمد قادری	
.....	قیمت
پے	
<u>Rs 250</u>	

☆..... ملنے لے پتے.....☆

کاروان اسلام پبلیکیشنز، جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن سوسائٹی،

ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575--0333-4383766

## حسن ترتیب

14	اهداء
15	ابتدائیہ کتاب کا پس منظر
19	فصل (۱) کتاب و سنت کی روشنی میں علم نبوی ﷺ اور متشابہات
24	قرآن، رحمن نے سکھایا
25	شمولیت معانی پر اہم دلیل
27	علم کا دوسرا مفعول
28	الانسان - حضور ﷺ کی ذات اقدس
30	ورنہ وعدہ کی خلاف ورزی
35	فصل (۲) آیات کی تقسیم
37	اہل علم کا اختلاف
38	اختلاف کی بنیاد
42	ان کی اہم دلیل
44	علماء احناف کا موقف
45	وہم کا ازالہ
47	فصل (۳) اصحاب اصول فقہ کی تصریحات
55	اعتراضات کا جواب
58	اس کی تائید
61	کیا اس میں اختلاف نہیں؟

- 62 مگر حق یہی ہے
- 65 فصل (۴) اصحاب اصول تفسیر
- 70 حضور ﷺ کا جاننا، امت کا متفقہ موقف
- 72 تھوڑا سا گلہ
- 73 کیا یہ دیانت داری ہے
- 73 نوٹ
- 75 فصل (۵) مفسرین کرام کی آرا
- 77 صدر اول سے یہی موقف ہے
- 78 خلفاء راشدین کا موقف
- 84 مومن شک بھی نہیں کر سکتا
- 85 مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ انکار نہیں کر سکتا
- 87 اہم نوٹ
- 89 فصل (۶) شیخ ابن تیمیہ کے خیالات
- 92 آج تک یہ کسی نے نہیں کہا
- 93 اہل علم کی تکذیب
- 93 ایسا کہنے والے علمی مساکین ہیں
- 94 ملحدین کو طعن کا موقع ملے گا
- 95 یہ قول یقیناً غلط ہے
- 95 اثبات، نفی سے افضل
- 96 ان کی طرف رجوع کا کیا معنی؟
- 96 ایک دلیل کا جواب
- 101 مولانا سرفراز صفدر کے نام خط
- 102 حضور ﷺ اور علم متشابہات
- 106 حضور ﷺ اور امور دنیا
- 107 علم نبوی ﷺ اور منافقین
- 110 مقام اول

- 110 مقام ثانی
- 121 جواب حاضر ہے حافظ عبدالقدوس قارن
- 122 پہلا اعتراض
- 124 دوسرا اعتراض
- 126 تیسرا اعتراض
- 128 چوتھا اعتراض
- 129 پانچواں اعتراض
- 130 چھٹا اعتراض
- 133 ساتواں اعتراض
- 134 آٹھواں اعتراض
- 135 نواں اعتراض
- 137 دسواں اعتراض
- 141 اعتراض و جواب
- 144 جواب کا تجزیہ
- 145 علم نبوی اور متشابہات
- 145 قرآنی دلائل
- 147 وعدہ کی خلاف ورزی
- 149 امت کے دو موقف
- 150 اختلاف کی بنیاد
- 151 ان کی اہم دلیل
- 153 علماء احناف کا موقف
- 154 وہم کا ازالہ
- 155 اصحاب اصول فقہ کی تصریحات
- 162 اعتراضات کا جواب
- 163 دوسرا اعتراض
- 165 اسی کی تائید
- 168 کیا اس میں اختلاف نہیں؟

169	مگر حق یہی ہے
170	اصحاب اصول تفسیر
174	حضور ﷺ کا جاننا، امت کا متفقہ موقف
176	مفسرین کرام کی آراء
176	صدر اول سے یہی موقف ہے
177	خلفاء راشدین کا موقف
183	مومن شک بھی نہیں کر سکتا
185	مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ انکار نہیں کر سکتا
186	اہم نوٹ
193	پہلی بات
195	دوسری بات
195	تیسری بات
195	ہماری گزارشات
200	چوتھی بات
200	حقیقت یہ ہے
202	پانچ گواہیاں
202	پہلی گواہی، شارحین کی تائید
204	دیگر اہل علم کی تائید
206	عبارت حسامی کی تشریح، استاذ حدیث و تفسیر دیوبند کی زبانی
208	دوسری گواہی، عبارت میں قرینہ
209	تیسری گواہی، عبارت میں تضاد
209	چوتھی گواہی، مجمل کا عدم علم
210	معانی سے آگاہی
211	بیان اجمال حضور ﷺ کی ذمہ داری
215	بیان قرآن، وعدہ الہی
217	پانچویں گواہی، ایک اور کھلی حقیقت
217	شان اجتہاد نبوی ﷺ
217	اجتہاد فقط قیاس



- 219 دیگر مجتہدین الفاظ میں غور و فکر کے محتاج
- 220 مخصص عام اور مشترک وغیرہ میں
- 222 بوقت تعارض دلائل میں ترجیح
- 222 ان کا خلاصہ
- 223 مقام و شان اجتہادی نبوی ﷺ
- 223 حضور پر مجمل و متشابہ از خود آشکار
- 224 حضور کے لیے دلائل میں تعارض بھی نہیں
- 226 دوسرا اعتراض و جواب
- 229 درج ذیل باتیں
- 229 جواب کا تجزیہ
- 230 امام طبری کا اندازہ
- 230 امام سیوطی کا اندازہ
- 231 مولنا صفدر کا اندازہ
- 232 امام ابن نقیب کی عبارت
- 232 امام زرکشی کی عبارت
- 233 ضعیف روایت
- 235 تائید پر قرینہ
- 236 کہاں صحابی کا قول
- 239 دلائل کا جائزہ
- 239 تینوں دلائل میں گڑ بڑ
- 239 پہلی دلیل کا جائزہ
- 243 حمایت ثابت نہ ہوئی
- 243 دوسری دلیل کا جائزہ
- 245 حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا ارشاد مبارک
- 246 تصور ہی غلط
- 246 حضور ﷺ کو درمیان میں لاؤ
- 247 تیسری دلیل کا جائزہ

- 247 کلبی سے روایت
- 250 کلبی پر جرح
- 252 کم درجہ کی جرح
- 253 ایک مثال
- 254 آپ نے کیوں نسبت کی؟
- 254 کیا اجازت ہے؟
- 255 ایک اور اہم بات
- 258 مفتی احمد احمد یار خاں نعیمی کا انداز
- 258 تفصیل ملاحظہ ہو
- 260 مفتی احمد یار خان صاحب کا مفتیانہ کرشمہ
- 261 اس پر شہادت
- 261 روایت ابن عباس پر جرح
- 262 روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جرح
- 263 اعتراض و جواب
- 263 تیسرا اعتراض
- 266 جواب
- 268 ان کا مقصود
- 269 ان ائمہ کا موقف
- 269 اہم نوٹ
- 269 امام زرکشی کا اعلان
- 271 امام ابن قتیبہ کا اعلان
- 275 تفسیر حروف مقطعات
- 276 کیا یہ تفسیر اجتہاد ہے؟
- 278 ہمارے ترجمہ کی صحت
- 279 مولانا انصاری کا ترجمہ
- 279 امت کا معاملہ ہے حبیب خدا کا نہیں
- 280 حضور ﷺ کو درمیان میں لاؤ

- 286 علماء احناف کے نظریات
- 287 علماء احناف کے ان تین قسم کے نظریات کی تفصیل
- 287 پہلا نظریہ
- 294 مفتی محمد خان صاحب کی معصومیت
- 294 دوسرا نظریہ
- 295 تیسرا نظریہ
- 298 دلائل کا تجزیہ
- 303 ہماری گرفت اور محترم مفتی قادری صاحب کا جواب
- 304 ہماری وضاحت اور محترم مفتی صاحب کا اعتراف
- 304 پہلا اعتراض
- 305 جواب
- 306 دوسرا اعتراض
- 306 جواب
- 307 تیسرا اعتراض
- 311 اقوال صحابہ
- 313 ان اقوال کا مفہوم
- 317 مخالف قول کی تردید
- 325 جب یہ ثابت ہے
- 325 کوئی مسلمان انکار کر ہی نہیں سکتا
- 327 مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ شخص انکار کر ہی نہیں سکتا
- 328 اگر ایسا قول ہوتا
- 329 بلکہ بطور دلیل
- 329 احناف کا اعلان تسلیم
- 330 خطاب بے فائدہ
- 331 ہم سب کا اتفاق
- 333 امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف
- 333 عبارت کا مفہوم

- 334 اگر مخالفت کی ہوتی
- 334 اسے ہی حق قرار دیا
- 335 تین حوالہ جات
- 335 امام رازی کی گفتگو
- 337 حقیقت یہی ہے
- 339 نہایت ہی خوبصورت
- 340 اقوال میں موافقت
- 342 معاملہ ہو جاتا ہے
- 342 متقدمین و متاخرین کا اختلاف
- 346 فائدہ مخاطب باطل
- 347 بے عقلی و بے وقوفی
- 348 بے معنی خطاب
- 349 وعدہ الہی کی خلاف ورزی
- 349 قرآن پر طعن
- 351 بذریعہ وحی یا بذریعہ اجتہاد
- 351 حضور ﷺ پر تشابہ از خود اشکار
- 353 مقطعات از قبیل تشابہات
- 361 اقوال صحابہ اور ان کا مفہوم
- 363 غلط نہیں
- 365 قاضی ثناء اللہ پانی پتی
- 366 علامہ آلوسی
- 366 ملا جیون..... مولانا عبدالحکیم لکھنوی اور سید امیر علی
- 367 حضرت مجدد الف الثانی
- 367 بعض علماء دیوبند کے حوالے سے
- 370 احناف کا اعلان تسلیم
- 370 خطاب بے فائدہ
- 376 ہماری گزارشات
- 376 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تائید

- 378 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
- 378 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- 380 امام بیضاوی اور شیخ زادہ حنفی
- 388 فوائد عبارت
- 390 ضمیر حضور ﷺ کی طرف
- 391 ظاہر کی تاویل
- 392 بحیثیت شارح گفتگو نہیں بلکہ مستقل
- 393 امام خفاجی کا رد
- 394 مستقل ہونے پر ایک تائید
- 396 الا اللہ پر وقف اور احناف
- 399 یہاں تو حصر ہے
- 399 جواب اول
- 400 جواب ثانی
- 402 امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ کا مختار
- 403 اکابرین دیوبند کے حوالہ جات
- 406 امام اعظم کا موقف
- 407 متشابہات کا علم بذریعہ وحی
- 407 اہم نوٹ
- 409 قول امام سجاوندی کا مفہوم
- 411 مشورہ پر عمل
- 411 غور و فکر کے بعد
- 411 دلائل یہ ہیں
- 413 اصلاح کا اجر
- 413 امام سجاوندی کا سن وصال
- 414 غور کیجئے
- 415 علامہ محمود آلوسی کا شافعی ہونا
- 417 کوئی صاحب ایمان اس پر شک نہیں کر سکتا
- 418 امام ابن قتیبہ کا اہم حوالہ

- 418 ایک اور تصریح
- 418 شیخ ابن تیمیہ کی تصریح
- 419 علمائے دیوبند کا ذہول
- 420 ہمارے ساتھ ہیں
- 421 خطاب نبی فائدہ
- 421 بلا واسطہ مخاطب حضور ﷺ
- 430 مقطعات اور علمائے دیوبند
- 432 تاریخ اور امت
- 432 وہم کا ازالہ
- 433 کچھ تصریحات اصولین
- 434 تعریف بھی یوں ہے
- 434 علمائے دیوبند کا موقف
- 435 مقطعات میں مختار قول
- 436 فیصلہ کن بات
- 436 اب تو فیصلہ ہو چکا
- 436 مقطعات و مشابہات سے زیادہ غامض
- 439 متشابہہ فی الاصل
- 439 منسوخ احکم آیات اور متشابہ
- 440 متشابہ اور امام سرحسی
- 441 اشکال میں فرق
- 442 مثال یوں دی
- 443 اہم تائید
- 444 منسوخ احکم کے بارے میں محقق رائے
- 446 دروازہ کھلا رہتا ہے
- 446 حقیقت حال سے آگاہی
- 446 وزنی اعتراض
- 448 مخالفین کی خاموشی
- 448 تین اعتراضات

- 488 ان کا جائزہ
- 449 کچھ قرآنی علوم کا حضور ﷺ کے ساتھ مختص ہونا
- 452 چند تصریحات
- 456 مخفی رکھنے کا حکم
- 460 بالفرض مان لیں
- 460 دوسرا اعتراض
- 461 تیسرا اعتراض
- 461 جواب سنیے
- 461 خطاب میں فرق
- 466 کس کے پہنچانے کی ذمہ داری
- 470 اسرار مخصوصہ کی تبلیغ جائز ہی نہیں
- 472 ایسی طاقت کسی بھی بشر میں کہاں؟
- 473 امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ کا حوالہ کیوں؟
- 474 وجہ کیا ہے؟
- 477 کیا احناف کے نمائندہ ہم ہیں؟
- 477 حنفی اصول کے مددین
- 479 تین امور
- 480 ان کا درجہ مقام
- 480 اس طبقہ میں شامل
- 481 متاخرین کا موقف
- 482 ناقلین کا مرتبہ
- 483 عربی عبارت پر گفتگو
- 483 عبارات کا حوالہ
- 483 عبارات کا مآخذ
- 484 عبارات کا پس منظر
- 488 فوائد عبارات
- 489 اس مفہوم پر قوی دلیل

## اهداء

ترجمان القرآن، حبر الامة

حضرت عبداللہ بن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
کی خدمت میں

• جو امت محمدیہ کے سب سے بڑے مفسر قرآن ہیں

• جن کو حضور ﷺ نے یہ دعا دی کہ

..... اے اللہ! انہیں کتاب کا علم عطا فرما

• جو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس دعا کی برکت سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ

نے متشابہات کا علم بھی عطا فرما دیا۔

محمد خان قادری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## کتاب کا پس منظر

بندہ نے حضور ﷺ کے علم غیب کے حوالہ سے مولانا سرفراز صفدر کی کتاب ازالۃ الریب کا مطالعہ کیا جس میں انہوں نے درج ذیل مسائل پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔

- ۱۔ حضور ﷺ کو دنیاوی امور کا علم نہیں دیا گیا
  - ۲۔ آپ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے
  - ۳۔ آپ ﷺ کو بعض منافقین کا علم تھا نہ کہ کل کا
  - ۴۔ حضور ﷺ کے بعض فیصلے قطعی طور پر خطا تھے مثلاً بدر کے قیدیوں کے بارے میں فدیہ کا فیصلہ، منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کے جنازہ کا فیصلہ وغیرہ، ان کے الفاظ ہیں
- اساری بدر، تحریم شہد، تأبیر نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

(ازالہ، ۸۲)

چونکہ ان کی یہ تمام باتیں حقائق کے خلاف تھیں کچھ حوالہ جات بھی تحقیق طلب تھے لہذا بندہ نے ان کے نام تفصیلی خط لکھا۔ ان کے صاحب فراش

ہونے کی وجہ سے ان کے بیٹے محترم حافظ عبدالقدوس قارن نے اس کا جواب دیا۔ اس طرح ہماری گفتگو ”علم نبوی اور متشابہات“ پر چل نکلی۔ بندہ نے ماہنامہ سوئے حجاز میں ’جواب کا تجزیہ‘ اور مولانا موصوف نے ماہنامہ نصرت العلوم میں ’دلائل کا تجزیہ‘ کے عنوان سے لکھا۔ ان کی تین اقساط اور ہماری تیسرا اقساط پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

دوستوں کا مشورہ تھا کہ ممکن ہے بحث اور طویل ہو جائے اس قدر اقساط کا مجموعہ شائع کر دیا جائے کیونکہ قارئین اور اہل علم کے نتیجہ پر پہنچنے کے لیے اتنا مواد کافی ہے مزید بحث کو کتاب کا دوسرا حصہ بھی بنایا جاسکتا ہے ہم نے دونوں طرف کا تمام مواد من و عن کتاب میں شامل کر دیا ہے تاکہ موقف کو سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ تو یوں یہ تحریری گفتگو ”علم نبوی اور متشابہات“ آپ کے ہاتھوں میں ہے

الحمد للہ ان دو موضوعات پر بھی ہمارا کام طبع ہو گیا ہے۔

۱۔ علم نبوی اور منافقین، ۲۔ حضور ﷺ کا بدر میں فیصلہ ہرگز خطا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر بسجود ہوں جس نے نہایت ہی علمی مسئلہ میں میری ہر وقت دستگیری فرمائی جس سے مجھے حوصلہ و ہمت کے ساتھ خوب شرح صدر کی دولت نصیب ہوئی۔ میں اس ذات اقدس جل جلالہ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے مجھے اپنے حبیب ﷺ کے مقام عالی کے دفاع میں لکھنے کی توفیق بخشی، بندہ آج کل ان موضوعات پر الگ الگ مقالہ لکھ رہا ہے۔

۱۔ علم نبوی اور امور دنیا

۲۔ جنازہ منافق کا فیصلہ درست تھا

۳۔ حکومتی سطح پر محفل میلاد سجانے والا حکمران شاہ اربل نہایت ہی صالح اور دیندار تھا یعنی محافل میلاد اور شاہ اربل

۴۔ میلاد شریف پر مستقل کتاب - التنویر فی مولد اسراج المنیر، لکھنے والے امام حافظ ابو الخطاب بن وحیہ کلبی تاریخ اسلام کے عظیم محدث اور بزرگ عالم ہیں۔

قارئین سے التجا ہے وہ دعا کیا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں تعصبات سے بالاتر ہو کر کتاب و سنت کی روشنی میں لکھنے کی توفیق بخشے اور علم و دیانت کی راہ پر گامزن رکھے، ہماری ان تحریری کاوشوں کو اپنی خصوصی رحمت و فضل سے قبول فرما کر امت کے لیے مفید بنا دے۔

محمد خان قادری

خادم

کاروان اسلام

بروز منگل بوقت ۱۵-۹ بعد نماز عشا

بمطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۶

۳- مئی ۲۰۰۵

جامع رحمانیہ شادمان لاہور



فصل - ۱

# کتاب و سنت کی روشنی میں علمِ نبوی ﷺ اور متشابہات

- ☆ قرآن، رحمن نے سکھایا
- ☆ شمولیت معانی پر اہم دلیل
- ☆ علم کا دوسرا مفعول
- ☆ الانسان: حضور ﷺ کی ذات
- ☆ ورنہ وعدہ کی خلاف ورزی



امت مسلمہ کتاب و سنت کی روشنی میں یہ مانتی چلی آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمایا ہے، خلفاء راشدین سے لے کر اب تک اہل علم نے اسی موقف کو مختار بلکہ حق قرار دیا اور اس سے مخالف رائے رکھنے والوں کا ہمیشہ دلائل سے رد کیا ہے۔ اس پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب بھی دیا، تاکہ کسی کو اس مسئلہ میں کوئی الجھن نہ رہے، خصوصاً علماء احناف کے موقف کہ ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ میں وقف اللہ پر ہے، (یعنی متشابہات کی تاویل و تفسیر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا) کی وجہ سے یہ پریشانی لاحق ہو سکتی تھی کہ شاید رسول اللہ ﷺ بھی متشابہات سے آگاہ نہیں، ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان علماء کو اپنا اور قرب عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی مزید خدمت کی توفیق دے انہوں نے جب مذکورہ آیت کا یہ ترجمہ کیا تو ساتھ ہی واضح کر دیا کہ دیگر اہل علم اگرچہ اس سے آگاہ نہیں مگر رسول اللہ ﷺ اس سے بلاشبہ آگاہ ہیں، اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ حنفی اصول فقہ کی کسی کتاب کا حاشیہ و شرح اٹھالیں جس میں یہ تفصیلی بحث ہو، وہاں پر آپ کو اس پر تصریح مل جائے گی لیکن افسوس صد افسوس ہمارے دور کے کچھ حنفی علماء نے اسے شرح صدر کے ساتھ قبول نہیں کیا، اسے اختلافی مسئلہ بتاتے ہوئے قائلین کی صرف تردید ہی نہیں بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے جاہل قرار دیا، مثلاً مولانا محمد سرفراز خان

صدر نے لکھا ”مفتی احمد یار خاں صاحب کی جہالت ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں (وما يعلم تاویلہ الا اللہ) جو اب اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا کہ ہم نے تشابہات کا علم کسی کو دیا ہی نہیں الی ان قال، اس لیے حنفی مذہب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام تشابہات کو جانتے ہیں، بلفظہ (جاء الحق، ۱۱۴) حنفیوں کا یہ عقیدہ اور وہ بھی اتفاقی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس میں خاصا اختلاف ہے، مفتی صاحب کو صرف تو ضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں یہ تصریح موجود ہے ”ولم یظہر احدا من خلقہ علیہ“ (ص ۱۵) کہ اللہ تعالیٰ نے تشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا اور حسامی صفحہ ۱۰ پر ہے وهو مالا طریق لدر کہ اصلاً تشابہ وہ ہے کہ اس کے حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو۔

(ازالۃ الریب، ۴۷۸)

بندہ نے جب یہ عبارت دیکھی تو فی الفور مولانا موصوف کو خط لکھا جس میں متعدد حوالہ جات سے آشکار کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تشابہات کا علم دیا گیا ہے خصوصاً انہوں نے جس کتاب (توضیح) کا حوالہ دیا تھا اسی سے دوسرے مقام کی عبارت لکھ کر بھیجی اور عرض کیا کہ ہو سکتا ہے آپ کی نظر سے یہ نہ گذری ہو۔ قارئین بھی اسے ملاحظہ کر لیں، اس کے بعد ہم اس پر تفصیلاً گفتگو شروع کریں گے۔

امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (المتوفی، ۷۳۷) صاحب التوضیح

حضور ﷺ کے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے صاف اور واضح طور پر لکھتے ہیں:

لانه اسبق الناس فی العلم وانه

آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے

یعلم المتشابه والمجمل فمحال

کہیں آگے ہیں اور آپ ﷺ



متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں، لہذا  
معانی نصوص کا آپ ﷺ سے مخفی  
رہنا محال ہے۔

ان یخفی علیہ معانی النصوص  
(التوضیح، باب افعال النبی ﷺ، ۴۹۲)

کاش! موصوف کے سامنے یہ مقام ہوتا تو وہ ہرگز ایسی بات نہ لکھتے،  
واقعتہ مطالعہ کی کمی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔

آئیے اب زیر بحث مسئلہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کریں۔

## ۱۔ قرآن، رحمن نے سکھایا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تصریح فرمادی ہے کہ حضور ﷺ کو قرآن کی تعلیم ہم نے خود دی ہے، اس سے مراد صرف الفاظ قرآن ہی نہیں بلکہ اسے معانی کے ساتھ جاننا بھی مراد ہے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶) مسئلہ خامسہ کے تحت لکھتے ہیں:

مامعنی التعلیم؟ فقوله علی قولنا  
له مفعول ثان افادة العلم به  
(مفتاح الغیب، پ ۲۷، ۳۳۷)

سکھانے کا مفہوم کیا ہے؟ اس سے  
مراد قرآن کے معانی کا علم بھی ہے۔

۲۔ علامہ محمود آلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) رقم طراز ہیں کہ علم کو علامت سے قرار دینا یہاں مناسب نہیں، اگرچہ ہزار مناسبتیں بنیں، لہذا اسے تعلیم سے قرار دینا ہی مناسب ہے۔

والمراد بتعلیم القرآن قيل  
افادة العلم به لا بمعنی افادة  
العلم بالفاظه فقط بل بمعنی  
افادة ذالك والعلم بمعانيه  
علی وجه يعتد به وهو متفاوت  
وقد يصل الى العلم بالحوادث  
الكونية من اشاراته ورموز الى

تعلیم قرآن سے افادہ علم مراد ہے،  
یعنی فقط اس کے الفاظ کا علم ہی نہیں  
بلکہ الفاظ کے ساتھ اس کے معانی  
کا کامل علم بھی دیا اور یہ ہر آدمی  
کے درجہ کے مطابق ہے، بعض کو  
اس کے اشارات و رموز سے  
کائنات میں وقوع پذیر واقعات و

غیر ذلک فان اللہ تعالیٰ  
لم یغفل شیئاً فیہ  
حوادث کا علم بھی حاصل ہو جاتا  
ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو  
(روح المعانی، پ ۲۷، ۱۳۹)  
چھوڑا نہیں۔

امام ابوالشیخ نے کتاب العظمت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر کسی شے کو ترک کرنا ہوتا تو وہ رائی کے  
دانہ، ذرہ اور چھھر کو ترک فرما دیتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا  
قرآن میں ہر شے کا علم نازل کیا گیا ہے اور اس میں ہمارے لیے ہر شے بیان  
کر دی گئی ہے، ہاں ہمارا ذہن قرآن سے ان تمام کو حاصل کرنے سے قاصر  
ہے۔

لو ضال عقال بعیر لوجدتہ فی  
کتاب اللہ  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے اگر  
میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو  
میں اسے کتاب اللہ میں پاؤں گا۔  
(روح المعانی۔ پ ۲۷: ۳۹۱)

### شمولیت معانی پر اہم دلیل

یہاں مراد صرف الفاظ قرآن ہی نہیں بلکہ اس کے معانی بھی ہیں، اس  
پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ مفسرین کرام نے علم القرآن (اس نے قرآن  
سکھایا) اور وما یعلم تاویلہ الا اللہ (اللہ کے سوا اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا)  
کے درمیان بظاہر تعارض نقل کر کے ان میں موافقت و تطبیق واضح کی ہے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی (۶۰۶) رقمطراز ہیں یہاں سوال اٹھایا جاسکتا ہے۔

کیف يفهم قوله تعالى 'علم القرآن' مع قوله تعالى 'وما يعلم تاويله الا الله  
(اللہ نے قرآن سکھایا) اور (تاویل کو اللہ ہی جانتا ہے) کے درمیان موافقت کیا ہے؟

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ جب تمام قرآن سکھا دیا تو اب یہ کہنا کہ بعض آیات کی تاویل، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیسے درست ہوگا؟ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ دوسری آیت کے بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں۔

۱۔ بعض 'الا اللہ' پر وقف نہیں کرتے بلکہ لفظ "راسخون" کا اس پر عطف کرتے ہیں تو اب ان کے ہاں تمام قرآن کی تاویل رسوخ فی العلم والے بھی جانتے ہیں۔ لہذا اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں۔  
۲۔ بعض لفظ اللہ پر وقف کرتے ہیں، ان پر اعتراض ہوگا کہ جب بعض آیات کی تاویل بندہ نہیں جان سکتا تو پھر تمام قرآن سکھانے کا کیا معنی؟

اس کے دو جواب ہیں

۱۔ بندے اگرچہ بالیقین اس کا معنی نہیں جانتے لیکن بقدر طاقت و امکان جانتے ہیں۔

۲۔ اللہ کے سوا نہ جاننے کا مفہوم یہ ہے۔

اما غيره فلا يعلم من تلقاء نفسه ما لم يعلم فيكون اشارة الى ان كتاب الله تعالى ليس  
کہ اس کے علاوہ از خود کوئی نہیں جانتا اگر وہ نہ بتائے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کتاب اللہ دیگر

کثیرہ من الكتاب التي يستخرج  
 مافيها بقوة الذكاء والعلوم  
 کتب کی طرح نہیں جن سے محض  
 قوت ذکاوت و علوم کے ذریعے  
 (مفاتیح الغیب: پ ۲۷، ۳۳۷)

مقصد یہ ہے کہ اگر محض الفاظ کی تعلیم مراد ہوتی تو پھر تعارض کیسا؟ اگر  
 بظاہر تعارض آرہا ہے اور اسے نقل کر کے مفسرین جواب دے رہے ہیں تو پھر ماننا  
 ہوگا کہ یہاں معانی بھی مراد ہیں۔ جب یہ تسلیم ہے تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ  
 قرآن کے تمام معانی سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو آگاہ کیا ہے۔

### علم کا دوسرا مفعول

علم کا تقاضا دو مفعول ہوتے ہیں یعنی کسی کو سکھایا اور کیا سکھایا؟ یہاں  
 دوسرے مفعول کا ذکر ہے کہ قرآن کی تعلیم دی۔ لیکن پہلا مفعول کہ کس کو تعلیم  
 دی؟ یہاں مذکور نہیں، وجہ اس کی آشکار ہے کہ وہ مفعول (شخصیت) اس قدر  
 عیاں ہے کہ عدم ذکر کے باوجود کسی کو بھی اس کے بارے میں تردد و تشکیک نہیں  
 ہو سکتی اور وہ ہے حبیب کبریا ﷺ کی ذات اقدس۔ آپ ﷺ کے علاوہ قرآنی  
 علوم سے جسے بھی کچھ ملا وہ سب آپ ﷺ کے واسطے و طفیل سے ملا ہے۔

امام ابوالحسن واحدی (المتوفی، ۴۶۸ھ) امام کلبی کے حوالہ سے مفہوم  
 یوں بیان کرتے ہیں:

علم القرآن محمدًا ﷺ وعلمه  
 محمد ﷺ امتہ  
 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید حضور ﷺ  
 کو سکھایا اور آپ ﷺ نے آگے  
 اپنی امت کو اس کی تعلیم دی۔  
 (الوسیط، ۴: ۲۱۷)

امام ابو عبد اللہ محمد احمد قرطبی نے ان الفاظ میں تفسیر کی

ای علمہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اداہ  
الی جمیع الناس  
(الجامع لاحکام القرآن، ۱۷، ۱۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کو قرآن کی تعلیم دی تاکہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں تک اسے پہنچائیں۔

### الانسان - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

اس کے بعد جو آیت مقدسہ ”خلق الانسان“ (اس نے انسان کو پیدا کیا) یہاں متعدد مفسرین نے ”الانسان“ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد لی ہے۔ بلکہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قول منقول ہے۔

۱۔ امام فخرالدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) رقمطراز ہیں یہاں الانسان سے مراد کیا ہے؟

نقول هو الجنس وقيل المراد  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم والاول هو الراجح  
نظراً الى اللفظ  
(مفتاح الغیب، پ ۲۷، ۳۳۸)

جنس انسان مراد ہے، بعض نے  
اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد  
لی ہے۔ الفاظ کے پیش نظر اول  
موقف اصح ہے۔

یعنی دوسرا بھی صحیح ہے۔

۲۔ امام قرطبی اگلی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس ايضاً و ابن  
كيسان الانسان ههنا يراد به  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
(الجامع لاحکام القرآن، ۱۷، ۱۳۳)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اور  
ابن کيسان سے ہے یہاں انسان  
سے مراد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
اقدس ہے۔

۳۔ علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ) نے امام ابن کیمان کے حوالہ سے نقل کیا۔  
الانسان محمد ﷺ  
الانسان، یہاں حضور ﷺ ہیں۔

(روح المعانی، پ ۲۷، ۱۲۱)

۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) بھی انہی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

الانسان سے حضور ﷺ کی ذات  
مراد لینا جائز ہے۔ آپ ﷺ کو  
بیان سکھایا یعنی وہ قرآن جو سابقہ،  
آئندہ ازل تا ابد حقائق پر مشتمل  
ہے۔ سابقہ رسولوں کی تعلیمات کے  
مطابق لوگوں کے لیے ہدایت اور  
آپ ﷺ کی نبوت پر دلیل و نشانی  
ہے۔

جاز ان يقال خلق الانسان يعني  
محمد ﷺ علمه البيان يعني  
القرآن فيه بيان ما كان وما يكون  
من الاول الى الابد مطابقا لبيان  
من مضى من الرسل هداية  
للناس و آية على نبوته  
(تفسیر مظہری، ۲۷، ۱۲۵)

۵۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کا ایک اقتباس یہاں  
نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

”ذرا غور فرمائیے معلم محمد بن عبد اللہ روحی و قلبی فداہ ہے اور معلم  
خود خالق ارض و سماء، شاگرد مکہ کا امی اور استاذ عالم الغیب والشہادۃ ہے اور  
پڑھایا کیا جا رہا ہے؟ قرآن۔ کون سا قرآن؟ جو سراپا رحمت ہے، جو مجسم ہدایت  
ہے، جو نور علی نور ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہذا بیان للناس  
وهدی و موعظة للمتقين جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے لا رطب

ولایابس الافی کتاب مبین (کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جس کا ذکر اس کتاب مبین میں موجود نہ ہو) اس تعلیم سے جو بحر بے پیدا کنار، اس صدر منشرح میں موجزن ہوا، اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

خليفة الله في الارض آدم عليه السلام کے متعلق فرمایا ”علم آدم الاسماء كلها“ اور خليفة الله في العالم کے بارے میں فرمایا ”علم القرآن“۔  
بیس تفاوت راہ از کجاتا بکجا (ضیاء القرآن: ۵، ۶۶)

## ۲۔ ورنہ وعدہ کی خلاف ورزی

حضرت جبریل امین علیہ السلام جب قرآنی وحی لے کر آتے اور وہ یونہی آپ ﷺ پر کلام الہی پڑھنا شروع کرتے، تو آپ ﷺ اسے اسی وقت ہی کامل طور پر محفوظ کرنے کے لیے پڑھنا شروع فرما دیتے تاکہ اسے بلا کم و کاست یاد کر کے بغیر ترمیم و اضافہ انسانیت تک پہنچا دیں۔ اور ذہن میں یہ احساس اور فکر مندی تھی کہ کہیں اس کلام الہی کے حفظ و یاد میں کمی نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب ﷺ کی یہ مشقت اور تکلیف گوارا نہ ہوئی اور اس موقع پر ان آیات مبارکہ کے ذریعے آپ کی فکر مندی دور کرتے ہوئے نہایت ہی اعلیٰ خوشخبری اور وعدہ کا نزول فرمایا۔

لا تحرك به لسانك لتعجل به، ان علينا جمعه وقرانه، فاذا قرانه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانہ

اے حبیب ﷺ آپ سے جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ہمارے ذمے ہے اس کو (آپ ﷺ کے سینہ میں)

جمع کرنا اور اس کو پڑھانا۔ جب ہم (القيمة، ۱۶ تا ۱۹)



اسے پڑھیں تو اس پڑھنے کی اتباع کریں، پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔

ان آیات کا شانِ نزول سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے جب رسول اللہ ﷺ پر نزولِ قرآن ہوا تو اسے یاد کرنا آپ کے لیے مسئلہ تھا۔

جیسے ہی آپ ﷺ پر وحی آتی، جبریل امین کے فارغ ہونے سے پہلے آپ اسے محفوظ کرنے کے لیے زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے، اس ڈر سے کہ کہیں حفظ میں کمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وكان اذا نزل عليه الوحي  
يحرك لسانه وشفتيه قبل  
فراغ جبريل مخافة ان لا يحفظ  
فانزل تعالیٰ  
(مفتاح الغیب پ، ۲۹، ۷۲۸)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے جو وعدے فرمائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہم آپ کو قرآن کی تمام تفصیل سے بھی آگاہ کریں گے، اگر ہم یہ مانیں کہ آپ ﷺ کو قرآن کی کچھ آیات سے آگاہی نہیں عطا کی گئی تو یہ وعدہ الہی کی خلاف ورزی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کے خلاف کرنا محال ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی، ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں ”اگر مان لیا جائے رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے۔

تو تمام قرآن بیان و ہدایت نہیں رہے گا اور اس وعدہ الہی ”ثم ان علينا بيانہ“ کی بھی خلاف ورزی

ولم يكن القرآن باسره بيانا و  
هدى و يلزم ايضاً الخلف في  
الوعد بقوله تعالیٰ ثم ان علينا

لازم آئے گی، حالانکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے محکمت اور متشابہات کا حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری اور

بیانہ فانہ یقتضی ان بیان القرآن محکمہ و متشابہہ من اللہ تعالیٰ للنبی ﷺ واجب ضروری

(المظہری ۱، ۱۴) لازم ہے۔

وما یعلم تاویلہ الا اللہ کی تفسیر میں اس مسئلہ پر تفصیلاً گفتگو کرتے ہوئے لکھا، اس آیت مبارکہ میں اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کے معانی سے آگاہ نہیں۔

اور یہ کیسے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ”ثم ان علينا بیانہ“ جس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے محکم و متشابہ کا بیان حضور ﷺ کے لیے لازم ہے اور یہ جائز نہیں کوئی شے قرآن کی آپ ﷺ پر واضح نہ ہو، ورنہ خطاب فائدہ سے خالی اور وعدہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

کیف و قال اللہ تعالیٰ ثم علينا بیانہ فانہ یقتضی ان بیان القرآن محکمہ و متشابہہ من اللہ للنبی ﷺ واجب ضروری لایجوز ان یکون شیئی منها غیر مبین له علیہ السلام والایخلو الخطاب عن الفائدة ویلزم الخلف فی الوعد

(المظہری، ۲: ۱۱)

یہی الفاظ ”ثم ان علينا بیانہ“ کی تفسیر میں لکھے ہیں:

(ایضاً: ۱۰: ۱۳۸)

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی ”فہم النبی والصحابة للقرآن“ عنوان کے

تحت اس مبارک آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکان طبعیاً ان یفہم النبی ﷺ یہ طبعی امر ہے کہ حضور ﷺ تمام

قرآن کو تفصیلاً سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کے حفظ اور بیان و تشریح کی ضمانت عطا فرما رکھی ہے ”بلاشبہ ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھانا، تو جب ہم اسے پڑھیں تو اس پڑھنے کی اتباع کرو پھر ہم پر ہے اس کا بیان کرنا۔“

القرآن جملة وتفصيلاً بعد ان تكفل الله تعالى له بالحفظ والبيان ”ان علينا جمعه وقرانه فاذا قراناه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه

(التفسير والمفسرون ۱: ۳۶)

یہاں تک یہ حقیقت آشکار ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ کو دی اور اس کی تمام تفصیلات سے آپ ﷺ کو آگاہ فرمایا، اب اگر یہ کہا جائے کہ کچھ الفاظ کے معانی سے حضور ﷺ آگاہ نہیں تو وعدہ الہی کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ جو سراسر باطل و محال ہے۔ ان تمام چیزوں کو سامنے رکھیے اور پھر آگے بڑھیے۔



## آیات کی تقسیم

- ☆ اہل علم کا اختلاف
- ☆ اختلاف کی بنیاد
- ☆ ان کی اہم دلیل
- ☆ علمائے احناف کا موقف
- ☆ وہم کا ازالہ



## آیات کی تقسیم

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد مقدس ہے۔

هو الذی انزل علیک الکتب  
منہ آیات محکمات هن ام  
الکتاب و اخر متشبهات فاما  
الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون  
ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء  
تاویله و ما یعلم تاویله الا اللہ  
والراسخون فی العلم یقولون  
آمنا بہ کل من عند ربنا و ما  
یذکر الا اولوالالباب

(سورہ آل عمران، ۷)

وہی ہے جس نے تم پر کتاب اتاری  
اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی  
ہیں، وہ کتاب کی اصل ہیں، اور  
دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں  
اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں  
کجی ہے، وہ اشتباہ والی کے پیچھے  
پڑتے ہیں، گمراہی چاہتے اور اس کا  
پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک  
پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم  
والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان  
لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس  
سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر  
عقل والے۔

یہاں آیات قرآنی کی تقسیم کرتے ہوئے انہیں دو اقسام قرار دیا ہے۔

1- محکمات 2- متشابہات۔ محکمات کا علم اہل علم کو حاصل ہو سکتا ہے، کیا متشابہات  
کا علم بھی انہیں حاصل ہو سکتا ہے؟

### اہل علم کا اختلاف

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

۱۔ امت کی اکثریت خصوصاً علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ متشابہات کا علم امت کے اہل علم کو دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا، البتہ! آخرت میں ان پر آگاہی ہو جائے گی۔

۲۔ کچھ اہل علم مثلاً شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان کا علم تمام اہل علم کو اگرچہ حاصل نہیں ہوتا مگر علم میں رسوخ رکھنے والوں کو حاصل ہو جائے گا۔

## اختلاف کی بنیاد

ان کے درمیان اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں وقف کہاں ہے؟

اول موقف والوں کی رائے یہ ہے کہ ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ پر یعنی اسم جلالیت پر وقف ہے اور اس کے بعد واو عاطفہ نہیں، بلکہ استینافیہ ہے اور آگے الگ جملہ ہے مفہوم ہوگا، ان کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہیں گے ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ ان کے معانی سے آگاہ نہ ہوں گے۔

جبکہ دوسروں کا موقف یہ ہے کہ وقف اسم جلالیت پر نہیں بلکہ واو عاطفہ ہے اور ”راسخون“ کا عطف اسم جلالیت پر ہے۔ مفہوم یہ ہوگا ان کی تاویل اللہ تعالیٰ اور علم میں پختہ لوگ ہی جانتے ہیں۔

۱۔ امام فخر الدین رازی ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ کے تحت لکھتے ہیں:

واختلف الناس فی هذا الموضوع  
اس مقام پر لوگوں میں اختلاف  
فمنہم من قال تم الکلام ہنا  
ہے، کچھ نے کہا یہاں کلام مکمل ہے



اور واؤ (والراسخون في العلم) میں ابتدائی ہے، اس صورت میں معنی ہوگا متشابہ کو اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ ابن عباس، سیدہ عائشہ، مالک بن انس، کسائی، فراء، اور معتزلہ میں سے ابوعلی جبائی کا قول ہے اور ہمارا بھی یہی مختار ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کلام (والراسخون في العلم) پر تمام ہوتا ہے۔ اس قول کے مطابق متشابہ کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ علم میں رسوخ رکھنے والوں کو بھی ہوگا۔

ثم الواو في قوله (والراسخون في العلم) واؤ الابتداء وعلى هذا القول لا يعلم المتشابہ الا الله وهذا قول ابن عباس وعائشة ومالك بن انس والكسائي والفراء، ومن المعتزلة قول ابى علي الجبائي وهو المختار عندنا والقول الثاني ان الكلام انما يتم عند قوله (والراسخون في العلم) وعلى هذا القول يكون العلم بالمتشابہ حاصلًا عند الله تعالى و عند الراسخين في العلم (مفاتيح الغيب: پ ۳، ۱۲۵)

۲۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں یہاں اہل علم میں اختلاف ہے، کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے:

اگر واؤ عاطفہ ہو تو معنی ہوگا، متشابہ کا مفہوم اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور رسوخ في العلم والے بھی اسے جانتے ہیں..... یہ قول حضرت مجاہد اور ربیع کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

الواو للعطف والمعنى ان تاويل المتشابہ يعلمه الله ويعلمه الراسخون في العلم..... وهذا قول مجاهد والربيع وروى عن ابن عباس انه كان يقول في

سے اس آیت کے تحت منقول ہے  
 ”میں رسوخ علمی رکھنے والوں میں  
 ہوں۔“ حضرت مجاہد سے ہے میں  
 تاویل متشابہ کا علم رکھنے والوں میں  
 سے ہوں۔ اکثریت کی رائے یہ  
 ہے کہ واؤ استینافیہ ہے اور جملہ  
 ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ پر مکمل  
 ہو جاتا ہے۔

۳۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی (۱۰۷۱ھ) رقمطراز ہیں۔

جمہور کے نزدیک ”الا اللہ“ پر  
 وقف ہے اور ان کے ہاں متشابہ کا  
 معنی ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی  
 ہے..... بعض اس پر وقف نہیں  
 مانتے اور کہتے ہیں کہ رسوخ علمی  
 والے بھی متشابہ کا علم رکھتے ہیں۔

الوقف عند الجمہور علی قولہ  
 الا اللہ وفسروا المتشابہ بما  
 استأثر اللہ بعلمہ..... ومنہم من  
 لا یقف علیہ ویقول بان الراسخین  
 فی العلم یعلمون المتشابہ  
 (مدارک التزیل، پ ۳، ۱۵۰)

۴۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے اسی اختلاف کو اپنے ان الفاظ میں  
 بیان کیا ہے

یہاں وقف میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا وقف اسم جلالہ پر  
 ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی

فقیل علی الجلالہ کما تقدم  
 عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

اللہ عنہما سے گذرا..... بعض کے  
 نزدیک ”والراسخون فی العلم“  
 پر وقف ہے، کثیر مفسرین اور اہل  
 اصول نے یہ کہتے ہوئے اتباع کی  
 ہے کہ غیر مفہوم خطاب بعید ہے،  
 امام ابن ابی نجیح نے مجاہد کے حوالہ  
 سے حضرت ابن عباس سے نقل کیا،  
 میں ان رسوخ والوں میں شامل  
 ہوں جو متشابہ کی تاویل سے آگاہ  
 ہیں۔

عنہما..... ومنہم من یقف علی  
 قولہ والراسخون فی العلم و  
 تبعہم کثیر من المفسرین  
 واہل الاصول وقالوا الخطاب  
 لمالا یفہم بعید و قدروی ابن  
 ابی نجیح عن مجاہد عن ابن  
 عباس انه قال انا من الراسخین  
 الذین یعلمون تاویلہ  
 (تفسیر القرآن ۱، ۳۴۷)

ان تمام حوالہ جات سے یہ آشکار ہو رہا ہے کہ امت کے بہت سارے  
 اہل علم کہتے ہیں کہ متشابہات کا علم علماء کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اوپر حافظ ابن  
 کثیر نے انہیں مفسرین اور اہل اصول کی کثیر جماعت قرار دیا بلکہ بعض اہل علم  
 نے اسی موقف کو جمہور کا اور بعض نے اسی کو صحیح و صواب کہا ہے۔  
 امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴ھ) رقمطراز ہیں۔

وقف ”والراسخون“ پر ہے  
 قاضی ابوالمعالی کے بقول یہی جمہور  
 کا موقف ہے اور یہی حضرت ابن  
 مسعود ابی بن کعب اور حضرت ابن  
 عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

والوقف علی قولہ والراسخون  
 قال القاضی ابوالمعالی انه قول  
 الجمہور وهو مذہب ابن مسعود  
 و ابی بن کعب و ابن عباس و  
 ما نقلہ بعض الناس عنہم

یخالف ذالک فغلط

بعض نے ان سے جو مخالف نقل کیا

(البرهان، ۲، ۱۶۷) ہے وہ غلط ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد قرطبی نے بعض اہل علم کی رائے یوں نقل کی ہے:

وقف (والراسخون فی العلم) پر

الوقف علی هذا یكون عند

ہوگا ہمارے شیخ ابو العباس احمد بن

قوله والراسخون فی العلم قال

عمرو نے فرمایا، صحیح یہی ہے کیونکہ

شیخنا ابو العباس احمد بن عمر

ان کو راسخ قرار دینے کا معنی یہی

وهو الصحيح فان تسميتهم

ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ علم

راسخين یقتضی انهم یعلمون

رکھتے ہیں۔

اکثر

(الجامع لاحکام القرآن ۳، ۲۱)

تو بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق جمہور بلکہ امت کا صحیح موقف یہی

ہے کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر اہل علم کو بھی حاصل ہے۔ جب

صورت حال یہ ہو تو کیا پھر کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ سے ان کے علم کا انکار

کر سکتا ہے؟

ان کی اہم دلیل

یہاں انہوں نے اپنے موقف پر دیگر دلائل دیئے ہیں مثلاً حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے، میں ان راسخین میں شامل ہوں جو متشابہات

کی تاویل سے آگاہ ہیں، وہاں انہوں نے ایک اہم دلیل یہ بھی بیان کی ہے کہ

کوئی آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے آگاہ نہیں، یعنی اگر

اسم جلال پر وقف مان لیا جائے تو پھر لازم آئے گا، انہیں رسول اللہ ﷺ بھی نہیں جانتے اور ایسا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لہذا وہاں وقف نہ کیا جائے۔ تو جب ان کلمات کے باوجود رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں تو پھر دیگر ربانیین مثلاً صحابہ کا جاننا بھی جائز ہوگا۔

امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴ھ) نے اسی دلیل کو ان الفاظ میں تحریر کیا

ہے:

کسی کا یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے جب ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں، تو پھر امت کے ربانیوں اور صحابہ اور مفسرین کا انہیں جاننا بھی جائز ہوگا۔ کیا حضرت ابن نہیں کہ میں راسخین میں شامل ہوں۔ اور ہم کسی مفسر کو نہیں جانتے کہ اس نے تفسیر کرنے میں یہ کہہ کر توقف کیا ہو کہ یہ متشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان

لايسوغ لاحد ان يقول ان رسول الله لم يعلم المتشابه فاذا جاز ان يعرفه الرسول مع قوله (وما يعلم تاويله الا الله) جاز ان يعرفه الربانيون من صحابته والمفسرون من امته الا ترى ان ابن عباس كان يقول انا من الراسخين في العلم..... ونحن لم نر المفسرين الى هذه الغاية توقفوا عن شيى من القرآن فقالوا هو متشابه لا يعلمه الا الله بل امره على التفسير حتى فسروا الحروف

سامنے انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ

(البرهان - ۲، ۸۴) کہ حروف مقطعات کی بھی۔

امام علاء الدین عبدالعزیز بخاری (۷۳۰ھ) انہی شیخ قتی سے نقل کرتے ہیں اگر ہم کہیں کہ قرآن کا کچھ حصہ بندوں کی سمجھ سے باہر ہے تو پھر یہ اعتراض اٹھے گا کہ اس خطاب کا کیا فائدہ جو سمجھ ہی نہ آئے۔

وہل يجوز ان يقال ان رسول  
الله ﷺ لم يكن يعرف المتشابه  
واذا جازان يعرفه مع قوله  
”وما يعلم تاويله الا الله“  
جاز  
ان يعرفه الربانيون من الصحابة  
رضوان الله عليهم اجمعين  
(كشف الاسرار، ۱: ۱۵۰)

تو کیا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول  
اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے  
جب ”وما يعلم تاويله الا الله“  
پر وقف کی صورت میں رسول  
اللہ ﷺ کا انہیں جاننا جائز ہے تو  
ربانیین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا  
جاننا بھی جائز ہوگا۔

### علماء احناف کا موقف

امت کی اکثریت خصوصاً علماء احناف کا موقف یہ ہے کہ وقف اسم  
جلالت پر ہے۔

۱- امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) نے شافعی ہونے کے باوجود اس کے  
بارے میں کہا۔

وهو المختار عندنا ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

(مفاتیح الغیب: پ ۳، ۱۲۵)

۲- امام ابو عبد اللہ محمد قرطبی اس اختلاف کے بارے میں کہتے ہیں:

فالذی علیہ الاکثر انه مقطوع  
مما قبله وان الکلام تم عند قوله  
الا لله هذا قول ابن عمر و ابن  
عباس و عائشة و عروة بن  
الزبیر و عمر بن عبدالعزیز  
وغیرهم  
(الجامع لاحکام القرآن: ۱۹، ۴)

اکثریت کی رائے یہی ہے کہ  
”والراسخون فی العلم“ کا تعلق  
ما قبل سے نہیں جملہ ”الا لله“ پر  
مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ حضرت ابن  
عمر، ابن عباس، عائشہ، عروہ بن زبیر،  
عمر بن عبدالعزیز اور دیگر اہل علم کا  
موقف ہے۔

۳- قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں۔

ذهب الاکثرون الی ان الواو  
للاستیناف وتم الکلام عند  
قوله ”وما یعلم تاویلہ الا الله“  
(المظہری: پ ۳، ۱۲)

اکثریت اسی طرف گئی ہے کہ واو  
استینافیہ ہے اور جملہ ”وما یعلم  
تاویلہ الا الله“ پر مکمل ہے۔

وہم کا ازالہ

پچھے آپ پڑھ چکے اگر سابقہ موقف لیا جائے تو پھر رسول اللہ ﷺ  
کے بارے میں وہم پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ جب امت کے راسخین علماء انہیں  
جانتے ہیں تو آپ ﷺ بطریق اولیٰ انہیں جانتے ہیں۔ وہم احناف کے اس  
موقف کو اختیار کرنے سے پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ ہیں ”وما یعلم تاویلہ الا  
الله“ (ان کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

پھر متشابہ کی تعریف ان کے ہاں یوں ہے

هو اسم لما انقطع رجاء معرفة  
المراد منه ولا يرجي بدوه  
اصلاً  
جس لفظ کی معرفت مراد کی امید ختم  
اور اس کے واضح ہونے کی کبھی  
امید نہ کی جاسکے۔

(المنار مع نور الانوار، ۹۳)

بعض نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

هو ما لا طريق لدرکه اصلاً  
حتى سقط طلبه  
جس کے ادراک کا کوئی راستہ نہ ہو  
حتیٰ کہ اس کی طلب ختم ہو جائے۔

(حسامی، ۱۰)

تو اب شک پیدا ہوا کہ شاید رسول اللہ ﷺ بھی انہیں نہیں جانتے تو اس وہم کا ان علماء نے ہر جگہ ازالہ کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ یہ معاملہ امت کے حق میں ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں کیونکہ دیگر آیات قرآنی (جن کا تذکرہ ہم نے ابتدا میں کر دیا ہے) واضح کر رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآنی متشابہات سے آگاہ ہیں، آئیے ہم ان کی تصریحات کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ آپ تکرار محسوس نہ کریں کیونکہ ہم نے یہ واضح کرنا ہے کہ جب انسان کسی رائے میں تعصب برتتا ہے تو اسے اپنے مطلب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ حیران ہوں گے کوئی علوم قرآن اور اصول فقہ کی ایسی کتاب نہیں جس میں یہ تصریح نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔ پہلے ہم انہی لوگوں کو لیتے ہیں جنہوں نے متشابہ کی یہ تعریف کی ہے یعنی اصحاب اصول فقہ۔ ان کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔



فصل ۳

## اصحابِ اصولِ فقہ کی تصریحات

- ☆ اعتراضات کا جواب
- ☆ کیا اس میں اختلاف نہیں؟
- ☆ مگر حق یہی ہے



## اصحاب اصول فقہ کی تصریحات

ان میں سے بعض نے متشابہ کی بحث میں اور بعض نے باب افعال النبی ﷺ کی بحث میں اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا ہے۔

۱۔ شیخ احمد جیون تعریف متشابہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کا علم نہیں ہو سکتا۔

ہذا فی حق الامۃ و اما فی حق النبی علیہ السلام فكان معلوماً والاتبطل فائدة التخاطب ویصیر التخاطب بالمہمل کالتکلم بالزنجی مع العربی

یہ بات حق امت میں ہے۔ حضور ﷺ کو ان کا علم ہے ورنہ خطاب کا فائدہ باطل اور بے معنی لازم آئے گا۔ جیسے حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔

(نور الانوار، ۹۳)

۲۔ علامہ محمد علاء الدین ہسکفی شرح منار میں فرماتے ہیں۔

یہ جو کہا کہ اس سے مراد کی معرفت کی امید ہی نہیں۔

فی حقنا دون الرسول ﷺ

یہ ہمارے حق میں ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں۔

(افاضة الانوار، ۹۶)

۳۔ اسی منار کے شارح امام عزالدین عبداللطیف ابن الملک (المتوفی ۸۰۱ھ) نے اسی مقام پر امام فخر الاسلام کے حوالے سے لکھا متشابہ کے بارے میں جو کہا گیا کہ اس کا علم دنیا میں نہیں ہو سکتا بلکہ آخرت میں ہوگا اور انزال متشابہ کا مقصد ابتلاء ہے۔

هذا في حقنا لان المتشبهات  
كانت معلومة للنبي عليه السلام  
(شرح المنار، ۳۶۷) ہیں۔ اور یہ ہماری بات ہے کیونکہ  
حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے

۴۔ امام شمس الدین محمد حمزہ الغفاری (۸۳۳ھ) نے متشابہ کی تعریف ہی  
ان الفاظ میں کر دی ہے

ملا طريق لدرکه للامة اما  
النبي عليه السلام فربما تعلمه  
باعلام الله تعالى  
جس کا ادراک امت کو حاصل نہیں  
ہو سکتا ہاں! حضور ﷺ اللہ تعالیٰ  
کے بتانے سے جانتے ہیں۔

(فصول البدائع، ۸۶، ۱)

۵۔ امام محمد امین بن عابدین شامی نے اس پر امام فخر الاسلام اور امام شمس  
الائمہ کا حوالہ بھی نقل کیا۔ (نسمات الاسحار، ۹۶)

۶۔ علامہ محمد فیض الحسن نے حاشیہ حسامی میں ملا جیوں کے الفاظ نقل کر دیئے  
ہیں۔ (التعلیق الحامی، ۱۰)

۷۔ انہوں نے بھی باب افعال النبی میں لکھا۔

ورسول الله ﷺ اكمل الناس  
في ذلك حتى كان يعلم  
المتشابه الذي لا يعلمه احد من  
رسول الله ﷺ سب سے کامل ہیں  
حتیٰ کہ ان متشابہات کا علم بھی رکھتے  
ہیں جنہیں امتی نہیں جان سکتے۔

الامة (التعلیق الحامی، ۹۱)

۸۔ انہوں نے بھی حاشیہ اصول شامی میں متشابہ کی تعریف کرتے ہوئے  
لکھا جس کی معرفت دنیا میں نہ ہو سکے۔

یہ بات امت کے اعتبار سے ہے،  
 رہا حضور ﷺ کا معاملہ تو آپ  
 وقت نزول سے انہیں جانتے ہیں،  
 آپ کے ان متشابہات اور دیگر  
 قرآن میں کوئی تفریق نہیں ورنہ  
 لغویت لازم آئے گی کیونکہ غیر  
 مفہوم خطاب لغو ہوتا ہے۔

بالنسبة الى الامة واما بالنسبة  
 الى النبي ﷺ فمعلوم وقت  
 نزول القرآن بلا تفرقة بينه و  
 بين سائر القرآن كيلا يلزم  
 السفه لان التخاطب لا يفهم  
 المخاطب سفه  
 (عمدة الحواشي، ٤٢)

۹۔ آگے متشابہ کی تقسیم و حکم بیان کرتے ہوئے لکھا، قیام قیامت کے بعد  
 ہم بھی اس سے آگاہ ہو جائیں گے۔

یہ امت کے حق میں ہے، لیکن  
 حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے  
 ہیں، ورنہ خطاب بلا فائدہ ہو جائے  
 گا۔

هذا في حق الامة واما في حق  
 النبي ﷺ فكان معلوما والاتبطل  
 فائدة التخاطب  
 (ايضاً، ٤٣)

۱۰۔ مولانا برکت اللہ نے بھی حاشیہ اصول شاشی میں یہی الفاظ نقل کر  
 دیئے ہیں۔ (احسن الحواشی، ۲۵)

۱۱۔ مفسر قرآن شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی ”حکمه التوقف فيه ابدًا“  
 (متشابہ میں ہمیشہ خاموشی اختیار کی جائے گی) کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ ہمارے حوالہ سے بات ہے، ورنہ  
 اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ متشابہات کا  
 علم رکھتے ہیں۔

في حقنا لان النبي ﷺ كان  
 يعلم المتشابهاات  
 (النামী - ۹۱: ۲۱)

۱۲۔ امام فخر الاسلام ابو الحسن علی بزدوی (۴۸۲ھ) اجتہاد نبوی پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

لان الرسول ﷺ اسبق الناس  
فی العلم حتی وضح له ما خفی  
علی غیره من المتشابه فمحال  
ان یخفی علیہ معانی النصوص  
(اصول بزدوی مع الکشف  
۳: ۳۹۱۔ غایۃ التحقیق  
شرح الحسامی، ۳۰۲)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ علم میں تمام  
انسانوں سے کہیں آگے ہیں حتیٰ کہ  
آپ ﷺ پر متشابہات بھی آشکار  
ہیں جو دوسروں پر مخفی ہیں؛ لہذا  
نصوص کے معانی کا آپ ﷺ پر  
مخفی ہونا محال ہے۔

۱۳۔ اس کی شرح میں شیخ حسام الدین حسین سغناقی (۷۱۴ھ) نے کہا، امام  
کے الفاظ: ”حتی وضح له ما خفی“

”دلیل علی ان النبی ﷺ کان  
یعلم المتشابه“  
(الکافی شرح البرزدوی، ۳: ۱۵۶۸)

اس بات پر دلیل ہیں کہ نبی  
کریم ﷺ متشابہ کے بارے میں  
جانتے ہیں۔

انہوں نے ہی دوسرے مقام پر متشابہ کی تعریف نقل کر کے کہا۔

هذا فی حق الامۃ واما فی حق  
النبی ﷺ فانه یعلم المتشابه  
باعلام اللہ تعالیٰ (الکافی، ۱: ۲۳۹)

یہ امت کے حوالے سے ہے ورنہ  
رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا  
سے متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۱۴۔ اسی کے دوسرے شارح امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰ھ) شیخ بزدوی  
کے الفاظ کی شرح میں رقمطراز ہیں:

عقلی دلیل یہ ہے کہ اجتہاد معانی  
نصوص کے علم کی بنا پر ہوتا ہے۔  
رسول اللہ ﷺ علم میں تمام سے  
کہیں آگے ہیں، یعنی سب سے  
کامل ہیں، حتیٰ کہ ان متشابہات  
سے بھی آگاہ ہیں جنہیں امت میں  
سے کوئی نہیں جانتا۔

اما المعقول فهو ان الاجتهاد  
مبنى على العلم بمعانى النصوص  
و رسول الله ﷺ اسبق الناس فى  
العلم اى اكملهم فيه حتى كان  
يعلم المتشابه الذى لا يعلمه احد  
من الامة بعده

(كشف الاسرار، ۳۹۱)

۱۵۔ امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود (۳۷۷ھ) اجتہاد نبوی ﷺ پر گفتگو  
کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

آپ ﷺ علم میں تمام سے کہیں  
آگے ہیں اور آپ ﷺ متشابہ اور  
مجمل سب کو جانتے ہیں تو معانی  
نصوص کا آپ ﷺ پر پوشیدہ رہنا  
محال ہے۔

لانه اسبق الناس فى العلم انه يعلم  
المتشابه والمجمل فمحال ان  
يخفى عليه معانى النصوص  
(التوضيح، ۲: ۴۹۲)

۱۶۔ امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی (۴۹۰ھ) بھی حضور ﷺ کے اجتہاد  
مبارک پر رقمطراز ہیں۔ اجتہاد معانی نصوص کے علم پر مبنی ہوتا ہے۔

بلاشبہ آپ ﷺ کا اس میں درجہ  
تمام سے کہیں بلند ہے، آپ  
متشابہات کا علم رکھتے ہیں جن کے

ولا شك ان درجته فى ذلك  
اعلى من درجة غيره وقد كان  
يعلم المتشابه الذى لا يقف

احد من الامة بعده على معناه  
معنی سے کوئی امتی آگاہ نہیں۔

(اصول السرخسی، ۲: ۹۴)

۱۷۔ شیخ ملا خسرو (المتوفی ۸۸۰ھ) اسی مسئلہ پر لکھتے ہیں متشابہ کا معلوم نہ ہونا امت کا معاملہ ہے۔

واما النبی علیہ السلام فرما  
اور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے  
یعلمہ باعلام اللہ تعالیٰ  
بتانے سے ان کا علم رکھتے ہیں۔

(مرآة الاصول فی شرح مرقاة

الوصول، ۱: ۴۱۲)

۱۸۔ مولانا عبدالعلی محمد (المتوفی ۱۲۲۵ھ) امام ابن الہمام کی عبارت، فیہ  
مالا یفہم (قرآن میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو ہماری سمجھ سے بالا  
ہیں) پر لکھتے ہیں، امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے

خصوصا المسئلة بما عدا  
اس بات کو رسول اللہ ﷺ کے  
رسول اللہ ﷺ وهو الالیق  
علاوہ سے مخصوص رکھا ہے اور یہی  
والاصوب کیف لا والخطاب  
مناسب و درست ہے اور یہ کیسے نہ  
بما لا یفہمہ المخاطب لا یلیق  
ہو کہ غیر مفہوم خطاب، باری تعالیٰ  
بجنابہ تعالیٰ  
کے شایان شان نہیں۔

(فواتح الرحموت، ۲: ۲۲)

آگے چل کر اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں، اگر کچھ قرآنی  
آیات کا علم نہ ہو سکے تو پھر خطاب لا یعنی ہو جائے گا جو متصور بھی نہیں ہو سکتا۔



ممکن ہے وہاں مخاطب صرف رسول  
اللہ ﷺ ہوں اور آپ اس سے  
آگاہ ہوں ہمارا نزاع و اختلاف  
آپ ﷺ کے علاوہ میں ہے۔

لعل المخاطب به رسول الله  
ﷺ و هو فاهم والنزاع انما  
هو فيمن سواه عليه وعلى آله  
واصحابه الصلوة والسلام  
(فواتح الرحموت، ۲: ۲۴)

۱۹۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹ھ) نے بھی ان دونوں آئمہ سے یہی نقل  
کیا ہے۔ (التقریر والتجیر، ۱: ۲۱۲)

### اعتراضات کا جواب

امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰ھ) نے متعدد اعتراضات نقل کر کے  
جواب بھی دیا ہے۔ ہم یہاں وہ تمام نقل کر دیتے ہیں۔  
سوال۔ اگر کوئی کہے یہ موقف ظاہر قرآن کے مخالف ہے، اگر وقف  
”الا للہ“ پر ہو جیسا کہ سلف کہتے ہیں تو

یقتضی ان لا یعلمہ الرسول  
کغیرہ من العباد  
اس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو  
بھی دوسروں کی طرح متشابہ کا علم نہیں۔

اور اگر وقف ”والراخون فی العلم“ پر ہو تو لازم آئے گا۔  
لا یكون الرسول مخصوصاً بعلمه  
ان تشابہات کا علم آپ ﷺ کے  
ساتھ مخصوص نہ رہے۔

جواب۔ اگر وقف ”الا للہ“ پر ہو تو آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوگا۔  
وما یعلم احد تاویلہ بدون تعلیم  
اللہ کی تعلیم کے بغیر اس کی تاویل

اللہ

کوئی نہیں جان سکتا

اس پر ایک اور آیت مبارکہ کو تائید میں لائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل لا یعلم من فی السموات  
والارض الغیب الا اللہ  
(سورۃ النمل، ۶۵)

اعلان کرو نہیں جانتا جو کچھ آسمانوں  
اور زمین میں غیب ہے مگر اللہ

اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

لا یعلم بدون تعلیم اللہ الا اللہ  
غیب اللہ کی تعلیم کے بغیر اللہ کے  
سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو یہاں الا بمعنی غیر ہے جب صورت حال یہ ہے۔

جاز ان یکون الرسول مخصوصا  
بالتعلیم بدون اذن بالبیان لغيره  
فیبقی غیر معلوم فی حق غیره  
جائز ہے رسول اللہ ﷺ تعلیم کے  
ساتھ مخصوص ہوں اور دوسروں کے  
لیے بیان کی اجازت نہ ہو تو ان  
کے حق میں یہ غیر معلوم ہیں۔

دوسرا اعتراض۔ اس پر دوسرا اعتراض اٹھایا کہ یہاں حصر ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ  
ہی جانتا ہے۔

اذا صار الرسول ﷺ عالما  
بالمتشابہات النازلة قبل نزول  
ہذہ الایۃ بالتعلیم لایستقیم  
الحصر  
جب تعلیم الہی سے ان متشابہات کا  
علم اس آیت کے نزول سے پہلے  
آپ ﷺ کو حاصل ہے تو حصر  
کیسے درست ہوگا؟

پھر مناسب یہ تھا کہ لفظ اللہ کے ساتھ رسول کا بھی اضافہ ہو "وما یعلم تاویلہ

الا الله ورسوله

جواب۔ اس کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

يجوز ان يكون التعليم حاصلًا

بعد نزول هذه الآية فلا يكون

الرسول عالماً بالمتشابه قبل

نزولها

یہ جائز ہے اس آیت کے نزول کے

بعد تعلیم حاصل ہوئی ہو تو اس سے

پہلے رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہ

رکھتے ہوں۔ لہذا آیت میں حصر

درست و قائم رہا۔

دوسرا جواب۔ آیت غیب کی طرح ہی اس آیت میں تاویل ہوگی جس طرح

وہاں غیر کے لیے تعلیم غیب پر حصر باقی رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی غیر کو تعلیم

سے حصر باقی ہی رہے گا۔

آیت مبارکہ نشانہ ہی کر رہی ہے کہ

اللہ تعالیٰ ان کا علم رکھتا ہے اور جسے

وہ آگاہ فرما دے کیا آیت غیب

میں علم غیب کا حصر باری تعالیٰ کے

ساتھ نہیں؟ تو اپنی تعلیم کے ذریعے

اس کا کسی دوسرے کو اس پر آگاہ

فرمانا ممنوع نہیں، جیسا کہ ایک جگہ

فرمان الہی ہے عالم الغیب الایة

تو یہاں بھی معاملہ اسی طرح ہے۔

ان الآية دلت علی حصر العلم

علی اللہ عزوجل وعلی من

علمہ اللہ بالتاویل الذی ذکر

الاتری ان تلک الایة توجب

حصر علم الغیب علی اللہ

تعالی ثم لا یمتنع ان یعلمہ

غیر اللہ بتعلیمہ کما قال تعالی

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ

احدًا الا من ارتضی من رسول

(کشف الاسرار، ۳: ۹۱، ۳۹۰)

یہ تمام گفتگو امام ابن امیر الحاج (المتوفی، ۸۷۹ھ) نے بھی انہی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

(التقریر شرح التحریر: ۲۱۴)

## اس کی تائید

درج ذیل اہل علم کی گفتگو بھی اس کی تائید کر رہی ہے۔

۱۔ محکم اور متشابہ کی بحث میں۔ وما يعلم تاویلہ الا اللہ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا عبدالعلی محمد نظام الدین انصاری لکھتے ہیں۔ اصحاب کرامات اولیاء کرام سے متشابہات کے معانی منقول ہیں اور انہیں ریاضات اور مجاہدات کے دوران ایسے معانی بغیر قصد و کسب حاصل ہوتے ہیں جو نہ سنے اور نہ دیکھے۔

فالحق ما ذکرنا فی تاویل الایة  
والسلف انما راموا بعدم  
مفہومیۃ المتشابہات عدم  
المفہومیۃ بالكسب والنظر  
(فواتح الرحموت، ۲: ۲۴)

تو تاویل آیت میں حق یہی ہے  
اسلاف نے جو کہا متشابہات کے  
مفہوم سے آگاہی نہیں ہو سکتی تو ان  
کی مراد کسب و نظر سے حاصل  
ہونے والا مفہوم ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

واعلم ان دلائل الفریقین  
منطبقہ علی العلم بالكسب  
وعدمہ کما فی المحکمات

فریقین کے دلائل علم کسب پر منطبق  
ہوتے ہیں، جیسے کہ محکمات تو اس  
میں کوئی بعد نہیں اور یہ علم کشفی سے

انکار نہیں، کیونکہ یہ تو بندے کو بغیر  
اختیار و کسب کے حاصل ہو جاتا  
ہے۔

فلا یبعد ان یکون فیہ لافی  
العلم الکشفی الذی ینال من  
غیر اختیار من العبد فافہم

(ایضاً، ۲، ۲۴)

۲۔ اسی طرح مولانا محمد عبدالحلیم لکھنوی نے نہایت واضح طور پر لکھا ہے  
”الا اللہ“ پر ہی وقف ضروری ہے، اب اعتراض وارد ہوگا

یلزم علی هذا ان لایکون  
الرسول علیہ السلام عالماً  
بالمتشابہ  
اس سے لازم آتا ہے کہ رسول  
اللہ ﷺ متشابہات کے عالم نہ  
ہوں۔

حالانکہ آپ ﷺ ان کے عالم ہیں۔ اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔  
ان المعنی (وما یعلم تاویلہ)  
بدون الوحی الا اللہ فالنبی ﷺ  
کان عالماً بتاویلہ بالوحدی  
لا غیرہ  
وما یعلم تاویلہ کا مفہوم یہ ہے کہ  
وحی کے بغیر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تو  
نبی ﷺ وحی کے ذریعے جانتے ہیں۔  
ہاں! ان کے علاوہ اسے نہیں جانتے۔

۳۔ اس کے بعد مولانا بحر العلوم کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔  
ثم اعلم ان الکلام فی العلم  
الکسبی واما العلم الکشفی الغیر  
الاختیاری فلو حصل بعض  
الاولیاء الکرام فلا امتناع فیہ  
کوئی ممانعت نہیں۔

(قمر الاقمار، ۱: ۱۸۵، ۱۸۶)

۴۔ امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی (المتوفی، ۱۷۷۷ھ) کے الفاظ میں متشابہ کی تعریف یہ ہے۔

ما استأثر الله بعلمه وقد يطلع عليه بعض اصفیائه  
 جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
 مخصوص ہو اور وہ اپنے بعض اولیاء کو  
 (جمع الجوامع مع البنانی، ۱: ۲۶۸) اس پر مطلع فرمادے۔

۵۔ اس پر شارح کمال الدین ابن ابی شریف نے کہا، یہاں پر اعتراض اٹھایا گیا کہ اس عبارت میں تضاد ہے، ابتدائی الفاظ بتاتے ہیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور بعد کے الفاظ اس کی نفی کر رہے ہیں۔ اس کا جواب یوں واضح کرتے ہیں۔

المراد بالاستثثار انه لم يجعل للعباد الى كسبه طريقاً من الطرق المعهودة في الكسب وهذا لاينا في الاطلاع على غير الوجه المعتاد لانه ليس من الطرق المعهودة ثم رأيت شيخ الاسلام اجاب بنحو ذلك  
 مخصوص ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس کے حصول کے لیے بندوں کے لیے معروف کسی طریقہ نہیں بنایا اور یہ چیز غیر معتاد طریقہ سے حصول کے منافی نہیں، کیونکہ یہ طرق معروفہ سے نہیں، پھر ہم نے دیکھا شیخ الاسلام نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ (ایضاً)

۶۔ جمع الجوامع کے دوسرے شارح شیخ احمد بن قاسم عباد (المتوفی، ۹۹۴ھ)

نے بھی بعینہ یہی گفتگو نقل کر دی ہے۔ (الآیات الہینات، ۲: ۷۹)

۷۔ محشی المنار شیخ یحییٰ الرہاوی نے ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اسے بذاتہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ نہیں کہ کوئی اسے جان ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ کے الہام کے ذریعے اسے جانا جاسکتا ہے۔

معناه انه لا يعلمه احد الا الله  
بنفسه لا انه لا يعلمه احد اصلاً  
لجواز ان يعلمه بالهام الحق  
(حاشیہ المنار، ۳۶۸)

۸۔ امام شہاب الدین احمد خفاجی (۱۰۶۹ھ) مذہب شافعی کو تقویت دیتے ہوئے متشابہ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو علم غیب مخصوص ہے وہ علم تفصیلی و زمانی ہے، اس میں بالکل کسی کا واسطہ نہیں تو بعض انبیاء اور اولیاء کو ان کا علم ہو جانا اس کے منافی نہیں، کیونکہ اس میں واسطہ اور الہام الہی کا ذریعہ موجود ہے۔

والذی اختص الله تعالى به من علم الغیب هو علمه تفصيلاً وزماناً من غير واسطة اصلاً فلا ینافیہ علم بعض الاولیاء والانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام له بواسطه ذالک او الہام من الله  
(عنایة القاضی علی تفسیر البیضاوی، ۱: ۲۸۶)

کیا اس میں اختلاف نہیں؟

سوال۔ آپ دھڑا دھڑا حوالہ جات دیئے جا رہے ہیں کیا اس میں اہل علم کا اختلاف نہیں؟ اگر ہے تو اسے بھی نقل کر دیں۔

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ بندہ نے جن کتب کا حوالہ دیا ہے ان

میں کسی جگہ اس سے اختلاف بیان نہیں ہوا، سب نے اسے احناف کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے۔ اگر ان میں کسی کے مطالعہ میں آئے تو فقیر کو ضرور مطلع کیا جائے۔

ہاں! ایک جگہ امام ابن امیر الحاج نے شرح التحریر میں کشف الاسرار کے حوالہ سے امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ پر اعتراض اور اس کا جواب تحریر کیا اور لکھا۔

ولا يعرى عن بحث لمن تحقق  
محقق کی بحث سے یہ معاملہ خالی  
(التقرير والتحبير: ۱، ۲۱۵) نہیں۔

ان کے علاوہ مذکورہ کتب میں اشارۃً بھی اختلاف کا ذکر نہیں کیا، نہایت ہی واضح انداز میں لکھا کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے سرور عالم ﷺ کو عطا فرمایا ہے اور اس پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب بھی دیا جیسا کہ پیچھے تفصیلاً گذرا۔

مگر حق یہی ہے

کچھ کتب میں اختلاف کا تذکرہ ہے مگر انہوں نے بھی تصریح کر دی ہے کہ سرور عالم ﷺ کا انہیں جاننا ہی حق ہے۔

۱۔ علامہ محمد بن ولی از میری (المتوفی ۱۱۰۲ھ) ملا خسرو کی عبارت ”واما النبی علیہ السلام فر بما یعلمہ“ کے تحت لکھتے ہیں۔

اختلفوا فی ان النبی علیہ السلام هل علم المتشابہات  
اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے



ہیں یا نہیں؟ بعض نے کہا نہیں،  
بعض نے کہا، رکھتے ہیں؟ لیکن اللہ  
تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسے مخفی  
رکھنے اور عدم اظہار کا حکم دے رکھا  
ہے اور اسی کو حق قرار دیا گیا ہے۔

ممکن ہے مذکورہ حاشیہ نایاب ہونے کی وجہ سے کسی کی نظر میں نہ ہو۔

ہم وفاق المدارس کے نصاب میں شامل کتاب کا ذکر کر دیتے ہیں۔

۲۔ شیخ محمد عبدالرحمن المحلاوی حنفی بحث الممتشابہ میں لکھتے ہیں کیا حضور ﷺ

متشابہات کا علم رکھتے ہیں، اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا نہیں، اور بعض کے  
نزدیک رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ  
نے آپ ﷺ کو اسے مخفی اور اس  
کے عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے  
اور حق قول بھی یہی ہے۔

اولا قيل لا وقيل علم ولكن  
الله تعالى امره بكتمه و عدم  
اظهاره قيل وهو الحق  
(حاشیہ از میری علی مرآة  
الاصول، ۱، ۲۱۲)

قيل لا وقيل علم ولكن الله تعالى  
امرہ بكتمه وعدم اظهاره وهو  
الحق (تسهيل الوصول، ۹۱  
مطبوعه ادارة الصديق ملتان،  
المقرر تدريسہ في وفاق المدارس  
الاسلامیہ سلسلہ نمبر ۲)

اگر نصابی کتاب کا حوالہ بھی ہمارے سامنے نہیں آتا تو پھر ایسے مطالعہ  
والے آدمی کو کم از کم عقائد پر نہیں لکھنا چاہیے، کیونکہ جو بھی اس تحریر سے گمراہ  
ہوگا اس کا بوجھ اور گناہ کس پر ہوگا؟



فصل ۴

## اصحابِ اصولِ تفسیر کی تصریحات

☆ حضور ﷺ کا جاننا امت کا متفقہ موقف

☆ تھوڑا سا گلہ

☆ کیا یہ دیانت داری ہے؟



## اصحاب اصول تفسیر

یہاں تک ہم نے اصحاب اصول فقہ خصوصاً احناف اصولیین کی رائے عمداً پیش کی، کیونکہ ان کے ہاں آیت مذکورہ میں وقف ”الا اللہ“ پر ہے۔ اس سے کسی کو مغالطہ ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے یہ لوگ حضور ﷺ کے لیے متشابہات کا علم نہ مانتے ہوں لیکن انہوں نے اس وہم کے ازالہ کے لیے ہر مقام پر تصریح کر دی کہ امت متشابہات سے اگرچہ آگاہ نہیں مگر حبیب خدا ﷺ ان سے آگاہ ہیں۔ دیگر اصولیین کے حوالہ جات ہم نے اس لیے ذکر نہیں کیے کیونکہ وہ تو دیگر اہل علم کے لیے بھی متشابہات کا علم مانتے ہیں، اب ہم اصحاب اصول تفسیر کے کچھ حوالہ جات ذکر کر رہے ہیں جن سے ہمارا موقف خوب نکھر کر سامنے آ جائے گا۔

۱۔ امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (المتوفی، ۲۷۶ھ) اس مسئلہ پر نہایت ہی واضح انداز میں رقمطراز ہیں ”ہم ان میں سے نہیں جو کہتے ہیں کہ متشابہ کا علم، را سخین فی العلم کو نہیں ہے، کیونکہ یہ قول غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن اس لیے نازل کیا۔

لینفع بہ عبادہ ویدل بہ علی	تا کہ بندوں کو اس سے نفع ہو اور
معنی ارادہ فلوکان المتشابہ	اپنے منشا سے انہیں آگاہی دے، اگر
لا یعلمہ غیرہ یلزمنا لطاعن	متشابہ کوئی جان ہی نہیں سکتا تو ہم پر
مقال وتعلق علینا بعلہ	ملحدین طعن کرتے ہوئے اعتراض
	کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کیا کسی آدمی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کو نہیں جانتے؟ تو جب ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا جاننا جائز ہے تو پھر دیگر ربانیین کا جاننا بھی جائز ہوگا۔

وهل يجوز لاحد ان يقول ان رسول الله ﷺ لم يكن يعرف المتشابه؟ واذا جاز ان يعرفه مع قول الله تعالى وما يعلم تاويله الا الله جاز ان يعرفه الربانيون من صحابته

اس پر آگے چل کر یہ دلیل بھی دیتے ہیں۔

ہم نے مفسرین کو نہیں دیکھا کہ قرآن کے کسی حصے کی تفسیر سے یہ کہتے ہوئے توقف کریں کہ یہ متشابہ ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے بلکہ انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ کہ سورتوں کی ابتدا میں آنے والے حروف مقطعات کی بھی تفسیر کی ہے۔

فانا لم نرا المفسرين توقفوا عن شئ من القرآن فقالوا هذا متشابہ لا يعلمه الا الله بل امره كله على التفسير حتى فسروا الحروف المقطعة في اوائل السور

(تاویل مشکل القرآن، ۹۸ تا ۱۰۰)

۲۔ امام بدرالدین زرکشی (المتوفی، ۹۳۷ھ) رقمطراز ہیں۔

کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے۔

لايسوغ لاحد ان يقول ان رسول الله ﷺ لم يعلم المتشابه

(البرهان في علوم القرآن، ۲: ۸۴)

۳۔ متشابہات کو اہل علم جانتے ہیں یا نہیں، اس پر دلائل ذکر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں اس سے یہ اختلاف بھی سامنے آیا۔

هل في القرآن شئى لاتعلم  
الامة تاويله؟ (ايضاً، ۸۵)

کیا قرآن میں ایسی شے ہے جس  
کے معنی سے امت آگاہ نہ ہو؟

ان کی یہ عبارت نہایت ہی قابل توجہ ہے کیونکہ اس میں سوال یہ ہے  
کہ کیا ایسا ہے کہ قرآن کے کچھ حصہ سے امت آگاہ نہیں جس سے واضح ہو رہا  
ہے کہ آگاہ نہ ہونے کا معاملہ امت کا ہو سکتا ہے رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہو سکتا،  
یہی بات بڑی تفصیل کے ساتھ علماء احناف کے حوالہ سے گزری ہے۔

۴۔ آگے متشابہ کی تقسیم کرتے ہوئے کہا، ایک یہ ہے کہ اس کا معنی مشتبه ہو  
جائے مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے

ان البقر تشابه علينا  
بلا شبه گائے ہم پر مشتبه ہو گئی ہے  
(سورة البقرہ ۷۰)

دوسرے یہ کہ وہ ایک دوسرے کے موافق ہو، مثلاً ارشاد مبارک ہے  
کتابا متشابها مثنی کتاب ایسی میں متشابہ اور بار بار پڑھی  
(سورة الزمر ۲۳) جانے والی

اس کے بعد رقمطراز ہیں، اگر قرآن میں متشابہ سے اول مفہوم مراد ہے۔

فالظاهر انه لا يمكنهم الوصول  
الى مراده وان جاز ان يطلعهم  
عليه بنوع من لطفه لانه اللطيف  
الخبير وان كان المراد الثانى  
جاز ان يعلموا مراده  
(ايضاً، ۸۵)

تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد تک پہنچنا  
ناممکن ہے اگرچہ یہ جائز ہے کہ اس  
کے کرم خاص سے اس سے آگاہی  
حاصل ہو، کیونکہ وہ لطیف خبیر ہے اور  
اگر مراد دوسرا معنی ہے تو اس کی مراد  
سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔

## حضور ﷺ کا جاننا، امت کا متفقہ موقف

پیچھے بھی یہ بات گزری، اوپر بھی امام ابن قتیبہ (المتوفی، ۲۷۰ھ) اور امام زرکشی (۷۹۴ھ) نے اپنے موقف پر نہایت ہی اہم دلیل یہی بیان کی کہ جب ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ پر وقف کیا جائے تو چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان سے آگاہ نہ ہوں، حالانکہ وہ تمہارے (احناف وغیرہ) ہاں بھی ان سے آگاہ ہیں یعنی اگر وقف پر زور ہے تو رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کا انکار کرو، حالانکہ اس کا تم انکار نہیں بلکہ اعلانیہ کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ ان سے آگاہ ہیں جیسا کہ ہم پیچھے کثیر حوالہ جات درج کر رہے ہیں۔

کیا، اس گفتگو سے یہ آشکار و واضح نہیں ہو رہا کہ رسول اللہ ﷺ تمام (دونوں فریق) کے ہاں تشابہات کا علم رکھتے ہیں، خواہ وقف اسم جلالیت پر ہو یا راسخون فی العلم پر۔ زیادہ سے زیادہ معاملہ اسم جلالیت پر وقف کی صورت میں ہی پریشانی لاحق کرتا ہے، تو اس کا ازالہ ان لوگوں نے ہر جگہ کر دیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ائمہ تفسیر نے کر دیا ہے، اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ تمام امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۵۔ امام جلال الدین سیوطی (المتوفی، ۹۱۱ھ) امام ابن نقیب کے حوالہ سے

علوم قرآن کی تقسیم یوں کرتے ہیں کہ اس کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ ایسے علوم جن پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا بلکہ ان اسرار کو اپنے لیے مخصوص فرمایا ہے۔



من معرفة كنه ذاته وغيوبه التي  
لا يعلمها الا هو وهذا لا يجوز  
لاحد الكلام فيه بوجه من  
الوجوه اجماعاً

وہ ذات اقدس کی کنہ کی معرفت اور  
وہ غیوب جنہیں وہی جانتا ہے  
بالاتفاق اس میں کسی کے لیے گفتگو  
جائز نہیں۔

۲۔ ایسے علوم جو اسرار قرآن ہیں ان پر حضور ﷺ کو اس نے آگاہ فرمایا۔

واختصه به وهذا لا يجوز الكلام  
فيه الا له ﷺ اول من اذن له

اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی  
مخصوص ہیں ان میں سوائے  
آپ ﷺ کے دوسرا کوئی کلام نہیں  
کر سکتا، یا آپ نے جسے اجازت  
دی۔

اس کے بعد امام ابن نقیب فرماتے ہیں۔

واوائل السور من هذا القسم  
وقيل من القسم الاول  
(الاتقان، ۲، ۴۵۳)

سورتوں کے اوائل (حروف مقطعات)  
اس دوسری قسم میں شامل ہیں اور  
بعض نے انہیں قسم اول میں شامل  
کیا ہے۔

ان الفاظ میں واضح طور پر انہوں نے حروف مقطعات کا علم سرور عالم  
ﷺ کے ان علوم سے مانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ﷺ کو عطا فرمائے  
ہیں، انہیں آپ ﷺ ہی بیان کر سکتے ہیں یا جنہیں آپ ﷺ نے اجازت  
مرحمت فرمائی۔

## تھوڑا سا گلہ

اگر محسوس نہ ہو تو بندہ یہاں گلہ کرنا ضروری سمجھتا ہے مولانا سرفراز صفدر نے سیوطی کے حوالہ سے پہلی قسم نقل کر دی، لیکن دوسری قسم کو ترک کر دیا حالانکہ متشابہات سے متعلق تو دوسری قسم تھی جس میں اوائل سور (حروف مقطعات) کا تذکرہ تھا، ممکن ہے اس لیے چھوڑا ہو کہ اس میں امام ابن نقیب نے تصریح کر دی تھی کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے اسے نقل کر دیا۔

۶۔ آگے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد گرامی (تفسیر چار طرح کی ہے) کی تفصیل لکھتے ہوئے ایک قسم پر لکھا۔

واما ما لا يعلمه الا الله تعالى فهو  
مايجرى مجرى الغيوب فنحو  
الاي المتضمنة قيام الساعة  
وتفسير الروح والحروف المقطعة  
وكل متشابه في القرآن عنداهل  
الحق فلا مساغ للاجتهد في  
تفسيره ولا طريق الى ذلك الا  
بالتوقيف بنص من القرآن  
او الحديث او اجماع الامة على  
قرآنی علوم جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا  
ہے تو وہ امور غیبیہ کی طرح ہیں، مثلاً  
وہ آیات جس میں قیام قیامت،  
تفسیر روح اور حروف مقطعات، اہل  
حق کے نزدیک قرآن کے تمام  
متشابہات کی تفسیر میں اجتہاد کا دخل  
نہیں، اس کی تفسیر کے لیے نص  
قرآنی یا حدیث نبوی یا اجماع  
امت ضروری ہے۔

تاویلہ

## کیا یہ دیانتداری ہے؟

یہاں بھی محترم موصوف نے عبارت کے آخری الفاظ ”ولا طریق الی ذلک الخ“ تحریر نہیں کیے حالانکہ متصل عبارت ہے وجہ یہ ہے کہ یہ تمام عبارت ان کے موقف کے خلاف تھی، اگر انہوں نے عمداً ایسا کیا ہے تو کیا اسے دیانتداری قرار دیا جائے؟ ہمارا فرض بنتا ہے ہم من وعن چیز لوگوں کے سامنے رکھ دیں، اگر ہم قطع و برید سے کام لیں تو ہم اللہ و رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے؟ اس حوالہ سے بندہ کی گزارش یہ ہے کہ اگر کسی جگہ ہم نے ڈنڈی ماری ہے تو ہمیں ضرور آگاہ کریں، اس سلسلہ میں ہم نے موصوف محترم کو ایک خط بھی ارسال کیا تھا جس کے جواب کا انتظار ہے۔

اس ترک شدہ عبارت میں صاف تصریح ہے اگر متشابہات (جن میں حروف مقطعات بھی شامل ہیں) کی تفسیر رسول اللہ ﷺ فرمادیں تو ہم اسے تسلیم کریں گے، اگر رسول اللہ ﷺ جانتے ہی نہیں تو تفسیر کیسے کریں گے؟ اگر تفسیر فرماتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان سے آگاہ کر رکھا ہے۔

نوٹ

اگر آپ فرمائیں کہ یہ شوافع کی بات ہے جو پیش کی جا رہی ہے تو عرض یہ ہے کہ آپ نے اس کے ابتدائی حصہ کو کیوں پیش کیا؟ اس وقت بھی یہ شافعی ہی تھے، ہم نے اسے بطور تائید ذکر کیا کیونکہ پہلے علماء احناف کی بیسیوں تصریحات ہم ذکر کر چکے ہیں، جنہیں کوئی صاحب علم ٹھکرا نہیں سکتا۔

Faint, illegible handwritten text, possibly bleed-through from the reverse side of the page.

## مفسرین کرام کی آراء

- ☆ صدر اوّل سے یہی موقف ہے
- ☆ خلفائے راشدین کا موقف
- ☆ مومن شک بھی نہیں کر سکتا
- ☆ مقامِ مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ انکار نہیں کر سکتا
- ☆ اہم نوٹ



## مفسرین کرام کی آراء

اب تک ہم نے اصولیین (فقہ و تفسیر) کی آراء نقل کی ہیں اب ہم کچھ مفسرین کی آراء بھی اس موضوع پر نقل کئے دیتے ہیں، پچھلی بات ذہن میں تازہ کر لیں کہ احناف کے علاوہ تقریباً تمام اہل علم یہ مانتے ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ، رسوخ فی العلم رکھنے والوں کو بھی عطا کرتا ہے، لہذا ان کے نزدیک حضور ﷺ ان سے بطریق اولیٰ آگاہ ہوں گے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے آچکا۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی، ۱۲۲۵ھ) حروف مقطعات پر تفصیلی گفتگو کے دوران لکھتے ہیں۔

والحق عندی انها من المتشابہات وہی اسرار بین اللہ تعالیٰ و بین رسول اللہ ﷺ لم یقصد بها افہام العامة بل افہام الرسول ﷺ او من شاء افہامہ من کمل اتباعہ

ہمارے نزدیک حق یہی ہے کہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں، ان سے مقصود عوام کو آگاہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل اتباع کرنے والوں سے جس کو چاہے ان سے آگاہی عطا فرمادے۔

(المظہری، ۱۴۰۱)

صدر اول سے یہی موقف ہے

۲۔ امام سجاوندی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

المروى عن الصدر الاول فى  
الحروف التهجى انها سر بين  
الله وبين نبيه ﷺ

(ايضاً، ۱۴۰۱)

### ۳۔ خلفا راشدین کا موقف

اس قول کی تائید امام ناصر الدین قاضی بیضاوی (المتوفى، ۶۸۵ھ) کی  
اس گفتگو سے بھی ہو رہی ہے، ان حروف پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

منقول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
مخصوص ہے، چاروں خلفاء راشدین  
اور دیگر صحابہ سے بھی یہی منقول  
ہے، ممکن ہے ان کی مراد ہو کہ یہ  
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ  
کے درمیان راز و رموز ہیں جن سے  
کسی دوسرے کو سمجھانا مقصود نہیں  
کیونکہ غیر مفید کے ساتھ خطاب  
بعید ہوتا ہے۔

قيل انه استأثره الله بعلمه وقد  
روى عن الخلفاء الاربعة وغيرهم  
من الصحابة ما يقرب منه ولعلمهم  
ارادوا انها اسرار بين الله تعالى  
ورسوله ورموز لم يقصد بها  
افهام غيره اذ بعد الخطاب بما  
لا يفيد  
(انوار التنزيل، ۹۳۰۱)

امام شہاب الدین احمد خفاجی (المتوفى ۱۰۶۹ھ) نے اس عبارت کی  
تفصیل میں جو کچھ لکھا وہ قابل توجہ ہے، لکھتے ہیں۔ بیضاوی کے بعض نسخوں میں  
”استأثره الله بعلمه“ ہے (ہمارے نسخہ میں واقعاً یہی الفاظ ہیں جیسے کہ اوپر



عبارت شاہد ہے)

الضمير للرسول ﷺ ای  
اکرمہ اللہ بعلمہ دون غیرہ  
وهذا القول ارتضاه كثير من  
السلف والمحققين

(عناية القاضی، ۱، ۲۷۶)

آگے ”لعلہم ارادوا“ پر لکھتے ہیں:  
ضمير اراد والخلفاء اولهم و  
لذا هبنا اولين هذا القول

ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹی  
ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو  
ان کے علم سے نوازا ہے نہ کہ  
دوسروں کو اس قول کو، کثیر اسلاف اور  
محققین نے اختیار اور پسند کیا ہے۔

اس کی ضمیر خلفاء کی طرف فقط یا ان  
کی طرف اور اس قول کو اختیار کرنے  
والوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔

پھر لکھتے ہیں علامہ بیضاوی نے ان الفاظ میں حضرت امام شافعی کی

تائید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور راسخین، متشابہات کا  
علم رکھتے ہیں، عنقریب اس کی تحقیق  
سورۃ آل عمران میں آرہی ہے اور  
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص علم غیب  
سے مراد اس کا تفصیلی وزمانی اور بغیر  
کسی واسطہ کا علم ہے، تو بعض اولیاء  
و انبیاء علیہم السلام کا کسی واسطہ یا  
اللہ تعالیٰ کے الہام سے انہیں جاننا  
اس کے منافی نہیں۔

ان الله والراسخين يعلمونه  
كما سيأتي تحقيقه في آل  
عمران والذي اختص الله  
تعالى به من علم الغيب هو  
علمه تفصيلاً وزماناً غير  
واسطة اصلاً فلاننا فيه علم  
بعض الاولياء والانبياء عليهم  
الصلاة والسلام له بواسطة  
ذلك او الهام من الله

۴۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں مقطعات و متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے ”ما فهمہ النبی ﷺ ولا احد من اتباعہ“ حتیٰ کہ انہیں حضور ﷺ اور آپ کے قبعین میں سے کوئی نہیں جانتا اس کا جواب ورد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ بات نہایت بعید نا قابل قبول ہے کیونکہ خطاب سمجھانے کے لیے ہوتا ہے اگر اس سے کچھ سمجھ نہ آئے تو متشابہات کے ساتھ خطاب بے معانی الفاظ کے ساتھ خطاب یا ہندی زبان میں عربی کے ساتھ خطاب کی طرح ہو جائے گا اور نہ ہی تمام بیان و ہدایت رہے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی بھی خلاف ورزی لازم آئے گی جو ان الفاظ مبارکہ سے ہوئی ”ثم ان علينا بیانہ“ جس کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کا تمام قرآن خواہ محکم ہے یا متشابہ کا بیان لازم و ضروری ہے۔

وهذا بعيد جداً فان الخطاب للافهام فلولم يكن مفهوماً كان الخطاب بها كالخطاب بالمهمل او الخطاب بالهندي مع العربي ولم يكن القرآن باسره بيانا وهدى ويلزم ايضاً الخلف في الوعد بقوله تعالى ”ثم ان علينا بيانہ“ فانه يقتضى ان بيان القرآن محكمه ومتشابهه من الله تعالى للنبي ﷺ واجب ضرورى

(المظہری: ۱۴۱)

۵۔ حاشیہ میں متشابہ کی تقسیم کی اور لکھا حروف مقطعات ید، وجہ اور

استوا علی العرش کا بیان و تفصیل حضور ﷺ سے منقول نہیں اور یہ تشابہ بمعنی الاخص ہے۔ اس قسم کے پارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے، حتیٰ کہ حضور ﷺ بھی نہیں جانتے، اکثر علماء کی یہی رائے ہے۔ بعض نے کہا، حضور ﷺ انہیں جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے تابعین میں سے جسے چاہے ان کا علم عطا فرمادے۔

ہمارے نزدیک مختار یہی ہے اس پر  
دال و شاہد صحابہ کے اقوال متن  
کتاب میں موجود ہیں۔

وهو المختار عندی وما يدل  
على هذا من اقوال الصحابة  
مذكور في الكتاب

(المظهری، ۱، ۱۲)

۶۔ ایک اور مقام پر اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں۔

یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی  
ﷺ کو اپنے اسماء و صفات اور  
مقطعات کا علم عطا فرمائے جو  
دوسروں کو عطا نہیں فرمایا

فمن الجائز ان يعلم الله سبحانه  
رسوله من اسمائه و صفاته  
وبالمقطعات مالم يعلمه قبله  
غيره

اس کے بعد آگے جا کر لکھتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو  
ان حروف کے معانی اور صفات کا  
علم عطا فرمایا جیسا کہ حضرت آدم  
علیہ السلام کو تمام اسماء کے معانی  
سے آگاہ فرمایا

فالهم الله سبحانه نبیه ﷺ  
معنی تلک الحروف و صفاتها  
كما الهم آدم علیه السلام  
معانی سائر الاسماء

(حاشیة المظهری، ۱، ۱۵)

۷۔ 'وما يعلم تاويله الا الله' کے تحت لکھتے ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ذاتی طور پر تشابہات کو کوئی نہیں جان سکتا، البتہ اگر اللہ تعالیٰ آگاہ فرما دے تو دوسرا جان سکتا ہے تو یہاں حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اور اسے اضافی قرار دینا ضروری ہے، ورنہ لازم آئے گا بعض قرآن کا حضور ﷺ کے لیے بیان نہ ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے "ثم ان علينا بيانہ" کے ساتھ بیان قرآن کا آپ ﷺ سے وعدہ کر رکھا ہے اس کی کچھ تفصیل ہم نے بھی ابتداء مقالہ میں دی ہے۔ آئیے قاضی صاحب کے الفاظ پڑھیے۔

ای لا يجوز ان يعلمه غيره  
تعالى الا بتوقيف منه ولا يكفى  
لمعرفته العلم بلغة العرب  
فالحصر اضافى نظيره قوله  
تعالى "لا يعلم من فى السموات  
والارض الغيب الا الله" يعنى  
لا يعلم الغيب غيره تعالى الا  
بتوقيف منه. فهذه الاية لاتدل  
على ان النبى ﷺ وبعض  
الكمل من اتباعه لم يكن  
عالمين بمعانى المتشابهات  
كيف، وقد قال الله تعالى "ثم

تشابہات کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر  
دوسرا کوئی نہیں جان سکتا اور ان کی  
معرفت کے لیے لغت عرب کا علم  
کافی نہیں تو یہاں حصر اضافی ہے،  
اس کی نظیر یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے  
"لا يعلم من فى السموات  
والارض الغيب الا الله" یعنی  
غیب اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی  
دوسرا نہیں جانتا، تو یہ آیت مبارکہ  
اس پر دال نہیں کہ حضور ﷺ اور  
بعض کالمین امت، تشابہات کے  
معنی سے آگاہ نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا

ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے ”ثم ان علينا بيانہ“ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کے لیے تمام قرآن محکم و متشابہات کا بیان لازم و ضروری ہے اور یہ جائز نہیں کہ اس سے کوئی شے بیان نہ کی گئی ہو ورنہ خطاب، فائدہ سے خالی ہو جائے گا اور وعدہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ حق وہی ہے جس کی تحقیق ہم نے سورۃ البقرہ کی ابتدا میں کر دی کہ متشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ ان سے عوام کو سمجھانا مقصود نہیں بلکہ اپنے رسول ﷺ اور منتخب بعض کامل اتباع کرنے والوں کو اس سے سمجھانا ہے بلکہ یہ ایسے راز ہیں جن کا بیان عوام کے لیے ناممکن ہے۔ ان کا ادراک خواص کے لیے بذریعہ علم لدنی ہوتا ہے۔ جو معیت ذاتیہ یا صفاتیہ سے مستفاد ہے اور ان کی کیفیت سے آگاہی نہیں ہو سکتی۔

ان علينا بيانہ“ فانه يقتضى ان بيان القرآن محكمة ومتشابهه من الله تعالى للنبي ﷺ واجب ضرورى لايجوز ان يكون شئى منها غير مبين له عليه السلام والايخلو الخطاب عن الفائدة ويلزم الخلف فى الوعد والحق ماحققناه فى اوائل سورة البقره ان المتشابہات هى اسرار بين الله تعالى و بين رسوله ﷺ لم يقصد بها افهام العامة بل افهام الرسول ومن شاء افهامه من كمل اتباعه بل هى مما لا يمكن بيانها للعامة وانها يدركها اخص الخواص بعلم لدنى مستفاد بنوع من المعية الذاتية او الصفاتية الغير المتكيفة

(المظہری: ۱۱۲)

یاد رہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی مسلم طور پر حنفی عالم ہیں۔

مومن شک بھی نہیں کر سکتا

۸۔ علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی، ۱۲۷۰ھ) اوائل سور (حروف مقطعات) پر بڑی تفصیلی گفتگو میں فرماتے ہیں: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ہر کتاب میں اسرار ہوتے ہیں اور قرآنی اسرار اوائل سور ہیں، امام شعبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار کی طلب مت کرو۔

بین المحبین سرلیس یفشیہ قول ولا قلم للخلق یحکیہ  
(اہل محبت کے درمیان کچھ مخفی ایسے راز ہوتے ہیں جنہیں مخلوق کے لیے کوئی تحریر و تقریر واضح نہیں کر سکتی)

فلا یعرف بعد رسول اللہ ﷺ  
الا الاولیاء الورثة فہم یعرفونہ  
من تلک الحضرة وقد تنطق  
لہم الحروف مما فیہا کما  
کانت تنطق لمن سبح بکفہ  
الحصی و کلمہ الضب والظبی  
(روح المعانی، ۱۳۶، ۱)

رسول اللہ ﷺ کے بعد انہیں آپ کے وارث اولیاء ہی جان سکتے ہیں اور انہیں اس بارگاہ سے ہی یہ فیض نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ یہ حروف ہمکلام ہو کر اپنے معانی سے آگاہ کرتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ سے گوہ ہرن اور ہتھیلی کے پتھروں نے گفتگو کی۔

انہوں نے پیچھے ایک اعتراض نقل کیا تھا کہ اگر متشابہات کو ہم نہیں جانتے تو پھر یہ خطاب مہمل ہو جائے گا، جو باطل ہے اس کا جواب دیتے ہوئے

رقمطراز ہیں۔ یہ اعتراض اٹھانے والا خواہ کس قدر فاضل ہو خود اس کا اعتراض مہمل ہے۔

اس لیے کہ اگر اس کی مراد خطاب سے تمام لوگوں کا افہام مراد ہے تو یہ ہم نہیں مانتے۔ کہ وہ علمیت میں موجود ہے اور اگر اس کی مراد افہام مخاطب ہے (اور وہ یہاں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے) تو کوئی مومن آپ ﷺ کے اس خطاب کے سمجھنے میں شک کر ہی نہیں سکتا اور اگر فی الجملہ لوگوں کا افہام ہے تو آؤ ہم دکھاتے ہیں ارباب ذوق ان کا علم رکھتے ہیں اور وہ حضور ﷺ کی امت میں کثیر لوگ ہیں والحمد للہ۔ ہاں! ہم جیسے لوگوں کا نہ جاننا کوئی مضر نہیں۔

لانه ان اراد افہام جميع الناس فلا نسلم انه موجود في العلمية وان اراد افہام المخاطب بها وهو هنا الرسول ﷺ فهو مما لا يشك فيه مؤمن وان اراد جملة من الناس فياحيها اذ ارباب الذوق يعرفونها وهم كثيرون في المحمدين والحمد لله ..... وجهل امثالنا بالمراد منها لا يضر

(ايضاً)

## ۹۔ مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ انکار نہیں کر سکتا

سابقہ عبارت میں علامہ آلوسی نے تصریح کی کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اس بارے میں کوئی مومن شک ہی نہیں کر سکتا۔ دوسرے مقام پر اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جو شخص مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ ہے وہ کبھی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔ علماء احناف کی طرف سے آٹھویں

سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے مخاطب ہو اور ابتلاء کے لیے انہیں اس کی معرفت حاصل نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد عبادات ہم پر لازم فرمائی ہیں اور ہم ان کے راز سے آگاہ نہیں، اس پر اعتراض اٹھایا اگر مراد یہ ہے کہ خلق اسے اپنے کسب و فکر سے نہیں جان سکتی تو یہ درست ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ مخلوق اسے مطلقاً نہیں جان سکتی نہ اجمالاً نہ تفصیلاً اور نہ نبی و ولی وحی و الہام کے ذریعہ سے جان سکتے ہیں۔

فوجود مثل هذا المخاطب به  
فی القرآن فی حیز المنع  
تو قرآن مجید میں اسے کلام کا وجود  
ہم تسلیم نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ تشابہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے:  
لا یمنع تعلیمہ للنبی ﷺ بواسطۃ  
الوحی مثلاً ولا القاء فی روع  
الولی کامل مفصلاً لکن  
لا یصل الی درجۃ الاحاطۃ کعلم  
اللہ تعالیٰ وان لم یکن مفصلاً  
فلا اقل من ان یکون مجملاً  
اس کے بعد رقمطراز ہیں۔

ان کا انکار وہ آدمی ہرگز نہیں کر سکتا  
جو حضور ﷺ کے مقام اور اولیاء  
کا ملین کے رتبہ کو جانتا ہے ہاں اتنا  
کہا جائے گا کہ وہ ان کا احاطہ اور  
انہیں اپنے نظر و فکر سے حاصل نہیں  
کر سکتے۔  
ومنع هذا وذاک مما لا یکاد  
یقول به من یعرف رتبه  
النبی ﷺ ورتبه او لیاء امته  
الکاملین وانما المنع الاحاطۃ  
ومن معرفۃ علی سبیل النظر  
والفکر (روح المعانی: ۱۱۶۳)



## اہم نوٹ

یہاں یہ پہلو نہایت ہی اہم ہے کہ تمام عبارات میں صرف رسول اللہ ﷺ کے علم کی تصریح ہی نہیں، بلکہ اولیاء کاملین کے بارے میں بھی تصریح ہے کہ وہ بھی اگرچہ کسب سے نہیں ہاں وہب سے ان کا علم رکھتے ہیں تو کیا اس کے بعد یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں نہیں جانتے؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسی نے تصریح کر دی کہ اس معاملے میں آپ ﷺ کے بارے میں کوئی مومن شک نہیں کر سکتا بلکہ جو مقام نبی ﷺ سے آگاہ ہے وہ ہرگز ایسی بات زبان پر نہیں لاسکتا۔

۱۰۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے آلم کے تحت لکھا۔

ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصل معنی تک اوروں کی رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہیں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمائے۔ (تفسیر عثمانی: ۳)

۱۱۔ حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں متعدد جگہ اس بات کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے متشابہات کے معنی سے آگاہ فرمایا ہے، کیا اس کے بعد وہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سے آگاہ نہیں؟ اور پھر ان سے بڑھ کر حنفی کون ہو سکتا ہے؟



## شیخ ابن تیمیہ کے خیالات

- ☆ آج تک یہ کسی نے نہیں کہا
- ☆ اہل علم کی تکذیب
- ☆ ایسا کہنے والے علمی مساکین ہیں
- ☆ ملحدین کو طعن کا موقع ملے گا
- ☆ یہ قول یقیناً غلط ہے
- ☆ اثبات، نفی سے افضل ہے
- ☆ ان کی طرف رجوع کا کیا معنی
- ☆ ایک دلیل کا جواب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

پہلی کتاب

شیخ ابن تیمیہ نے بھی متعدد مقامات پر متشابہ کے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ متشابہات کے معانی سے رسول اللہ ﷺ کاملاً آگاہ ہیں البتہ ان کی حقیقت و کیفیت سے کاملاً آگاہ نہیں، مثلاً کہ رب کا احاطہ ممکن نہیں، حالانکہ اس کے اسماء و صفات سے آگاہی حاصل ہے بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم محکمت کی حقیقت سے بھی آگاہ نہیں ہو سکتے، ہاں ان کی تفسیر سے آگاہ ہیں اس پر گفتگو کرتے ہوئے ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

تمام لوگ اس پر متفق ہیں کہ اہل علم محکم کی تفسیر سے آگاہ ہو سکتے ہیں، مگر یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات محکمت میں اپنی ذات مقدس کے بارے میں جو بیان فرمایا ہے اس کی کیفیت سے آگاہ نہیں، یہ بات نشاندہی کر رہی ہے کہ کیفیت کے عدم علم سے تاویل (جو کلام کی تفسیر اور بیان ہوتا ہے) کے علم کی نفی نہیں ہو سکتی تو اہل علم محکم و متشابہ کی تفسیر سے آگاہ ہو سکتے ہیں، مگر رب تعالیٰ کی کیفیت سے آگاہ نہیں ہو سکتے، نہ محکم میں اور نہ متشابہ میں۔

ان الناس متفقون علی انہم  
 يعرفون تاویل المحکم و معلوم  
 انہم لا يعرفون کیفیۃ ما اخبر  
 اللہ بہ عن نفسه فی الایات  
 المحکمت فدل ذلک علی  
 ان علوم العلم بالکیفیۃ لاینفی  
 العلم بالتاویل الذی ہو تفسیر  
 الکلام و بیان معناه بل یعلمون  
 تاویل المحکم والمتشابہ ولا  
 يعرفون کیفیۃ الرب لافی هذا  
 ولا فی هذا

محکمت کی مثال دے کر اسی معاملہ کو آشکار کرتے ہوئے یوں لکھا۔

كما انهم علموا انه بكل شئى  
 علیم وانہ علی کل شئى قدیر  
 لم یلزم ان یعرفوا کیفیة علمه  
 و قدرته واذا عرفوا انه حق  
 موجود لم یلزم ان یعرفوا  
 کیفیة ذاته

(مجموعۃ الفتاوی، ۹، ۲۲۹)

جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ  
 ہر شے کا جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ  
 ہر شے پر قادر ہے، لیکن اس کے  
 مقدس علم و قدرت کی کیفیت کا جاننا  
 لازم نہیں۔ اسی طرح اہل علم جانتے  
 ہیں کہ اس کی ذات پاک حق اور  
 موجود ہے مگر کیفیت ذات کا علم  
 لازم نہیں

ان کی اس رائے کو سامنے رکھتے ہوئے آئندہ اقتباسات کا مطالعہ کریں۔

۱۔ آج تک یہ کسی نے نہیں کہا

انہوں نے کئی مقامات پر لکھا کہ اسلاف میں سے کسی نے آج تک یہ  
 نہیں کہا کچھ آیات قرآنی کے معانی سے رسول اللہ ﷺ آگاہ نہیں۔

ولاقال قط احد من سلف الامة  
 ولا من الائمة المتبوعین ان فی  
 القرآن آیات لا یعلم معناها ولا  
 یفہمها رسول اللہ ﷺ ولا  
 اهل العلم والایمان جمیعہم  
 وانما ینفون علم بعض ذلک  
 عن بعض الناس وهذا لا ریب  
 فیہ (مجموعۃ الفتاوی: ۱۵۲)

اسلاف امت اور ائمہ سلف میں  
 سے کسی نے ہرگز یہ بات نہیں کہی  
 کہ قرآن میں ایسی آیات ہیں جن  
 کا معنی معلوم نہیں اور اسے نہ رسول  
 اللہ ﷺ جانتے ہیں اور نہ تمام اہل  
 علم و ایمان ہاں! انہوں نے بعض  
 لوگوں سے علم کی نفی کی ہے اور اس  
 میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

## ۲۔ اہل علم کی تکذیب

بہت ساری آیات ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں جو کہے ان کا معنی حضور ﷺ، صحابہ تابعین اور آئمہ مسلمین نہیں جانتے بلکہ ان کا علم وقت قیامت کی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

وانما كانوا يقرؤون الفاظاً لا يفهمون لها معنى كما يقرأ الانسان كلاماً لا يفهم منه شيئاً فقد كذب على القوم

اور اہل علم الفاظ، ان کا معنی سمجھے بغیر پڑھتے ہیں جیسے کوئی انسان بغیر سمجھے کلام کرے تو یہ اہل علم کی تکذیب ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ۹: ۲۲۹)

## ۳۔ ایسا کہنے والے علمی مساکین ہیں

ایک مقام پر ایسے لوگوں کو علمی مساکین قرار دیا جنہوں نے یہ قول کیا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ آیات قرآنی کے معانی سے آگاہ نہیں لکھتے ہیں متاخرین میں ایک کثیر طبقہ ہے جو اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتا ہے اور وہ کہتا ہے:

ان الرسول ﷺ لم یکن یعرف معانی ما انزل علیہ من القرآن کآیات الصفات بل لازم قولہم ایضاً انہ کان یتکلم باحادیث الصفات ولا یعرف معانیہا

رسول اللہ ﷺ اپنے اوپر نازل قرآن کے معانی سے آگاہ نہیں، مثلاً آیات صفات بلکہ ان کے قول سے لازم آئے گا کہ آپ ﷺ نے احادیث صفات بیان تو کیں مگر ان کے معانی سے آپ آگاہ نہ تھے۔

پھر اس کی وجہ یوں لکھی۔

ان مساکین نے جب دیکھا کہ  
جمہور سلف صحابہ اور تابعین کا مشہور  
مسئلہ یہی ہے کہ وقف تام ”وما  
يعلم تاويله الا الله“ پر ہی ہے تو  
انہوں نے اسلاف کی موافقت کی  
اور ان کا یہ عمل قابل تحسین ہے، مگر  
انہوں نے تاویل سے مراد لفظ کا  
معنی اور تفسیر گمان کر لیا۔ (جو درست  
نہیں)

وهؤلاء مساكين لما رأوا  
المشهور عن جمهور السلف  
من الصحابة والتابعين لهم  
باحسان ان الوقف التام عند  
قوله وما يعلم تاويله الا الله  
واقفوا السلف واحسنوا في  
هذه الموافقة لكن ظنوا ان  
المراد بالتاويل هو معنى اللفظ  
وتفسيره (مجموعۃ الفتاوی، ۹، ۱۹۵)

### ۳۔ ملحدین کو طعن کا موقع ملے گا

اگر ہم یہ کہہ دیں کہ قرآن میں بیان کردہ علوم سے رسول اللہ ﷺ  
آگاہ نہیں تو ملحدین کو طعن کا موقع ملے گا۔

پھر اور پہلو بھی ہے کہ اگر ان امور  
علمی سے جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے  
قرآن میں فرمایا ہے حضور ﷺ  
آگاہ نہ ہوں تو یہ ملحدین کے لیے  
قرآن مجید پر بہت بڑے طعن کا  
موقع ہوگا۔

وايضاً فاذا كانت الامور  
العلمية التي اخبر الله تعالى بها  
في القرآن لا يعرفها الرسول  
كان من اعظم قدح الملاحدة  
فيه  
(مجموعۃ الفتاوی، ۹، ۲۱۶)



## ۵۔ یہ قول یقیناً غلط ہے

جس طرح یہ جائز نہیں کہ کلام الہی میں بے معنی الفاظ ہوں وہاں یہ بھی ناجائز ہے کہ ان پر نازل کردہ الفاظ کے معانی کو حضور ﷺ اور ساری امت نہ جانتی ہو۔

کما یقول من یقولہ من المتأخرین وهذا القول واجب القطع بانہ خطأ

جیسا کہ کچھ متأخرین کا قول ہے اور یہ قول یقینی طور پر غلط و خطا ہے لہذا اس قول کو لازماً خطا کہنا ہوگا۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ۹، ۲۱۱)

## ۶۔ اثبات نفی سے افضل

ادھر کہا جا رہا ہے کہ رسوخ فی العلم والے متشابہات کا علم رکھتے ہیں جبکہ کچھ کہہ رہے ہیں رسول اللہ ﷺ بھی ان سے آگاہ نہیں۔

وإذا دار الأمر بين القول بان الرسول كان لا يعلم معنى المتشابه من القرآن وبين ان يقال الراسخون في العلم يعلمون كان هذا الاثبات خيرا من ذلك المنفى

جب معاملہ اس قول کہ رسول اللہ ﷺ قرآنی متشابہ کے معنی سے آگاہ نہیں اور اس قول کہ رسوخ علمی والے ان معنی کو جانتے ہیں کے درمیان دائر ہے تو پھر یہاں نفی پر اثبات کو ترجیح ہوگی۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ۹، ۲۱۱)

یعنی یہی کہنا بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں۔

## ۷۔ ان کی طرف رجوع کا کیا معنی؟

اگر قرآن مجید کے تمام معانی سے رسول اللہ ﷺ آگاہ نہیں تو پھر اختلاف کے وقت ان کی طرف رجوع کا کیا معنی؟ کیونکہ اولاً نزاع تو معانی قرآن میں ہی ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی طرف رجوع کا حکم دے رکھا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول (النساء: ۵۹)  
ان کے الفاظ ہیں۔

اور اولین نزاع تو معانی قرآن میں ہی ہوگا تو اگر رسول اللہ ﷺ قرآن کے معانی سے آگاہ نہ ہوں گے تو آپ ﷺ کی طرف رجوع دشوار ہوگا۔

واول النزاع فی معانی القرآن فان لم یکن الرسول عالماً بمعانیہ امتنع الردالیہ (مجموعۃ الفتاویٰ، ۹، ۲۳۲)

## ۸۔ ایک دلیل کا جواب

بعض لوگوں نے حصر (کہ تشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے) پر یہ دلیل دی ہے کہ

ان اللہ لم ینف عن غیرہ علم شیئی الامنفرداً بہ  
اللہ تعالیٰ نے غیر سے کسی شے کے علم کی نفی کر کے فقط اپنے لیے اسے ثابت فرمایا ہے تو اس شے کا علم اسی کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات عالیہ ہیں۔

اعلان کر دیکھئے نہیں جانتا جو کوئی  
آسمان و زمین میں غیب ہے مگر اللہ  
تعالیٰ۔

۱. قل لا يعلم من فی السموت  
والارض الغیب الا اللہ  
(النمل، ۶۵)

۲۔ دوسرے مقام پر ہے۔

اسے نہیں ظاہر کرے گا اس کے  
وقت پر مگر وہی۔

لا یجلیہا لوقتہا الاہو  
(الاعراف، ۱۸۷)

۳۔ تیسرے مقام پر ہے۔

اور نہیں جانتا لشکر تیرے رب کے  
مگر وہی۔

وما یعلم جنود ربک الاہو  
(المدثر، ۳۱)

اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ موصوف لکھتے ہیں۔

معاملہ ہر جگہ یوں نہیں بلکہ نفی کردہ علم  
کے اعتبار سے ہے اگر تو اللہ تعالیٰ  
کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر یہی بات  
ہے اور اگر وہ ایسا علم ہے جس میں  
سے اس نے بعض بندوں کو دیا ہے تو  
پھر اس نے خود ذکر فرما دیا ہے۔

لیس الامر کذالک بل هذا  
یحسب العلم المنفی فان کان  
مما استأثر اللہ بہ قیل فیہ ذلک  
وان کان مما علمہ بعض عباده  
ذکر ذالک

۱۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں  
سے مگر جتنا وہ چاہے۔

ولا یحیطون بشئی من علمہ الا  
بما شاء  
(البقرہ، ۲۵۵)

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ

احدا الا من ارتضیٰ من رسول

(الجن، ۲۶)

غیب کا جاننے والا کسی پر ظاہر نہیں

کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں

کو

یعنی اگر اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے تو پھر تو یہ بات

قابل قبول ہے اور اگر مخصوص نہیں تو پھر مقبول نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی

چیزوں کے بارے میں تصریح فرمادی ہے کہ میں نے اپنے رسول اور مخصوص

بندوں کو اس کا علم عطا فرمایا ہے، ہاں! ان کا محیط اور مستقل علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہی

ہے، کسی اور کا علم محیط نہیں ہو سکتا۔ اس بات کو یوں بھی بیان کیا۔

فیکون التاویل المنفی علمہ

عن غیر اللہ ہو کیفیات التی

لا یعلمها غیرہ

(مجموعۃ الفتاویٰ، ۹: ۲۱۹)

خلاصہ گفتگو کے طور لکھتے ہیں۔

جس تاویل کے علم کی اللہ کے سوا

سے نفی کی گئی ہے وہ کیفیات کا علم

ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

نہیں جانتا۔

وبالجملۃ فالدلائل الکثیرۃ

توجب القطع بطلان قول من

یقول ان فی القرآن آیات

لا یعلم معناها ولا غیرہ (ایضاً)

الغرض! کثیر دلائل اس قول کے یقینی

بطلان کو ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن

میں کچھ آیات ہیں جن کا معنی رسول

اللہ ﷺ نہیں جانتے اور نہ کوئی اور۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں عاجزی کے ساتھ دعا ہے کہ وہ

امت مسلمہ کو متحد ہو کر ان مسائل کے حل کرنے کی توفیق دے۔

مولانا سرفراز صفدر کے نام خط



چند ماہ قبل حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری، امیر کاروان اسلام نے مشہور دیوبندی عالم مولانا ابوالزہد محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم) کی ایک کتاب..... ”ازالۃ الریب عن عقیدہ علم غیب“..... میں دیئے گئے بعض حوالہ جات کی صحت کا جائزہ لیا تو نہ صرف یہ کہ ان کے دیئے گئے حوالہ جات کا حقائق سے کوئی تعلق ثابت ہو سکا بلکہ بعض تضادات بھی سامنے آئے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس سلسلہ میں مولانا سرفراز خان گکھڑوی سے براہ راست تحریری رابطہ کیا مگر جواب ندارد..... اب اس خط کی اشاعت اس لیے ضروری ہے کہ اتمام حجت ہو چکی اور جواب نہ ملا۔ عوام و خواص ان کے کام کی ”علمی“ حیثیت سے آشنا ہو جائیں یاد رہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اس مکتوب گرامی میں زیر بحث تین موضوعات پر مبنی علمی و تحقیقی مقالہ جات بھی الگ سے لکھے ہیں جن میں علم نبوی اور منافقین، علم نبوی اور تشابہات، علم نبوی اور امور دنیا، شامل ہیں خط کے علاوہ مزید معلومات کے لیے ان مقالہ جات کا مطالعہ مفید رہے گا..... (ادارہ)

مولانا ابوالزہد محمد سرفراز خان صفدر شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم

السلام علیکم!

آپ کی تصانیف میں سے ان دنوں..... ”ازالۃ الریب عن عقیدہ علم الغیب“..... کے مطالعہ کا موقع ملا۔ آپ کے تحریر کردہ بعض حوالہ جات

کے لیے جب اصل کتب کی طرف رجوع کیا۔ تو معاملہ نہایت ہی عجیب اور حیران کن محسوس ہوا۔ سوچا کیوں نہ مولانا موصوف کی طرف ہی رجوع کر کے اصل صورت حال سے آگاہ ہوا جائے۔ نہایت ہی خیر خواہی کے جذبے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے یہ چند سطور تحریر کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ اولین فرصت میں علمی و تحقیقی جواب سے نوازیں گے۔

### ۱۔ حضور ﷺ اور علم متشابہات

۱۔ آپ نے متشابہات کے بارے میں علم نبی ﷺ کے انکار پر مفتی احمد یار خاں نعیمی پر برستے ہوئے لکھا۔ ”مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے۔ جس میں یہ تصریح موجود ہے۔ ولم یظہر احد امن خلقه عليه (ص ۱۵) (کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا) ازالۃ الریب ۲۷۸ طبع ششم دسمبر ۱۹۹۸ء مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

حالانکہ صاحب توضیح کی یہ اگلی تصریح آپ کو بھی دیکھ لینی چاہیے تھی۔

”لان النبی اسبق الناس فی العلم وانه یعلم المتشابہ والمجمل فمحال ان ینحی علیہ معانی النصوص“ (التوضیح، ۲۹۲، فصل فی الوجی)

(نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے علم میں آگے ہیں۔ اور آپ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں لہذا ان پر نصوص کے معانی کا مخفی ہونا محال ہے) صاحب توضیح تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے نہایت ہی اعلانیہ



طور پر متشابہ کا علم مان رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ مقام آپ کی نگاہوں سے اوجھل رہ گیا ہو؟

۲۔ آپ نے امام سیوطی کے حوالے سے متشابہ کے بارے میں نقل کیا:

ومتشابہ لا يعلمہ الا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابہ کو اور کوئی  
ومن ادعیٰ علمہ سوی اللہ نہیں جانتا اور بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی  
تعالیٰ فہو کاذب اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ

(ازالۃ الریب، ۴۷۷) سراسر جھوٹا ہے۔

حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جلد ۱ ص ۵۴ طبع، دارالفکر روایت ۶۲  
(جس سے یہ سیوطی نے نقل کیا) آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی  
سے ہی روایت ہے۔ جس کے بارے میں آپ نے ازالۃ کے ص ۳۱۴ سے لے  
کر ص ۳۱۶ تک ثابت کیا کہ یہ کافر ہے۔ یہ جھوٹا ہے اور شاید آپ کی نظر نہیں  
پڑی۔ خود سیوطی نے پہلے اشارہ کیا تھا ثم رواہ مرفوعاً بسند ضعیف۔

جب حقیقت حال یہ ہے تو آپ نے یہ حوالہ کیسے دے دیا؟ اگر کلبی کی  
روایت دوسرے پیش کریں تو وہ جاہل اور ناواقف از اصول قرار پا جاتے ہیں۔ تو  
اب آپ کیا کہلائیں گے؟

۳۔ اسی طرح آپ نے سیوطی سے نقل کیا کہ۔

وکل متشابہ فی القرآن عند قرآن کریم میں جملہ متشابہات میں  
اہل الحق فلا مساع للاجتہاد بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ  
فی تفسیرہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا

(ازالۃ، ۴۷۷) کوئی دخل نہیں۔

آپ اس سے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ متشابہات کے بارے میں نہیں جانتے۔ حالانکہ اس سے متصل اگلے الفاظ آپ کی تردید کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ولا طريق الى ذلك الا بالتوقيف  
بنص من القرآن او الحديث او  
اجماع الامة على تاويله  
اور متشابہ سے آگاہی کی صورت  
قرآن کی نص یا حدیث یا اجماع  
امت ہے۔

(الاتقان، ۲، ۵۳، ۴)

وہ تو واضح کر رہے ہیں کہ حدیث کے ذریعے سے اس کا علم ہو سکتا ہے۔ اور یہ تبھی ہوگا جب حضور ﷺ اس سے آگاہ ہوں گے بلکہ سیوطی نے یہ امام زرکشی سے لیا ہے۔ اور ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ولا طريق الى ذلك الا بالتوقيف  
من احد ثلاثة اوجه امانص من  
التنزيل او بيان من النبي ﷺ  
او اجماع الامة على تاويله فاذا  
لم يرد فيه توقيف من هذه  
الجهات علمنا انه مما استأثر  
الله تعالى بعلمه

ان متشابہات کا علم ان تین میں  
سے ایک ذریعہ سے حاصل ہو سکتا  
ہے۔ قرآنی نص یا حضور ﷺ کی  
طرف سے بیان یا اجماع امت  
سے اس کی تاویل ہو۔ اگر ان میں  
سے کوئی رہنمائی نہ ملے۔ تو ہم جان  
لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(البرهان في علوم القرآن: ۲، ۱۸۳)

۴۔ آپ نے اپنی تائید میں اس مسئلہ پر امام سیوطی سے علوم قرآن کی تقسیم  
نقل کرتے ہوئے صرف اول قسم نقل کی۔ جس میں بتایا گیا کہ ”کنہ

ذات باری اور وہ غیوب جو اس کا خاصہ ہیں“ کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(ازالۃ، ۴۷۷)

حالانکہ حضور ﷺ کے لیے تمہارے مخالفین یہ دعویٰ کرتے ہی نہیں۔ بلکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ البتہ وہ حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا معنی حضور ﷺ جانتے ہیں۔ اگر آپ پر دوسری قسم اوجھل نہ رہتی تو ان کا موقف درست ثابت ہو جاتا۔ چلو وہ ہم سامنے لے آتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ سیوطی نے یہ تمام گفتگو امام محمد بن سلیمان المعروف ابن نقیب کی نقل کی ہے۔

دوسری قسم علوم قرآن کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اسرار قرآن پر حضور ﷺ کو مطلع کرے۔ اور آپ ہی کے ساتھ انہیں مخصوص فرما دے۔ اب ان میں گفتگو آپ ﷺ کے لیے ہی جائز ہوگی یا جس کو اجازت ہو اور حروف مقطعات اس قسم ثانی میں شامل ہیں۔ البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ اول قسم میں ہے۔

الثانی ماطلع اللہ علیہ نبیہ من اسرار الکتاب واختصہ بہ وهذا لایجوز الکلام فیہ الا لہ ﷺ اولمن اذن لہ واوائل السور من هذا القسم وقیل من القسم الاول

(الاتقان، ۲: ۴۵۴)

اس میں امام ابن نقیب نے واضح طور پر حروف مقطعات کے بارے میں واضح کر دیا ہے کہ ان کا حضور ﷺ کو علم دیا گیا ہے۔

## ۲۔ حضور ﷺ اور علم امور دنیا

آپ ﷺ سے علم امور دنیوی کا انکار کرتے ہوئے مخالفین کی طرف سے پیش کردہ آیات قرآنیہ، و نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیء تفصیل کل شیء، ما فرطنا فی الكتاب پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں مراد امور دینیہ ہیں۔ دنیاوی امور ان سے خارج ہیں۔ مگر ہم عرض کرتے ہیں کہ اگرچہ ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔ لیکن پ ۱۵ کی آیت ”وکل شیء فصلنہ تفضیلاً“ کی تفسیر کے تحت بشمول امام رازی یہ تصریح ہے کہ قرآن میں دین و دنیا کے تمام امور کا بیان ہے۔ تمام مفسرین کے تقریباً یہ الفاظ ہیں۔

کل شیء مما تفتقرون الیہ فی  
دینکم و دنیاکم  
جس شے کی بھی تمہیں احتیاجی ہے  
خواہ دینی ہو یا دنیاوی اس کا بیان  
اس میں ہے۔

(غرائب القرآن: ۳۳، ۲) (مفاتیح الغیب پ ۱۵، ۳۰۷) (الکشاف:  
۲، ۴۴۰) (انوار التزیل، ۵، ۳۶۰) روح المعانی پ ۱۵، ۳۱ (المظہری پ ۱۵،  
۲۳) وغیرہا۔

جب تمام مفسرین نے اس مقام پر واضح کر دیا ہے کہ قرآن میں دینی اور دنیاوی تمام امور کا بیان ہے اور نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیء نے تعین کر دیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور مقام ہے۔ تو پھر ہمیں کھلے ذہن کے ساتھ یہ تسلیم کیوں نہیں کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ کے لیے قرآن

میں تمام امور کا بیان ہے۔ خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی۔ ممکن ہے اس آیت کی طرف آپ کی توجہ نہ گئی ہو؟

### ۳۔ علم نبوی اور منافقین

حضور ﷺ نے چھتیس منافقین کو جمعہ کے اجتماع میں مسجد سے ذلیل کر کے نکال دیا۔ اس روایت پر آپ نے جو اعتراضات اٹھائے ہیں۔ وہ بھی محل نظر ہیں۔

۱۔ مثلاً سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں۔

”اول وجہ تو یہ ہے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔ عمدۃ القاریٰ خصائص الکبریٰ اور البدایۃ والنہایۃ میں صحابی کا نام عبداللہ بن مسعود آیا ہے لیکن حافظ ابن کثیر تفسیر میں نام یہ بتاتے ہیں۔ ابو مسعود عقبہ بن عمرو (دیکھیے تفسیر ج ۴ ص ۱۸۰) اور روح المعانی میں ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ (حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود مہاجر رضی اللہ عنہ ہیں انصاری نہیں ہیں) (ازالہ: ۳۷۱)

صحابی کے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے روایت میں اضطراب ماننا اور اسے روایت کے رد و ضعف کا سبب قرار دینا، کیا علم و دیانت کا خون نہیں؟ حالانکہ آج تک محدثین نے وجہ اضطراب اس اختلاف روایت کو قرار دیا جو اس کے رد و قدح کا سبب بن رہا ہو۔ اور جس اختلاف میں ایسی بات نہ ہو اسے اضطراب کسی نے قرار نہیں دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی، ۸۵۲) اضطراب کے بارے میں لکھتے

ہیں:

هو الاختلاف الذي يؤثر قدحاً و  
اختلاف الرواة في اسم رجل  
لا يؤثر ذلك لانه ان كان  
ذلك الرجل ثقة فلا ضير  
(النكت على كتاب ابن  
الصلاح، ۳۲۹)

ایسا اختلاف جو حدیث کے رد و  
قدح میں موثر ہو راویوں کا کسی  
آدمی کے نام میں محض اختلاف کرنا  
موثر نہیں ہوتا اس لیے کہ اگر وہ  
آدمی ثقہ ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

یعنی اگر آدمی ثقہ ہے لیکن راویوں کا اس میں اختلاف ہو گیا، تو کوئی  
حرج نہیں۔ یہ تو عام لوگوں کے حوالے سے ہے۔ اور جب مرکز روایت صحابی ہو  
تو پھر اختلاف کیسے موثر ہوگا؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ نے آگے خود لکھا:

”قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود  
الہذلی رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ  
چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ عن ابی مسعود  
الانصاری رضی اللہ عنہ (در منثور ۳، ۲۷۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو مسعود رضی  
اللہ عنہ میں کتابت وغیرہ میں غلطی واقع ہوگئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ازالۃ الریب، ۳۱۷)

اب خود ہی بتائیے اس کے بعد بھی کسی اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی  
ہے؟ ہم یہاں محشی تاریخ کبیر علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ یمانی کا اہم نوٹ نقل کیے

دیتے ہیں۔ جو مسئلہ حل کر دیتا ہے۔ روایت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

وعلی کل حال فوکیع و ابو  
نعیم اثبت من غیرہما و قد قال  
عن ابی مسعود فان کان  
غیرہما قال عن ابن مسعود  
فقولہما اصح

بہر صورت اس کے راوی وکیع اور ابو  
نعیم دیگر سے قوی ہیں اور انہوں  
نے اسے حضرت ابو مسعود رضی اللہ  
عنه کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔  
اگرچہ کوئی دوسرا حضرت ابن مسعود  
رضی اللہ عنہ کا نام لیتا ہے تو ان  
دونوں کا قول ہی اصح ہے۔

(التاریخ الکبیر، ۷، ۲۳)

۲۔ آپ نے اس روایت پر دوسرا اعتراض اٹھاتے ہوئے لکھا۔

”دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی کی اس سند میں ابو احمد الزبیری عن  
سفیان..... الخ..... واقع ہیں۔ اور یہ اگرچہ اکثر حضرات محدثین کرام کے  
نزدیک ثقہ ہیں۔ مگر امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ کثیر الخطاء فی حدیث  
سفیان (سفیان سے جب یہ روایت کرتے ہیں تو اس میں کثرت سے خطا کر  
جاتے ہیں) اور یہ روایت بھی ان کی سفیان ہی سے ہے۔“

(ازالۃ الریب، ۳۱۷، ۳۱۸)

ہم نے جب اس کی صحیح صورتحال کے لیے امام بیہقی کی طرف رجوع  
کیا تو یہ سامنے آیا کہ انہوں نے یہ روایت دو مقامات پر تین اسناد سے ذکر کی  
ہے۔ دو اسناد میں ابو احمد زبیری موجود ہی نہیں۔ ہم ان مقامات اور اسناد کی  
نشاندہی کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیجئے۔

## مقامِ اوّل

امام نے ”باب ماجاء في اخباره ﷺ اسماء المنافقين و صدقه في ذلك“ (حضور ﷺ) کا منافقین کے ناموں سے آگاہ کرنا اور اس بارے میں آپ کا سچا ہونا) قائم کیا۔ اس کے تحت اسے دو اسناد سے نقل کیا وہ دونوں اسناد یہ ہیں۔

۱۔ اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ حدثنا محمد بن عبدالله الصفار حدثنا احمد بن محمد البرني حدثنا ابونعيم حدثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن رجل عن ابيه قال ارأه عياض عن ابي مسعود رضی اللہ عنہ۔

۲۔ اخبرنا ابو عبدالله الحافظ محمد بن عبدالله حدثنا احمد حدثنا ابو حذيفة حدثنا سفيان عن سلمة عن عياض بن عياض عن ابيه عن ابي مسعود رضی اللہ عنہ

(دلائل النبوة، ۶، ۲۸۶)

آپ نے ملاحظہ کیا بیہتی کی دونوں روایات میں وہ راوی موجود ہی نہیں جس پر اعتراض ہے۔

## مقامِ ثانی

غزوہ تبوک کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے باب قائم کیا۔ ”باب تلقى الناس رسول الله حين قدم من غزوة تبوك“ اس کے تحت روایت نقل کی تو اس میں یہ راوی ہیں۔

(دلائل النبوة، ۵، ۲۸۳)



لیکن اس کا پہلی روایت پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔ کیا آپ پر لازم نہ تھا کہ اعتراض کرنے سے پہلے اچھی طرح اس روایت کی تحقیق کرتے؟ شاید آپ نے حافظ ابن کثیر کی البدایۃ جز ۵ ص ۲۴ سے بیہتی کی روایت دیکھ کر اعتراض جڑ دیا اور بیہتی کی دلائل النبوة نہ دیکھی۔ حالانکہ اصل دیکھ لیتے تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتے۔

۳۔ آپ نے اس روایت کے راویوں کے بارے میں لکھا ابو احمد زبیری کے بارے میں عجلی کہتے ہیں کہ ثقہ ہے۔ مگر شیعہ ہے۔ اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے۔ مگر لہ اوہام (ان سے اوہام صادر ہوتے رہتے تھے) (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۵۵) اور دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کھیل ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلی، یعقوب بن شیبہ اور امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا۔

(تہذیب ج ۲ ص ۱۵۷)

آپ کی یہ عبارت اور اعتراض پڑھ کر بندہ دنگ رہ گیا۔ کیونکہ ایسا اعتراض کوئی شیخ الحدیث عمداً نہیں کر سکتا۔ کیونکہ محدثین نے بار بار ہر جگہ تصریح کی ہے کہ اس دور میں شیعہ ہونا سبب طعن نہ تھا۔ ہاں رافضی ہونا سبب طعن تھا۔ یہی وجہ ہے امام بخاری جیسے لوگوں نے متعدد ایسے راویوں سے روایت لی جو شیعہ تھے مگر رافضی نہ تھے۔ ہم یہاں امام ذہبی (المتوفی، ۷۴۸) کا ایک اقتباس نقل کئے دیتے ہیں۔ انہوں نے ابان بن تغلب کے بارے میں لکھا اس سے امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت لی۔ یہ شیعہ تھے۔ ان پر حد لگی لیکن صادق تھے۔ ان کا صدق ہمارے لیے جبکہ ان کی بدعت ان پر ہے۔

امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا۔ ابن عدی نے

کہا یہ عالی شیعہ تھے۔ اس پر اعتراض ہوا۔

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کسی بدعتی کی

توثیق اور اسے ثقہ و عادل کیسے قرار

دیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے

کہ بدعت دو طرح کی ہے۔ بدعت

صغریٰ عالی شیعہ ہونا یا بلاغلو و تحرف

کے شیعہ ہونا۔ یہ چیز دین، ورع،

تقویٰ اور صدق کے باوجود تابعین

اور تبع تابعین میں کثرت کے ساتھ

تھی۔ اگر ان کی حدیث رد کر دی

جائے تو احادیث نبویہ کا ایک ذخیرہ

مسترد ہو جائے گا۔ اور یہ بہت بڑا

فتنہ اور فساد ہوگا۔ دوسری قسم بدعت

کبریٰ مثلاً کامل رافضی اور رخص

میں عالی ہونا سیدنا ابوبکر و عمر کے

مرتبہ کو کم کرنا اور اس کی دعوت دینا

یہ ایسی قسم ہے جس سے استدلال

اور احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی

اسے عزت دی جاسکتی ہے۔ اور آج

فلقائل ان يقول: كيف ساغ

توثيق مبتدع و حدثة العدالة

والاتقان؟ فكيف يكون عدلاً

من هو صاحب بدعة؟ وجوابه

ان البدعة على ضربين. فبدعة

صغرى كغلو التشيع او

كالتشيع بلاغلو ولا تحرف،

فهذا كثير فى التابعين وتابعيهم

مع الدين والورع والصدق

فلورد حديث هولاء لذهب

جملة من الاثار النبوية وهذه

مفسدة بينة ثم بدعة كبرى،

كالرفض الكامل والغلو فيه

والحط على ابى بكر و عمر

رضى الله عنهما، والدعاء الى

ذلك، فهذا النوع لا يحتج

بهم ولا كرامة و ايضا فما

استحضر الآن فى هذا الضرب

کے دور میں بھی اس قسم کے لوگوں میں کوئی سچا اور امین نہیں بلکہ جھوٹ و تقیہ ان کا تکیہ اور نفاق ان کا اوڑھنا ہے حاشا وکلا ایسے لوگوں کی روایت کیسے لی جاسکتی ہے؟ سلف کے زمانہ اور عرف میں غالی شیعہ وہ تھا جو حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت معاویہ اور جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کی۔ ان کے بارے میں طعن کرتا اور ان کو برا بھلا کہتا لیکن ہمارے زمانہ عرف کے غالی ان کبار صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور شیخین سے دور بھاگتے ہیں۔ تو ایسے لوگ واقعہ ضال اور مفتری ہیں لیکن ابان بن تغلب شیخین کے بارے میں غلط رائے نہیں رکھتا تھا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے افضل جانتا تھا۔

امام حاکم کے بارے میں وارد کردہ اس اعتراض کا جواب امام ذہبی نے یوں دیا۔

رجلا صادقا ولا مامونا، بل الكذب شعارهم، والتقية والنفاق دثارهم، فكيف يقبل نقل من هذا حاله! حاشا و كلابا لشيعة الغالی فی زمان السلف و عرفهم هو من تكلم فی عثمان و الزبير و طلحة و معاوية و طائفة ممن حارب علیاً رضی اللہ عنہ و تعرض لسبهم والغالی فی زماننا و عرفنا هو الذی یکفر هولاء السادة و يتبرا من الشيخین ایضاً، فهذا ضال معثر (ولم یکن ابان بن تغلب یعرض للشیخین اصلاً، بل قد یعتقد علیاً افضل منهما)

(میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۶۵ مطبوعة المكتبة الاثرية طبع اولی)

میں کہتا ہوں یہ اعتراض ہرگز درست نہیں وہ رافضی نہیں بلکہ ان میں تشیع ہے۔

قلت کلایس ہو رافضیابل  
تشیع  
(سیر اعلام النبلا، ۱۷، ۱۷۴)

میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ یہ آدمی رافضی نہیں بلکہ فقط شیعہ ہیں۔

قلت اللہ یحب الانصاف ما  
الرجل رافضی بل ہو تشیعی  
فقط  
(میزان، ۳: ۶۰۸)

یاد رہے ابو احمد زبیری سے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کی ہے۔

۳۔ اس دوسرے اعتراض کی تائید میں آپ نے لکھا شیعہ کا نظریہ علم غیب میں نیز حضرات صحابہ کرام کے اوپر طعن کرنے اور نفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے میں کسی سے مخفی نہیں ہے اور ابن مردویہ کی روایت جو بطریق ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ:

کنانعرف المنافقین علی عهد  
رسول اللہ ﷺ الابغضهم  
علی ابن ابی طالب  
ہم آنحضرت ﷺ کے عہد میں  
صرف اس علامت سے منافقوں کو  
پہچانتے تھے کہ وہ حضرت علی رضی  
اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔  
(درمنثور، ۶: ۶۶)

سوچنے کی بات ہے کہ کیا منافقین کا بغض صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ تھا۔ ان کے ساتھ بغض رکھنے کو کیوں علامات نفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟  
(ازالۃ الریب ۳۱۸)

اعتراض یہ ہے کہ منافقین والی روایت گھڑی گئی ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس میں بغض علی کو نفاق کی علامت مانا گیا ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ بات کسی شیعہ نے نہیں گھڑی بلکہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ بغض علی، علامت نفاق ہے۔ اس پر احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ مثلاً امام مسلم نے کتاب الایمان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

ان لا یحبنی الا مومن و  
لا یبغضنی الا منافق

کہ مجھ (علی) سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔

(مسلم حدیث، ۱۳۱)

شیخ ناصر الدین البانی کی سلسلہ احادیث صحیحہ جلد ۴ ص ۲۹۸ بھی دیکھ لیں تاکہ تسلی ہو جائے۔ صحابہ نے اسی بات کو پھیلایا اور اپنایا اور آج بھی امت کا یہی عقیدہ ہے رہا یہ معاملہ کہ دیگر صحابہ کی عداوت نفاق کیوں نہیں؟ کیا یہ اعتراض رسول اللہ ﷺ پر نہیں کیا جا رہا؟ حالانکہ آپ ﷺ نے تاقیامت اس کے ذریعے اہل بیت کے دشمنوں کو اشکار فرمایا ہے۔ تو جو بات آپ ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو۔ اس پر مسلمان اعتراض کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔

۵۔ آپ نے تیسری وجہ اس روایت کو قبول نہ کرنے کی یہ لکھی۔ کہ اس روایت کی سند میں عیاض بن عیاض عن ابیہ عن ابن مسعود الخ ہے دیکھئے البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۷ و ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۸۰ وغیرہ اور کتب اسماء الرجال میں عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ باپ اور بیٹے دونوں کا کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کون تھے اور کیسے تھے؟ ثقہ تھے یا ضعیف تھے؟ جو شخص اس کی صحت کا مدعی ہے۔ وہ سابق اعتراض کے علاوہ ان دونوں کی توثیق بھی کتب الرجال سے پیش کرے۔ تعجیل

المنفقہ ص ۳۲۶ طبع حیدرآباد دکن میں عیاض بن عیاض کا تذکرہ ہے۔  
مگر اس میں اس کا بھی ذکر ہے ولم يذكر سماعاً عن ابیه ولا  
ابوہ عن ابی مسعود اور ذمہ داری سے ان کی توثیق اور سماعت کے  
بغیر اس کی صحت کا ادعا محض باطل ہوگا۔ (ازالۃ ۳۱۸)

آپ کا موقف تو یہ ہے کہ عیاض بن عیاض کا تذکرہ کتب اسماء الرجال  
میں نہیں ملتا حالانکہ تقریباً تمام کتب رجال میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ چند  
مشہور و معروف کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ التاریخ الکبیر للبخاری جلد ۷ ص ۲۳

۲۔ کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد ۳ ص ۲۰۹

۳۔ کتاب الثقات لابن حبان جلد ۵ ص ۳۶۷

۴۔ تعجیل المنفقہ لابن حجر عسقلانی ص ۳۲۶

پھر آپ کا یہ فرمانا کہ معلوم نہیں کہ ثقہ تھے یا ضعیف؟ اس وقت اس  
نے نہایت ہی پریشان کن صورتحال پیدا کر دی جب ہم نے ساتھ ہی آپ کے  
بیان کردہ تعجیل المنفقہ کا حوالہ اصل ماخذ سے دیکھا۔ اس مقام پر واضح طور پر  
امام ابن حجر عسقلانی نے انہی کے بارے میں لکھا۔

فوثقہ ابن حبان      انہیں ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے

اگر یہ آپ نے دیکھا اور عمداً ترک کر دیا تو اسے کیا کہا جائے گا؟ اقرأ

کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔

۶۔ بصورت صحت ان روایات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس

منافق تھے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا۔ کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق

نہ تھا۔ مسجد میں خطبہ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے

یہ کیسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق صرف یہ تھے۔ باقی اور کوئی نہ تھا۔  
(ازالہ، ۳۱۹)

نہ معلوم آپ ایسی باتیں کیوں لکھ رہے ہیں۔ آپ کے مخالفین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ چھتیس ہی تھے۔ وہ اس روایت سے اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو افراد منافقین کا علم تھا۔ اور وہ ثابت بھی ہو رہا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دیگر کو آپ ﷺ جانتے تھے یا نہیں؟ اگر آپ اس روایت کو مکمل سامنے لے آتے تو آپ کا اعتراض از خود ختم ہو جاتا آئیے ہم آپ کے سامنے پوری روایت لاتے ہیں۔ شیخ ابن مردوہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ہمیں ایسا خطبہ دیا پہلے میں نے اس کی مثل نہ سنا آپ ﷺ نے فرمایا۔

ایہا الناس ان فیکم منافقین  
ممن سمیت فلیقم قم یافلاں  
قم یافلاں حتی قام ستة وثلاثون  
رجلاً ثم قال ان منکم وان  
فیکم وان منکم فسلوا اللہ  
العافیة

اے لوگو! بلاشبہ تم میں سے کچھ منافق ہیں۔ میں جس کا نام لوں وہ اٹھے فرمایا فلاں اٹھ فلاں اٹھ حتی کہ چھتیس آدمی اٹھا دیئے پھر فرمایا بلاشبہ تم میں سے اور بلاشبہ تم میں سے اور بلاشبہ تم میں سے اور لہذا

(الدر المنثور، ۵، ۲۷۵) اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔

بعد میں آپ ﷺ نے جو تین مرتبہ فرمایا بلاشبہ تم میں سے اور فرمایا اللہ سے عافیت مانگو کا کیا معنی ہے؟ امام بیہقی کی وہ روایت جس میں مولانا صاحب

کا مطعون راوی نہیں۔ اس کے الفاظ تو ہمارے مدعا کو نہایت واضح کر دیتے ہیں۔ جب چھتیس منافق ذلیل کر کے نکال دیئے تو فرمایا:

ان فيكم او منكم منافقين فسلوا  
 اللہ العافیۃ  
 بلاشبہ تم میں یا فرمایا تم میں سے کچھ  
 لوگ منافق ہیں تو اللہ تعالیٰ سے  
 (دلائل النبوة، ۶: ۲۸۶) عافیت مانگو۔

درمنثور کی روایت میں صرف یہ تھا کہ تم میں لیکن یہاں واضح ہے کہ تم میں منافق ہیں یعنی کچھ کو ہم نے نکال دیا ہے اور کچھ ابھی تم میں باقی ہیں۔ ان پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور اپنے ظاہر و باطن کو درست کر لو۔

الراقم

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

فصیح روڈ اسلامیہ پارک، سمن آباد لاہور

موجودہ ایڈریس نوٹ فرمائیں

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ اپچی سن ہاؤسنگ

سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

فون: 4-5300353



جواب حاضر ہے

۔از۔

حافظ عبدالقدوس قارن



محترم جناب مفتی محمد خان قادری صاحب! السلام علیکم

ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں آپ کا شائع کردہ ایک خط پڑھا جس میں آپ نے حضرت والد صاحب دام مجددہم کی کتاب ازالۃ الریب کی چند عبارات پر اعتراضات کیے ہیں اور بزعم خود لکھا کہ ازالۃ الریب کے بعض حوالہ جات کا حقیقت سے کوئی تعلق ثابت نہ ہو سکا نیز لکھا کہ چند ماہ قبل مولانا سرفراز خان گلکھڑوی سے براہ راست تحریری رابطہ کیا مگر جواب ندارد۔

محترم! آپ کی اور آپ کا شائع کردہ خط پڑھنے والوں کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ حضرت والد صاحب عرصہ تقریباً تین سال سے بستر علالت پر ہیں، کبھی طبیعت کچھ سنبھل جاتی ہے اور کبھی بہت خراب ہو جاتی ہے اس لیے وہ کچھ لکھنا تو درکنار کچھ پڑھنے سے بھی قاصر ہیں، گزشتہ کئی ماہ سے حضرت کی طبیعت اس قدر خراب رہی کہ کئی دفعہ لاہور ہسپتال داخل کرانا پڑا، حضرت کی بیماری کے باعث اس دوران کی ڈاک کی طرف کوئی خاص توجہ ہی نہیں دی جاسکی اور اس دوران کی ڈاک دیکھنے کے بعد ہی ظاہر ہوگا کہ خط کب آیا اور حضرت نے اس پر کچھ لکھا یا نہیں؟ اس لیے آپ کے جواب میں تاخیر ہوگئی اور مجھے تو خط کا علم صرف اور صرف رسالہ میں شائع ہونے کے بعد ہوا ہے، اگر مجھے یا میرے بھائیوں میں سے کسی کو بھی خط مل جاتا تو یقیناً آپ کو جواب کا انتظار نہ

کرنا پڑتا اس لیے کہ خود غلط فہمی میں شکار لوگوں کے اعتراضات پر مشتمل خطوط آتے ہی رہتے ہیں اور ان کو جواب بھی دیئے جاتے ہیں، آپ کا خط بھی آپ کی ہی غلط فہمی کا شکار ہونے کا آئینہ دار ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

## پہلا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے۔  
ازالۃ الریب میں متشابہات کے بارے میں علم نبی ﷺ کے انکار پر آپ (مولانا صفدر صاحب) نے مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی سے کہا ہے کہ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں تصریح موجود ہے و لم یظہر احدا من خلقه کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔ (ازالۃ الریب ص ۴۷۸) حالانکہ صاحب توضیح کی یہ اگلی تصریح آپ کو بھی دیکھ لینی چاہیے تھی لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسبق فی العلم وانہ یعلم المتشابه والمجمل فمحال ان ینحی علیہ معانی النصوص۔ (التوضیح ص ۴۹۲ فصل فی الوجی)

## جواب

محترم مفتی قادری صاحب! آپ کو مولانا صفدر صاحب پر پھبتی کسے سے قبل بغور دیکھ لینا چاہیے تھا کہ یہ عبارت کس کتاب کی ہے، آپ نے جو عبارت پیش کی ہے وہ التوضیح کی نہیں بلکہ التنقیح کی ہے جو کہ التوضیح کا متن ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے مفتی احمد یار خان صاحب کو توضیح دیکھنے کی توجہ

دلالتی ہے اور آپ ان کے خلاف التنقیح کی عبارت پیش کر کے پھبتی کس رہے ہیں آخر اس کا کیا تک ہے؟ یہ صرف آپ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ آپ التنقیح اور التوضیح متن اور شرح میں فرق ہی نہیں کر سکے۔ پھر مولانا صفدر صاحب نے تو مفتی احمد یار خان صاحب کو ان کے دعویٰ کے رد کے لیے توجہ دلانی تھی جو انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں اس دعویٰ پر گرفت کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا۔ کیا آپ نے جو عبارت پیش کی ہے اس سے مفتی احمد یار خان صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وکالت کا کیا فائدہ؟ پھر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ”التنقیح اور التوضیح متن اور شرح کا مصنف ایک ہی ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی عبارات کا بظاہر تعارض ہو تو اس کی بعد والی بات کا اعتبار ہوتا ہے التنقیح متن ہے اور التوضیح شرح ہے اور متن یقیناً پہلے اور شرح بعد میں ہوتی ہے تو اعتبار التوضیح کی عبارت کا ہوگا جس میں صراحت ہے ولم یظہر احدا من خلقه علیہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا اور التنقیح کی عبارت کا مفہوم کتاب کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھ کر یہی ثابت ہوتا ہے کہ متشابہ اور مجمل کا اسی قدر علم مراد ہے جس سے نص کے معانی ظاہر ہوں اسی لیے آگے عبارت ہے فاذا وضح له لزمه العمل پس جب آپ کے سامنے اس (متشابہ اور مجمل) کی وضاحت ہوگی تو اس پر عمل ضروری ہوگا۔ مصنف نے اذا شرطیہ کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے جس سے مراد

یہ ہے کہ جب وضاحت آپ کے سامنے ہوگی تو عمل ضروری ہوگا اور جب ظاہر نہ ہوگی تو عمل بھی نہیں ہوگا، اگر مصنف کے ہاں مجمل اور متشابہ کا بالکل علم مراد ہوتا تو وہ یوں کہتا کہ جب آپ تمام جملات اور متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو تمام آپ کے سامنے واضح ہوں گے اس لیے سب متشابہات اور جملات پر عمل ضروری ہے حالانکہ یہ نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ ہی التبیح اور التوضیح کی کوئی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔

### دوسرا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! ازالۃ الریب میں علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے و متشابہ لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ ومن ادعی علمہ سوی اللہ تعالیٰ فہو کاذب۔ اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ نے لکھا حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جس سے سیوطی نے نقل کیا ہے آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی سے ہی روایت ہے جس کے بارے میں آپ نے ثابت کیا کہ یہ کافر ہے، یہ جھوٹا ہے الخ۔

محترم! اگر آپ تفسیر طبری میں صرف روایت کو ہی نہ دیکھتے بلکہ امام طبری کے انداز کو بھی ملاحظہ فرماتے اور اسی کی روشنی میں ازالۃ الریب میں اس روایت کو پیش کرنے کے انداز کو دیکھتے تو آپ کے سامنے حقیقت واضح ہو جاتی۔ امام ابن جریر طبری نے پہلے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا اور پھر اس کی تائید میں یہ کلبی والی روایت نقل کی وقد روی بنحو ما قلنا فی ذالک ایضا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر فی اسنادہ نظر (تفسیر

طبری ج ۱ ص ۳۳) (کہ ہم نے جو قول کیا ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک ایسی خبر ہے جس کی سند میں نظر ہے) امام ابن جریر اس روایت کو احتجاج کے لیے نہیں بلکہ تائید کے لیے پیش کر رہے ہیں اور حضرت مولانا صفدر صاحب نے بھی پہلے وہ عبارات پیش کیں جن سے استدلال کیا ہے اور پھر فرمایا نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں تو یہ عبارت واضح کر رہی ہے کہ آگے کی عبارت تائید میں پیش کی جا رہی ہے اور تائید میں کلبی جیسے راوی کی کمزور روایت پیش کی جاسکتی ہے، کلبی پر اگرچہ سخت سے سخت الفاظ جرح نقل کیے گئے ہیں مگر اس کے بارہ میں نظریہ یہی ہے کہ اس کی روایت ضعیف کمزور ہوتی ہے اس کو احتجاج اور استدلال کے طور پر تو نہیں لیا جاسکتا البتہ تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے جیسا کہ خود مولانا صفدر صاحب نے ملا کاتب چلبی کی کشف الظنون ج ۱ ص ۳۷۵ کے حوالہ سے لکھا کہ صحت کے اعتبار سے بخاری اور مسلم کے بعد ترمذی کا درجہ کیونکہ مصلوب اور کلبی کی روایات نقل کر کے امام ترمذی نے ان کی تضعیف کی ہے تاکہ کوئی ان کی روایات سے مغالطہ نہ کھائے یا ان کو محض متابعات اور شواہد میں لائے ہیں ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا (خزائن السنن ج ۱ ص ۶) اور ازالۃ الریب میں کلبی سے مروی روایت سے متعلق لکھا ہے مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے (ازالۃ الریب ص ۳۱۳) ازالۃ الریب میں جہاں کلبی پر سخت جرح نقل کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی روایت سے قرآن کریم کے مفہوم کے برخلاف استدلال کیا گیا ہے اس لیے فرمایا یہ ہیں وہ شیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی

کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدے پر زد نہ پڑے (ازالۃ الریب ص ۳۱۶) کلبی جیسے راوی کی روایت سے استدلال درست نہیں مگر تائید میں اس کو پیش کیا جاسکتا ہے اور امام ابن جریر نے بھی اس کو تائید کے لیے پیش کیا ہے اور مولانا صفدر صاحب نے بھی تائید ہی کے لیے پیش کیا ہے اور ایسی روایت کا احتجاج میں پیش کرنا غلط اور تائید میں پیش کرنا صحیح ہونے کے بارہ میں تو فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے نہ جانے آپ جیسے مفتی صاحب کی نظر سے یہ نمایاں اور واضح بات کیوں اوجھل رہ گئی؟

### تیسرا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے تیسرا اعتراض یہ کیا کہ مولانا صفدر صاحب نے امام سیوطی سے نقل کیا ہے کہ متشابہات کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کو جاننے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو قرآن کریم کی نص سے یا حدیث سے یا اجماع امت ہو۔ پھر آپ نے عبارت کا من گھڑت نتیجہ نکالا اور لکھا کہ وہ تو واضح کر رہے ہیں کہ حدیث کے ذریعہ سے اس کا علم ہو سکتا ہے اور یہ تبھی ہوگا جب حضور علیہ السلام اس سے آگاہ ہوں گے حالانکہ امام سیوطی تو فرما رہے ہیں کہ متشابہات کی تفسیر اجتہاد سے نہیں کی جاسکتی بلکہ ان کو جاننے کے لیے ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کی ضرورت ہے اور جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جا رہی تو ان کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا، آپ نے نہ جانے کہاں سے یہ نتیجہ نکال لیا جو آپ نے بیان کیا ہے، پھر آگے آپ نے امام زرکشی کی عبارت جو نقل کی اگر آپ نے اس کا ترجمہ



جان بوجھ کر غلط نہیں کیا تو گزارش ہے کہ ترجمہ کرنے میں آپ کو غلطی لگی ہے اس لیے کہ عبارت ہے فاذا لم يرو فيه توقيف من هذه الجهات علمنا انه مما استاثر الله تعالى بعلمه۔ اس کا ترجمہ یوں ہے کہ پس جب ان صورتوں میں سے کسی سے واقفیت حاصل کرنے کی کوئی روایت مروی نہیں تو ہم نے جان لیا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور ازالۃ الريب میں بين القوسين بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے (ازالۃ الريب ص ۴۷۷) مگر آپ نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے ان متشابہات کا علم ان تین میں سے ایک ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے قرآنی نص یا حضور ﷺ کی طرف سے بیان یا اجماع امت سے اس کی تاویل ہو اگر ان میں سے کوئی راہنمائی نہ ملے تو ہم جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ امام زرکشی فرماتے ہیں کہ ان تینوں صورتوں سے واقفیت کی کوئی روایت ہی نہیں اس لیے ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے جاننے میں یگانہ ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی راہنمائی نہ ملے تو ہم جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، معمولی عربی جاننے والا بھی اس ترجمہ کو غلط قرار دے گا۔ پھر آپ نے امام زرکشی کی عربی عبارت جس میں یہ الفاظ بھی ہیں فاذا لم يرو فيه توقيف من هذه الجهات پیش کر کے ”چہ دلیر است دزدے کہ چراغ بکف آرد“ کا نمونہ پیش کیا ہے اور آپ نے ایسا ترجمہ کر کے اعتراض کی توپ چلانے میں اپنے مسلکی روایتی انداز کو بجا طور پر برقرار رکھا ہے۔

## چوتھا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے چوتھا اعتراض کرتے ہوئے یوں کلام فرمایا ہے اور مولانا صفدر صاحب کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی تائید میں اس مسئلہ پر امام سیوطی سے علوم قرآن کی تقسیم نقل کرتے ہوئے صرف اول قسم نقل کی جس میں بتایا گیا ہے کہ کنہ ذات باری اور وہ غیوب جو اس کا خاصہ ہیں کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ (ازالۃ الریب ص ۴۷۷) حالانکہ حضور علیہ السلام کے لیے تمہارے مخالفین یہ دعویٰ کرتے ہی نہیں بلکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے البتہ وہ حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا معنی حضور ﷺ جانتے ہیں الخ۔

محترم! مولانا صفدر صاحب اپنے مخالفین کو خوب جانتے ہیں اور اپنے مخالفین کا تعین کر کے ہی ان کے خلاف قلم اٹھایا ہے ان کے مخالفین وہ ہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے۔ (جاء الحق ص ۵۳) اور جن لوگوں نے اپنا نظریہ یوں بیان کیا ہے کہ اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا، اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی ہے (جاء الحق ص ۶۰، مقیاس حنفیت ص ۳۶۰) جب مولانا صفدر صاحب کے مخالفین اس نظریہ کے حامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص علم بھی حضور علیہ السلام کو دیا گیا ہے تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ آپ کے مخالفین حضور علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کے خاص علم کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ وہ حروف مقطعات کے بارے میں

کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ان کا معنی جانتے ہیں۔ آپ جیسے مفتی صاحب کی نظر سے مولانا صفدر صاحب کے مخالفین کا اوجھل رہ جانا اور پھر اس حالت میں اعتراض کرنا انتہائی تعجب کا باعث ہے۔

## پانچواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے پانچواں اعتراض یہ کیا کہ مولانا صفدر صاحب نے تبیاناً لکل شئی اور مافرطناً فی الکتاب پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں امور دینیہ مراد ہیں حالانکہ کل شئی فصلناہ تفصیلاً کی تفسیر کے تحت بشمول امام رازی کی یہ تصریح ہے کہ قرآن میں دین و دنیا کے تمام امور کا بیان ہے الخ۔

محترم! یہاں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، مولانا صفدر نے باحوالہ تفاسیر سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں امور دینیہ مراد ہیں باقی رہا یہ کہ کل شئی فصلناہ تفصیلاً میں مفسرین کرام نے امور دنیا کا ذکر بھی کیا ہے تو اس سے مولانا صفدر صاحب کے نظریہ کی نہیں بلکہ آپ حضرات کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے اس لیے کہ جس کل کے عموم سے آپ حضرات اپنا نظریہ ثابت کرتے ہیں اسی کل سے تخصیص مراد لے کر مفسرین کرام نے عموم کی نفی کی ہے کہ اس کل سے ہر چیز مراد نہیں بلکہ ایسے دینی اور دنیاوی امور مراد ہیں جن کی طرف انسانوں کی احتیاجی ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے تحتاجون الیہ فی امور الدین والدنیا (مظہری ج ۵ ص ۲۳) تفسیر روح المعانی میں ہے تفتقرون الیہ فی معاشکم ومعادکم (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۱) اور

کشاف میں ہے مما تفتقرون الیہ فی دینکم و دنیا کم (کشاف ج ۲ ص ۶۵۲) اور اسی طرح دیگر تفاسیر میں ہے اور ان تمام تفاسیر میں کل کو عموم سے پھیر کر تخصیص مراد لی گئی ہے کہ جن دنیاوی اور دینی امور کی طرف تمہاری احتیاجی ہے اس کی تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے، آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کل شئی فصلناہ تفصیلاً کی تفسیر کے تحت بشمول امام رازی یہ تصریح ہے کہ قرآن میں دین و دنیا کے تمام امور کا بیان ہے۔ الخ

تو عرض ہے کہ ہمیں تو ان تفاسیر میں سے کسی ایک میں بھی ایسی کوئی عبارت نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ دین و دنیا کے تمام امور کا بیان قرآن کریم میں ہے، آپ نے جن تفاسیر کے حوالے دیئے ہیں اگر آپ ان تفاسیر سے باحوالہ دکھا دیں کہ قرآن کریم میں دین و دنیا کے تمام امور کا بیان ہے تو ہم نہ صرف آپ کے مشکور ہوں گے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق آپ کو حق محنت بھی انشاء اللہ العزیز پیش کریں گے۔

### چھٹا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے چھٹا اعتراض یہ کیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک ہی روایت سے متعلق راویوں کے صحابہ کے مختلف نام لینے کو اضطراب کہا ہے کہ کوئی راوی روایت کا مرکزی راوی حضرت ابن مسعود کو کوئی ابو مسعود کو اور کوئی ابن مسعود انصاری کو قرار دیتا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ صحابی کے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے روایت میں اضطراب ماننا اور اسے روایت کے رد و ضعف کا سبب قرار دینا کیا علم و دیانت کا خون نہیں؟

محترم قادری صاحب! یہاں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے کہ محدثین کرام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ سند میں صحابہ کے ناموں کے سوا دیگر راویوں کے نام میں اختلاف ہو تو اضطراب ہوتا ہے بلکہ صحابہ کے ناموں میں اختلاف کو بھی اضطراب ہی کہا گیا ہے۔

سردست ایک ہی حوالہ دیا جاتا ہے تاکہ آپ اپنے نظریہ پر غور کر سکیں، ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے، اس روایت کے بارہ میں امام دارقطنی نے فرمایا کہ اس روایت میں کئی طرح سے اضطراب ہے، ان میں ایک اضطراب یہ بیان کیا کہ بعض نے اسے حضرت ابوبکر کی مسند، بعض اسے حضرت سعد کی اور بعض نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند شمار کیا ہے اور علامہ سیوطی نے مضطرب کی اس مثال کو صحیح کہا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۷۲ طبع مصر) یہاں امام دارقطنی نے صحابہ کے ناموں میں راویوں کے اختلاف کو بھی اضطراب کہا ہے اور علامہ سیوطی نے اضطراب کی اس مثال کو صحیح کہا ہے تو کیا ان حضرات نے بھی علم و دیانت کا خون کیا ہے؟

محترم قادری صاحب! یہ علم و دیانت کا خون نہیں بلکہ محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق بات ہے جس تک آپ کی نظر نہیں پہنچ سکی اور پھر آپ نے علامہ ابن حجر کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے کہ وہ عبارت اضطراب سے متعلق نہیں بلکہ اس بارہ میں ہے کہ اگر راوی کی شخصیت کا تعین ہو جائے مگر اس کے نام کے متعلق اختلاف ہو اور وہ راوی ثقہ

ہو تو اس سے روایت کو کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ نے جو حوالہ دیا ہے اس میں واضح عبارت ہے واختلاف الرواة فی اسم رجل لا یوثر ذالک ایک ہی آدمی کے نام سے متعلق راویوں کے اختلاف سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ وہ آدمی ثقہ ہو۔ آپ کی نظر سے اضطراب کی تعریف اوجھل رہی ہے اس عبارت کو پیش کرنے سے پہلے آپ کو اضطراب کی تعریف اصول حدیث کی کتابوں سے دیکھ لینی چاہیے تھی۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اضطراب کی وجہ سے اس شخصیت کو فرق نہیں پڑتا جس کے متعلق اختلاف ہوا ہے بلکہ اختلاف کرنے والے راویوں پر اعتراض ہوتا ہے کہ راوی ضبط نہیں کر سکا (دیکھئے حاشیہ نخبۃ الفکر ص ۶۴، تدریب الراوی ص ۱۶۹ طبع مصر) اس لیے آپ کا یہ کہنا کہ جب مرکز روایت صحابی ہو تو پھر اختلاف کیسے ہوگا؟ یہ اصول سے بالکل ناواقفیت کی دلیل ہے اور منصب افتاء کے شایان شان نہیں ہے۔ پھر آپ نے التاریخ الکبیر کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا ترجمہ کرنے میں بھی آپ کو غلطی لگی ہے عبارت میں ہے وقد قالوا عن ابی مسعود جس کا ترجمہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے عن ابی مسعود کہا ہے جبکہ آپ نے ترجمہ کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابو مسعود سے بیان کیا ہے اور یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لیے وکیع اور ابو نعیم کیسے حضرت ابو مسعود سے بیان کر سکتے ہیں جبکہ حضرت ابو مسعود کی وفات ۴۰ھ ہے (الاصابہ ج ۲ ص ۲۸۴) اور حضرت وکیع کی ولادت ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ ہے اور ابو نعیم کی وفات ۴۳۰ھ ہے اس لیے آپ کو ترجمہ کرنے میں غلطی لگی ہے۔

## ساتواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے ساتواں اعتراض کیا ہے کہ منافقین کے ناموں سے متعلق جو روایت ازالۃ الریب میں بیان کی گئی ہے اس کی تین اسناد ہیں، دو سندوں میں ابو احمد الزبیری راوی نہیں ہے صرف ایک سند میں ہے اور مولانا صفدر صاحب نے اسی ایک سند کو لے کر اس کے راویوں پر جرح کی ہے۔

محترم قادری صاحب! گزارش یہ ہے کہ ان تینوں اسناد میں سے یہی ایک سند بظاہر باقی اسناد سے مضبوط ہے اس لیے اس کو مد نظر رکھا گیا ہے باقی دو اسناد جو آپ نے ذکر کی ہیں ان میں سے ایک سند میں باقی کسی علت کو چھوڑ کر عن رجل عن ابیہ ہے نہ راوی معلوم اور نہ ہی اس کا باپ معلوم تو ایسی سند کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور دوسری سند میں عیاض بن عیاض ہے جس کے بارہ میں بحث ازالۃ الریب میں موجود ہے کہ اس کی توثیق و عدم توثیق کا پتہ نہیں لگ سکا نیز یہ کہ عیاض کی اپنے والد سے اور اس کے والد کی حضرت ابو مسعود سے سماعت محل نظر ہے..... پھر آپ نے ابو احمد الزبیری کے بارہ میں کہا کہ ان میں تشیع تھا مگر اس تشیع کی وجہ سے روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا تو یہاں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایک ہے روایت کا رد ہونا اور ایک ہے ایسے راوی کی روایت کا درجہ میں کمزور اور ضعیف ہونا۔ بے شک ایسے راوی کی روایت رد تو نہیں ہوتی مگر اس کا درجہ ضرور کم ہو جاتا ہے اور اس کی روایت میں ضعف آ جاتا ہے اور ایسی جرح سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی روایت کا درجہ واضح کر دیا جائے، بے شک

اس راوی کی روایات صحیحین میں ہیں مگر اس کے باوجود علامہ ابن حجر فرماتے ہیں قلت احتج به الجماعة وما اظن البخاری اخرج له شيئا من افراده عن سفیان واللہ اعلم۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۲۰) میرے خیال کے مطابق جب یہ راوی سفیان سے روایت کرنے میں متفرد ہو تو امام بخاری نے اس کی روایت نہیں درج کی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ صحیحین کے راویوں میں سے کس درجہ کا راوی ہے کہ امام بخاری تفرد کی صورت میں اس کی روایت لانا مناسب نہیں سمجھتے ہاں اگر دوسرا راوی بھی ایسی روایت کر رہا ہو تو پھر اس کی روایت درج کی ہے۔

### آٹھواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے آٹھواں اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (مولانا صفدر صاحب کو) اعتراض یہ ہے کہ منافقین والی روایت گھڑی گئی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس میں بغض علی کو نفاق کی علامت مانا گیا ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ بات کسی شیعہ نے نہیں گھڑی بلکہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ بغض علی علامت نفاق ہے الخ۔

محترم قادری صاحب! یہاں بھی آپ کو دو مقام میں غلط فہمی ہوئی، مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کو کمزور اور ضعیف کہہ کر اس سے استدلال کو ضرور رد کیا ہے مگر اس کو گھڑی ہوئی قرار نہیں دیا جیسا کہ آپ ان کی جانب یہ منسوب کر رہے ہیں، انہوں نے تو واضح طور پر لکھا ہے کہ الغرض اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق



کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی وہ خبر واحد ہی رہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ (ازالۃ الریب ص ۳۱۸، ۳۱۹) اتنی واضح اور صریح عبارت نہ جانے کیوں آپ کی نظر سے اوجھل رہ گئی؟ اور آپ نے کیسے ان کی جانب روایت کے من گھڑت ہونے کی نسبت کر دی ہے؟

محترم! دوسری غلط فہمی آپ کو یہ ہوئی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے بغض علی کو علامت نفاق ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ صرف بغض علی کے علامات نفاق ہونے کی نفی کی ہے اور دونوں باتوں میں نمایاں فرق ہے اور جو روایت انہوں نے پیش کر کے اس کا رد کیا اس میں حصر کے الفاظ ہیں کہ ہم صرف حضرت علی سے بغض کو علامت نفاق جانتے تھے تو اس پر مولانا صفدر صاحب نے گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا منافقوں کا بغض صرف حضرت علی سے تھا؟ (ازالۃ الریب ص ۳۱۸) آپ نے غلط فہمی سے بغض علی کو علامت نفاق ہونے اور صرف بغض علی کو علامت نفاق ہونے میں فرق نہ کر کے اعتراض کر دیا ہے اگر یہ فرق ملحوظ رکھتے تو پھر اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہتی۔

## نواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے نواں اعتراض یہ کیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے کہا ہے کہ عیاض بن عیاض باپ بیٹا دونوں کا تذکرہ کتب اسماء الرجال میں نہیں ملتا حالانکہ تقریباً تمام کتب رجال میں ان کا تذکرہ موجود ہے اس پر آپ نے چند حوالے دیئے ہیں (۱) التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳۔

محترم! آپ تذکرہ کا مفہوم ہی نہیں سمجھے، تذکرہ کا مطلب صرف ان کے نام کا آجانا نہیں بلکہ تذکرہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کو بیان کیا گیا ہو اسی لیے مولانا صفدر صاحب نے فرمایا کہ ان کی ثقاہت و عدم ثقاہت ثابت نہیں ہو سکی، التاریخ الکبیر کا جو حوالہ آپ نے دیا اس میں ان کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کا کہاں ذکر ہے؟ (۲) دوسرا حوالہ آپ نے کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۴۰۹ کا دیا ہے اس میں بھی ثقاہت و عدم ثقاہت کا کوئی ذکر نہیں۔ (۳) تیسرا حوالہ آپ نے کتاب الثقات لابن حبان کا دیا ہے اس میں بھی سوائے اس کے کوئی تذکرہ نہیں کہ ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۴) چوتھا حوالہ آپ نے تعجیل المنفعة کا دیا ہے اس کے متعلق تو خود مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ تعجیل المنفعة میں ہے کہ عیاض نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے حضرت ابو مسعود سے سماعت نہیں کی اور ذمہ داری سے ان کی توثیق اور سماعت کے بغیر اس کی صحت کا ادعاء محض باطل ہوگا۔ (ازالۃ الریب ص ۳۱۸) نیز تعجیل المنفعة میں صرف ابن حبان کا اس کو ثقات میں شامل کرنے کا ذکر ہے اور ابن حبان کے نزدیک تو ایسا مجہول الحال راوی جس پر نہ جرح ثابت ہو اور نہ ہی اس کی تعدیل ثابت ہو وہ ثقہ ہوتا ہے (الرفع والتکمیل ص ۳۳۸، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۸) جبکہ محدثین کرام کے نزدیک روایت کے قبول کے لیے راوی کا عادل اور ضابط ہونا ضروری ہے۔

(تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۵)

محترم! اگر آپ عیاض بن عیاض باپ بیٹے کی توثیق اور ان کی سماعت باحوالہ ثابت کر دیتے تو آپ کی بات کا وزن ہوتا مگر اس جانب آپ نے توجہ

ہی نہیں کی اور نہ ہی باپ بیٹے کی ثقاہت اور سماعت کر سکے ہیں تو ایسی صورت میں آپ کی بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟

## دسواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے دسواں اعتراض آخر میں یہ کیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ مسجد سے چھتیس منافقین کو نکالا گیا تو کیا اور منافق مدینہ میں نہ تھے؟ اس پر آپ نے لکھا کہ آپ کے مخالفین میں سے کسی نے نہیں کہا کہ وہ چھتیس ہی تھے وہ اس روایت سے اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو افراد منافقین کا علم تھا، پھر آگے آپ نے لکھا کہ امام بیہقی کی وہ روایت جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہیں اس کے الفاظ تو ہمارے مدعا کو نہایت واضح کر دیتے ہیں۔

محترم! اس کے بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ اس بحث کو ازالۃ الریب میں بنظر انصاف دیکھنے والا آپ کے اعتراض کے بوگس ہونے کو بخوبی جان سکتا ہے، ہم یہاں آپ سے صرف یہ تقاضا کرتے ہیں کہ آپ نے جو اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے کہ بیہقی کی وہ روایت جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہیں، اس روایت کے الفاظ ہمارے مدعا کو نہایت واضح کر دیتے ہیں تو مولانا صفدر صاحب نے اس مسئلہ سے متعلق روایت کے راوی ابو احمد الزبیری اور عیاض بن عیاض پر طعن کیا ہے کہ ان کی وجہ سے روایت کمزور ہے لہذا آپ اپنے دعویٰ کے مطابق امام بیہقی کی ایسی روایت پیش فرما دیں جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہ ہو ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔

محترم مفتی قادری صاحب! آپ کے اشکالات و اعتراضات کے مختصر  
 جوابات دے دیئے گئے ہیں، آپ کو بذریعہ رجسٹری بھی خط کا جواب بھیجا جا رہا  
 ہے اور رسائل کو اشاعت کے لیے بھی دیا جا رہا، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین کی  
 سمجھ نصیب فرمائے۔

مولانا قارن کے جواب کا تجزیہ



ربنا لاتجعل فى قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک

رؤف رحیم

اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل

باطلاً وارزقنا اجتنابه

محترم مولانا حافظ عبدالقدوس قارن صاحب

آپ نے ماہنامہ نصرۃ العلوم ماہ دسمبر ۲۰۰۳ء میں اپنے والد گرامی (اللہ

تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے) کی کتاب ازالۃ الریب پر ہمارے وارد کردہ

دس اعتراضات کا جواب تحریر کیا، جس پر ہم مشکور ہیں چونکہ ہم نے یہ خط اپنے

ماہنامہ سوائے حجاز ماہ اکتوبر ۲۰۰۳ء میں شائع کیا لہذا ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے

آپ کا جواب اور ساتھ ساتھ کچھ گزارشات بھی اس میں شائع کر رہے ہیں۔

## ۱۔ اعتراض و جواب

پہلا اعتراض و جواب یہ ہے۔

ازالۃ الریب میں تشابہات کے بارہ میں علم نبی ﷺ کے انکار پر آپ

(مولانا صفدر صاحب) نے مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی سے کہا ہے کہ مفتی

صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں تصریح موجود ہے۔ ولم

یظہر احدامن خلقه کہ اللہ تعالیٰ نے تشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو

بھی مطلع نہیں کیا۔ (ازالۃ الریب ص ۴۷۸) حالانکہ صاحب توضیح کی یہ اگلی

تصریح آپ کو بھی دیکھ لینی چاہیے تھی۔ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اسبق فی العلم وانہ یعلم المتشابه والمجمل فمحال ان ینحی علیہ  
معانی النصوص۔  
(التوضیح ص ۲۹۲ فصل فی الوجہ)

## جواب

محترم مفتی قادری صاحب! آپ کو مولانا صفدر صاحب پر پھبتی کرنے  
سے قبل بغور دیکھ لینا چاہیے تھا کہ یہ عبارت کس کتاب کی ہے آپ نے جو  
عبارت پیش کی ہے وہ التوضیح کی نہیں بلکہ التنقیح کی ہے جو کہ التوضیح کا متن  
ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے مفتی احمد یار خان صاحب کو توضیح دیکھنے کی توجہ  
دلانی ہے اور آپ ان کے خلاف التنقیح کی عبارت پیش کر کے پھبتی کس رہے  
ہیں آخر اس کا کیا تک ہے؟ یہ صرف آپ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ آپ التنقیح  
اور التوضیح متن اور شرح میں فرق ہی نہیں کر سکے۔ پھر مولانا صفدر صاحب نے تو  
مفتی احمد یار خان صاحب کو ان کے دعویٰ کے رد کے لیے توجہ دلانی تھی جو انہوں  
نے دعویٰ کیا تھا کہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو  
جانتے ہیں اس دعویٰ پر گرفت کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ مفتی صاحب کو صرف  
توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق  
میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا۔ کیا آپ نے جو عبارت پیش کی  
ہے اس سے مفتی احمد یار خان صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حنفی مذہب کا  
متفقہ نظریہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وکالت کا کیا فائدہ؟ پھر یہ بات ملحوظ  
خاطر رہے کہ ”التنقیح اور التوضیح متن اور شرح کا مصنف ایک ہی ہے اور قاعدہ



ہے کہ اگر کسی آدمی کی عبارات کا بظاہر تعارض ہو تو اس کی بعد والی بات کا اعتبار ہوتا ہے، التنقیح متن ہے اور التوضیح شرح ہے اور متن یقیناً پہلے اور شرح بعد میں ہوتی ہے تو اعتبار التوضیح کی عبارت کا ہوگا جس میں صراحت ہے و لم یظہر احدا من خلقه علیہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا اور التنقیح کی عبارت کا مفہوم کتاب کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھ کر یہی ثابت ہوتا ہے کہ متشابہ اور مجمل کا اسی قدر علم مراد ہے جس سے نص کے معانی ظاہر ہوں، اسی لیے آگے عبارت ہے فاذا وضح له لزومه العمل پس جب آپ کے سامنے اس (متشابہ اور مجمل) کی وضاحت ہوگی تو اس پر عمل ضروری ہوگا۔ مصنف نے اذا شرطیہ کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جب وضاحت آپ کے سامنے ہوگی تو عمل ضروری ہوگا اور جب ظاہر نہ ہوگی تو عمل بھی نہیں ہوگا، اگر مصنف کے ہاں مجمل اور متشابہ کا بالکل علم مراد ہوتا تو وہ یوں کہتا کہ جب آپ تمام جملات اور متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو تمام آپ کے سامنے واضح ہوں گے اس لیے سب متشابہات اور جملات پر عمل ضروری ہے حالانکہ یہ نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ ہی التنقیح اور التوضیح کی کوئی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔

محترم آپ نے جواب میں درج ذیل باتیں تحریر کیں ہیں۔

۱۔ تمہاری پیش کردہ عبارت التوضیح کی نہیں بلکہ التنقیح کی ہے لہذا اسے التوضیح کی عبارت قرار دینا زیادتی ہے۔

۲۔ تمہیں ان دونوں کے متن و شرح ہونے کا فرق معلوم نہیں ہو سکا۔

۳۔ ان دونوں کتب کا مصنف ایک ہے۔ التنقیح متن اور التوضیح شرح

ہے چونکہ بعد کی ہے لہذا اس کا اعتبار ہوگا نہ کہ متن کا اور تمہاری پیش کردہ عبارت متن کی ہے۔

۴۔ پھر وہاں اذا کا لفظ ہے جو شرطیہ ہونے کے ناطے واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ تمام متشابہات کا علم نہیں رکھتے ہاں اگر ان میں سے آپ ﷺ کو علم ہو گیا تو پھر عمل لازم ہوگا ورنہ نہیں۔

۵۔ سب متشابہات اور جملات کا آپ ﷺ کو علم حاصل ہے یہ نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ ہی التنیقح اور التوضیح کی کوئی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔

### جواب کا تجزیہ

ہم ان پانچ چیزوں کا نمبر وار تجزیہ کرتے ہیں ان میں سے پہلے پانچویں کو لیتے ہیں کیونکہ پہلا بنیادی اختلاف سامنے یہ آرہا ہے کہ کیا علماء احناف کے نزدیک حضور ﷺ کو متشابہات کا علم ہے یا نہیں؟

اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو باقی معاملات کی ثانوی حیثیت رہ جاتی ہے ہم یہاں آپ کے والد گرامی کی عبارت نقل کر کے علماء احناف کا موقف ذکر کر دیتے ہیں، مولانا لکھتے ہیں:

”مفتی احمد یار خاں صاحب کی جہالت ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں (وما یعلم تاویلہ الا اللہ) جواب اس آیت میں کہاں فرمایا گیا کہ ہم نے متشابہات کا علم کس کو دیا بھی نہیں الی ان قال اس لیے حنفی مذہب کا متفقہ عقیدہ ہے حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں بلفظہ (جاء الحق ص ۱۱۴)

حنفیوں کا یہ عقیدہ اور وہ بھی اتفاقی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس میں خاصا اختلاف ہے مفتی صاحب کو صرف تو ضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں یہ تصریح موجود ہے۔ ولم یظہر احد امن خلقه علیہ (ص ۱۵) کہ اللہ تعالیٰ نے مشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا اور حسامی ص ۱۰ پر ہے وهو مالا طریق لدرکہ اصلاً، متشابہ وہ ہے کہ اس کے حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو۔ (الزوالۃ الریب ۸۷۸)

اور آپ کا کہنا بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ کا تمام مشابہات اور مجملات کا جاننا ”نہ کسی دلیل سے ثابت اور نہ ہی التنیح اور التوضیح کی کوئی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔“ (نصرۃ العلوم ص ۳۴)

باپ اور بیٹے کی گفتگو سے یہ بات سامنے آرہی ہے اس پر کوئی دلیل نہیں کہ حضور ﷺ تمام مشابہات و مجملات کا علم رکھتے ہیں اور اگر کوئی ایسی بات کہتا ہے تو اس پر اشکار رہنا چاہیے کہ اس میں خاصا (بہت زیادہ) اختلاف ہے۔

## علم نبوی اور مشابہات

اس سلسلہ میں ہماری گزارش یہ ہے کہ اہل علم خصوصاً علماء احناف نے کتاب و سنت کی روشنی میں ہر جگہ بہت ہی واضح الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ مشابہات کا علم رکھتے ہیں اور اگر کسی نے اس کے خلاف بات کی تو اسے قابل اعتنا سمجھنا تو درکنار بلکہ اس کی خوب تردید کی اس پر درج ذیل دلائل شاہد ہیں۔

## قرآنی دلائل

مشابہات کا علم حضور ﷺ کو حاصل ہے مفسرین کرام نے اس پر

قرآنی دلیل یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

الرحمن علم القرآن  
رحمن نے قرآن سکھایا

تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صرف الفاظ قرآنی سے ہی نہیں بلکہ اس کے تمام معانی سے بھی آگاہ فرمایا پھر اس پر یہ اشکال وارد ہوا کہ تشابہات کے بارے میں تو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما يعلم تاويله الا الله  
اللہ کے سوا ان کی تاویل کوئی نہیں

جانتا۔

بظاہر ان دونوں آیات میں تعارض ہے امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں

یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے۔

کیف يفهم قوله تعالى علم  
القرآن مع قوله تعالى وما يعلم  
تاويله الا الله

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی اس نے  
قرآن سکھایا، کا مفہوم کیا ہوگا جبکہ  
اس کا ارشاد گرامی ہے اور اس کی  
تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ دوسری آیت کے بارے میں

مفسرین کی دو آراء ہیں۔

۱۔ بعض الا اللہ پر وقف نہیں کرتے بلکہ والرسخون کا اس پر عطف مانتے  
ہیں تو اب ان کے ہاں تمام قرآن کے معانی رسوخ فی العلم والے بھی  
جانتے ہیں لہذا اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔

۲۔ بعض لفظ اللہ پر وقف کرتے ہیں ان پر اعتراض ہوگا کہ جب بعض

آیات کی تاویل بندہ نہیں جان سکتا تو پھر تمام قرآن سکھانے کا کیا  
معنی؟

اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

۱۔ بندے اگرچہ بالیقین اس کا معنی نہیں جانتے لیکن بقدر طاقت و امکان  
جانتے ہیں۔

۲۔ اللہ کے سوانہ جاننے کا مفہوم یہ ہے۔

اما غیرہ فلا يعلم من تلقاء نفسه  
مالم يعلم فيكون اشارة الى ان  
كتاب الله تعالى ليس كغيره من  
الكتب التي يستخرج مافيها  
بقوة الذكاء والعلوم  
(مفتاح الغيب پ ۲۷، ۳۳)

کہ اس کے علاوہ از خود کوئی نہیں  
جانتا جب تک وہ نہ بتائے یہ اس  
طرف اشارہ ہے کہ کتاب اللہ دیگر  
کتب کی طرح نہیں جن سے محض  
قوت ذکاوت و علوم کے ذریعے  
مسائل کا استنباط کر لیا جائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندے بھی ان کا علم رکھتے ہیں لہذا تعارض  
ختم، تو حضور ﷺ بطریق اولیٰ ان سے آگاہ ہوں گے۔

۲۔ وعدہ کی خلاف ورزی

سورة القيامة میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لا تحرك به لسانك لتعجل  
به ان علينا جمعه وقرآنه فاذا  
قرآنه فاتبع قرآنه ثم ان علينا  
اے حبیب آپ اسے جلدی یاد کرنے  
کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں  
ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کرنا اور اسے

پڑھانا جب ہم اسے پڑھیں تو اس

پڑھنے کی اتباع کریں پھر ہمارا ہی ذمہ (القیامۃ ۱۶ تا ۱۹)

ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے جو وعدے

فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہم آپ کو قرآن کی تمام تفصیل سے بھی آگاہ

کریں گے، مفسرین فرماتے ہیں اگر ہم یہ مانیں کہ آپ ﷺ کو کچھ آیات

قرآنی (متشابہات) کے معانی سے آگاہی نہیں عطا کی گئی تو یہ وعدہ کی خلاف

ورزی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کے خلاف کرنا محال ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی، ۱۲۲۵) لکھتے ہیں اگر مان لیا جائے

رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے۔

تو تمام قرآن بیان و ہدایت نہیں

رہے گا اور اس وعدہ الہی ثم ان

علینا بیانہ کی بھی خلاف ورزی

لازم آئے گی حالانکہ اس کا تقاضا یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

قرآن کے محکمات اور متشابہات کا

حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری اور

ولم یکن القرآن باسره بیاناً

وهدی ویلزم ایضاً الخلف فی

الوعد بقوله تعالیٰ ثم ان علینا

بیانہ فانہ یقتضی ان بیان القرآن

محکمہ و متشابہ من اللہ تعالیٰ

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

واجب ضروری

(المنظہری، ۱۳۶) لازم ہے۔

وما یعلم تاویلہ الا اللہ کی تفسیر میں اس مسئلہ پر تفصیلاً گفتگو کرتے

ہوئے لکھا اس آیت مبارکہ میں اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کے معانی سے آگاہ نہیں۔

اور یہ کیسے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ثم علينا بيانہ جس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے محکم و متشابہ کا بیان حضور ﷺ کے لیے لازم ہے اور یہ جائز نہیں کوئی شے قرآن کی آپ ﷺ پر واضح نہ ہو ورنہ خطاب فائدہ سے خالی اور وعدہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

كيف و قال الله تعالى ثم علينا بيانہ فانه يقتضى ان بيان القرآن محكمه و متشابہه من الله للنبي صلى الله عليه وسلم واجب ضرورى لا يجوز ان يكون شئ منها غير مبين له عليه السلام والا يخلو الخطاب عن الفائدة ويلزم الخلف فى الوعد

(المظهرى، ۲: ۱۱)

یہی الفاظ ”ثم علينا بيانہ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ (ایضاً، ۱۰: ۱۳۸)

## امت کے دو موقف

کیا متشابہات کا علم، اہل علم کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اس میں علماء امت کے دو اقوال ہیں۔

- ۱۔ امت کی اکثریت خصوصاً علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ ان کا علم امت کے اہل علم کو دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا البتہ آخرت میں آگاہی ہو جائے گی۔

۲۔ دیگر اہل علم مثلاً شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان کا علم تمام اہل علم کو اگرچہ حاصل نہیں ہوتا مگر رسوخ فی العلم والوں کو حاصل ہو جائے گا۔

## اختلاف کی بنیاد

اس علمی اختلاف کی بنیاد بھی اہل علم پر واضح ہے سورہ ال عمران کی آیت نمبر ۷ کے مقدس الفاظ۔

وما يعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم  
میں وقف کہاں ہے؟ اول موقف والے کہتے ہیں۔

اسم جلالت پر وقف ہے معنی ہوگا انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔  
جبکہ دوسروں کا موقف ہے کہ واو عاطفہ ہے الراسخون فی العلم کا اس پر  
عطف ہونے کی وجہ سے مفہوم یہ ہے۔ ان کی تاویل اللہ تعالیٰ اور رسوخ فی العلم  
والے ہی جانتے ہیں، بعض نے اسے جمہور کا موقف بھی قرار دیا ہے۔ امام  
بدرالدین زرکشی (۷۹۴) لکھتے ہیں۔

والوقف علی قولہ والراسخون  
قال القاضی ابوالمعالی انہ قول  
الجمہور وهو مذهب ابن  
مسعود وابی بن کعب و ابن  
عباس وما نقلہ بعض الناس  
عنہم بخلاف ذلک فغلط  
(البرہان فی علوم القرآن، ۲: ۱۶۷)

وقف والراسخون پر ہے قاضی  
ابوالمعالی کے بقول یہی جمہور کا  
موقف ہے اور یہی حضرت ابن  
مسعود، ابی بن کعب اور حضرت ابن  
عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے  
بعض نے ان سے اس کے مخالف  
جو نقل کیا ہے وہ غلط ہے۔



بعض نے اسے ہی صحیح و صواب لکھا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد قرطبی نے یہ رائے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

الوقف علی هذا یكون عند قوله  
والراسخون فی العلم قال شیخنا  
ابوالعباس احمد بن عمرو هو  
الصحيح فان تسميتهم راسخين  
یقتضی انهم یعلمون اکثر

وقف (والراسخون فی العلم) پر ہوگا  
ہمارے شیخ ابوالعباس احمد بن عمرو  
نے فرمایا صحیح یہی ہے کیونکہ ان کو  
راسخ قرار دینے کا معنی یہی ہے کہ وہ  
دوسروں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن، ۴: ۱۲)

تو بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق جمہور بلکہ امت کا صحیح یہی موقف  
ہے کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر اہل علم کو بھی حاصل ہے جب  
صورت حال یہ ہو تو کیا کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ سے ان کے علم کا انکار کر سکتا  
ہے؟

## ان کی اہم دلیل

یہاں انہوں نے اپنے موقف پر دیگر دلائل دیئے ہیں مثلاً حضرت ابن  
عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے میں ان راسخین میں شامل ہوں جو متشابہات کی  
تاویل سے آگاہ ہیں وہاں انہوں نے ایک اہم دلیل یہ بھی بیان کی ہے کہ کوئی  
آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے آگاہ نہیں یعنی اگر اسم  
جلالت پر وقف مان لیا جائے تو پھر لازم آئے گا انہیں رسول اللہ ﷺ بھی نہیں  
جانتے اور ایسا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا لہذا وہاں وقف نہ کیا جائے، تو جب ان

کلمات حصریہ کے باوجود رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں تو پھر دیگر ربانیین مثلاً صحابہ کا جاننا بھی جائز ہوگا۔

امام بدرالدین زرکشی (۷۹۳) نے اسی دلیل کو ان الفاظ میں تحریر کیا

ہے۔

کسی کا یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے جب ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو پھر امت کے ربانیوں صحابہ اور مفسرین کا انہیں جاننا بھی جائز ہوگا کیا حضرت ابن عباس کا فرمان سامنے نہیں کہ میں راسخین میں شامل ہوں اور ہم کسی مفسر کو نہیں جانتے کہ اس نے تفسیر کرنے میں یہ کہہ کر توقف کیا ہو کہ یہ متشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ انہوں نے تمام تفسیر کی حتیٰ کہ حروف مقطعات کی بھی۔

لايسوغ لا حد ان يقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعلم المتشابه فاذا جاز ان يعرفه الرسول مع قوله (وما يعلم تاويله الا الله) جاز ان يعرفه الربانيون من صحابته و المفسرون من امته الاترى ان ابن عباس كان يقول انا من الراسخين في العلم..... ونحن لم نر المفسرين الى هذه الغاية توقفوا عن شئ من القرآن فقالوا هو متشابه لا يعلمه الا الله بل امره على التفسير حتى فسروا الحروف المقطعة (البرهان، ۲: ۸۴)

امام علاء الدین عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) انہی سے نقل کرتے ہیں کہ

اگر ہم کہیں قرآن کا کچھ حصہ بندوں کی سمجھ سے باہر ہے تو یہ اعتراض اٹھے گا اس خطاب کا کیا فائدہ جو سمجھ ہی نہ آئے۔

وہل يجوز ان يقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يعرف المتشابه واذا جاز ان يعرفه مع قوله وما يعلم تاويله الا الله جاز ان يعرفه الربانيون من الصحابة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين

تو کیا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے تو جب ”وما يعلم تاويله الا الله“ پر وقف کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کا انہیں جاننا جائز ہے تو ربانیوں صحابہ رضی اللہ عنہم کا جاننا بھی جائز ہوگا۔

(کشف الاسرار، ۱: ۱۵۰)

### علماء احناف کا موقف

امت کی اکثریت خصوصاً علماء احناف کا موقف یہ ہے کہ وقف اسم جلال پر ہے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی ۶۰۶ھ نے شافعی ہونے کے باوجود اس کے بارے میں کہا۔

وهو المختار عندنا ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

(مفاتیح الغیب پ ۳: ۱۴۵)

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد قرطبی اس اختلاف کے بارے میں کہتے ہیں:

اکثریت کی رائے یہی ہے کہ  
والراخون فی العلم کا تعلق ما قبل سے  
نہیں جملہ الا اللہ پر مکمل ہو جاتا  
ہے۔ یہ حضرت ابن عمر، ابن عباس،  
عائشہ، عروہ بن زبیر، عمر بن  
عبدالعزیز اور دیگر اہل علم کا موقف  
ہے۔

فالذی علیہ الاکثر انه مقطوع  
مما قبله وان الکلام تم عند قوله  
الا الله هذا قول ابن عمرو ابن  
عباس و عائشة و عروة بن الزبیر  
و عمر بن عبدالعزیز و غیرهم  
(الجامع لاحکام القرآن، ۴: ۱۹)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں۔

اکثریت اسی طرف گئی ہے کہ واؤ  
استینافیہ ہے اور جملہ وما یعلم  
تاویلہ الا اللہ پر مکمل ہے۔

ذهب الاکثرون الی ان الواو  
للاستیناف وتم الکلام عند  
قوله وما یعلم تاویلہ الا الله  
(المظہری پ ۳: ۱۲)

وہم کا ازالہ

پیچھے آپ پڑھ چکے اگر سابقہ موقف لیا جائے تو پھر رسول اللہ ﷺ  
کے بارے میں وہم پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ جب امت کے راہنما علماء انہیں  
جانتے ہیں تو آپ ﷺ بطریق اولیٰ جانتے ہیں، وہم احناف کا موقف اختیار  
کرنے سے پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ ہیں۔

ان کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں  
جانتا۔

وما یعلم تاویلہ الا الله

پھر تشابہ کی تعریف ان کے ہاں یوں ہے۔

هو اسم لما انقطع رجاء معرفة  
المراد منه ولا يرجى بدوه  
اصلاً (المنار مع نور الانوار، ۹۳)

جس لفظ کی معرفت مراد کی امید ختم  
اور اس کے واضح ہونے کی کبھی  
امید نہ کی جاسکے۔

بعض نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

هو ما لا طريق لدرکه اصلاً  
حتى سقط طلبه (حسامی، ۱۰)

جس کے ادراک کا کوئی راستہ نہ ہو  
حتیٰ کہ اس کی طلب ختم ہو جائے۔

تو اب شک پیدا ہوا شاید رسول اللہ ﷺ بھی انہیں نہیں جانتے تو اس  
وہم کا ان علماء نے ہر جگہ ازالہ کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ یہ معاملہ امت  
کے حق میں ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں کیونکہ دیگر آیات قرآنی (جن  
کا تذکرہ ہم نے ابتداء میں کر دیا ہے) واضح کر رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ  
قرآنی تشابہات سے آگاہ ہیں آئیے ہم ان کی تصریحات کا تذکرہ کیے دیتے  
ہیں، آپ تکرار محسوس نہ کریں کیونکہ ہم نے یہ واضح کرنا ہے کہ جب انسان کسی  
رائے میں تعصب برتا ہے تو اسے اپنے مطلب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

آپ حیران ہوں گے کوئی علوم قرآن اور اصول فقہ کی ایسی کتاب نہیں  
جس میں یہ تصریح نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ تشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

پہلے ہم انہی لوگوں کو لیتے ہیں جنہوں نے تشابہ کی مذکورہ تعریف کی ہے۔

اصحاب اصول فقہ کی تصریحات

ان کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

ان میں سے بعض نے متشابہ کی بحث میں اور بعض نے باب افعال  
النبی ﷺ کی بحث میں اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا ہے۔

۱۔ شیخ احمد جیون (۱۱۳۰ھ) تعریف متشابہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کا  
علم نہیں ہو سکتا۔

هذا في حق الامة واما في حق  
النبي عليه السلام فكان معلوماً  
والاتبطل فائدة التخاطب ويصير  
التخاطب بالعمل كالتكلم بالزنجي  
مع العربي  
یہ بات حق امت میں ہے،  
حضور ﷺ کو ان کا علم ہے ورنہ  
خطاب کا فائدہ باطل اور بے معنی  
خطاب لازم آئے گا جیسے حبشی کسی  
عربی سے گفتگو کریں۔

(نور الانوار، ۹۳)

۲۔ علامہ محمد علاء الدین حسنی شرح منار میں فرماتے ہیں یہ جو کہا کہ اس  
سے مراد کی معرفت کی امید ہی نہیں۔

فی حقنا دون الرسول صلی  
الله علیه وسلم  
یہ ہمارے حق میں ہے نہ کہ رسول  
اللہ ﷺ کے حق میں۔

(افاضة الانوار، ۹۶)

۳۔ امام محمد امین بن عابدین شامی نے اس پر امام فخر الاسلام اور امام شمس  
الائمہ کا حوالہ بھی نقل کیا۔  
(نسمات الاسحار: ۹۶)

۴۔ اسی منار کے شارح امام عزالدین عبداللطیف ابن الملک (۸۰۱) نے  
اسی مقام پر امام فخر الاسلام کے حوالہ سے لکھا متشابہ کے بارے میں جو  
کہا گیا اس کا علم دنیا میں ہو سکتا بلکہ آخرت میں ہوگا اور انزال متشابہ کا

مقصد ابتلاء ہے۔

اور یہ ہماری بات ہے کیونکہ حضور  
ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

هذا في حقنا لان المتشابهات  
كانت معلومة للنبي عليه السلام  
(شرح المنار، ۳۶۷)

۵۔ امام شمس الدین محمد حمزہ الفناری (۸۳۴) نے متشابہ کی تعریف ہی ان  
الفاظ میں کر دی ہے:

جس کا ادراک امت کو حاصل نہیں  
ہو سکتا ہاں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے  
بتانے سے جانتے ہیں۔

ملا طريق لدرکه للامة اما  
النبي عليه السلام فريما تعلمه  
باعلام الله تعالى

(فصول البدائع، ۱: ۸۶)

۶۔ علامہ محمد فیض الحسن نے حاشیہ حسامی میں ملا جیوں کے الفاظ نقل کر دیئے  
ہیں۔ (التعلیق الحامی: ۱۰)

۷۔ انہوں نے ہی باب افعال النبی ﷺ میں لکھا۔

رسول اللہ ﷺ سب سے کامل ہیں  
حتیٰ کہ ان متشابہات کا علم بھی رکھتے  
ہیں جنہیں امتی نہیں جان سکتے۔

ورسول الله صلى الله عليه  
وسلم اكمل الناس في ذلك  
حتى كان يعلم المتشابه الذي  
لا يعلمه احد من الامة

(التعلیق الحامی، ۹۱)

۸۔ انہوں نے ہی حاشیہ اصول شاشی میں متشابہ کی تعریف کرتے ہوئے  
لکھا جس کی معرفت دنیا میں نہ ہو سکے۔

یہ بات امت کے اعتبار سے ہے  
رہا حضور ﷺ کا معاملہ تو آپ  
وقت نزول سے انہیں جانتے ہیں  
آپ کے لیے ان متشابہات اور  
دیگر قرآن میں کوئی تفریق نہیں  
ورنہ سفاہت لازم آئے گی کیونکہ  
غیر مفہوم خطاب لغو ہوتا ہے۔

بالنسبة الى الامة واما بالنسبة  
الى النبي عليه الصلاة والسلام  
فمعلوم وقت نزول القرآن  
بلا تفرقة بينه و بين سائر  
القرآن كيلا يلزم السفه لان  
التخاطب لا يفهم المخاطب  
سفه (عمدة الحواشي: ٤٢)

۹۔ آگے متشابہ کی تقسیم و حکم بیان کرتے ہوئے لکھا قیام قیامت کے بعد ہم  
بھی اس سے آگاہ ہو جائیں گے۔

یہ امت کے حق میں ہے لیکن حضور  
ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں ورنہ  
خطاب بلا فائدہ ہو جائے گا۔

هذا في حق الامة واما في حق  
النبي عليه السلام فكان معلوما  
والاتبطل فائدة التخاطب  
(ايضاً، ٤٣)

۱۰۔ مولانا برکت اللہ نے بھی حاشیہ اصول شاشی میں یہی الفاظ نقل کر  
دیئے ہیں۔ (احسن الحواشی، ۲۵)

۱۱۔ مفسر قرآن شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی ”حکمہ التوقف فیہ ابداً“ (متشابہ میں  
ہمیشہ خاموشی اختیار کی جائے گی) کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ہمارے حوالہ سے بات ہے ورنہ  
اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ متشابہات کا  
علم رکھتے ہیں۔

في حقنا لان النبي صلى الله عليه  
وسلم كان يعلم المتشابهاات  
(النامی، ۱: ۲۱)



۱۲۔ امام فخر الاسلام ابوالحسن علی بزدوی (۴۸۲) اجتہاد نبوی پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ علم میں تمام انسانوں سے آگے ہیں حتیٰ کہ آپ پر متشابہات بھی آشکار ہیں جو دوسروں پر مخفی ہیں لہذا نصوص کے معانی کا آپ پر مخفی ہونا محال ہے۔

لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اسبق الناس فی العلم حتی وضع له ماخفی علی غیرہ من المتشابہ فمحال ان یخفی علیہ معانی النصوص (اصول بزدوی مع الکشف ۳: ۳۹۱، غایۃ التحقیق شرح الحسامی ۳۰۲)

۱۳۔ اس کی شرح میں شیخ حسام الدین حسین سغناقی (۷۱۴) نے کہا امام کے الفاظ ”حتی وضع له ماخفی“

اس بات پر دلیل ہیں کہ نبی ﷺ متشابہ کے بارے میں جانتے ہیں۔

دلیل علی ان النبی علیہ السلام کان یعلم المتشابہ (الکافی شرح بزدوی، ۳: ۱۵۶۸)

انہوں نے ہی دوسرے مقام پر متشابہ کی تعریف نقل کر کے کہا۔

یہ امت کے حوالہ سے ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

هذا فی حق الامۃ واما فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانه یعلم المتشابہ باعلام اللہ تعالیٰ (الکافی، ۱: ۲۳۹)

۱۴۔ اس کے دوسرے شارح امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) شیخ بزدوی کے الفاظ کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

واما المعقول فهو ان الاجتهاد  
مبنى على العلم بمعانى النصوص  
و رسول الله صلى الله عليه  
وسلم اسبق الناس فى العلم اى  
اكملهم فيه حتى كان يعلم  
المتشابه الذى لا يعلمه احد من  
الامة بعده

عقلی دلیل یہ ہے کہ اجتہاد معانی  
نصوص کے علم کی بنا پر ہوتا ہے  
رسول اللہ ﷺ علم میں تمام سے  
کہیں آگے ہیں یعنی سب سے  
کامل ہیں حتیٰ کہ ان متشابہات  
سے بھی آگاہ ہیں جنہیں امت میں  
سے کوئی نہیں جانتا۔

(کشف الاسرار، ۳: ۳۹۱)

۱۵۔ امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود (۷۳۷ھ) اجتہاد نبوی ﷺ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

لانه اسبق الناس فى العلم وانه  
يعلم المتشابه والمجمل فمحال  
ان يخفى عليه معانى النصوص  
(التنقيح، ۲: ۴۹۲)

آپ ﷺ علم میں تمام سے کہیں  
آگے ہیں اور آپ متشابہ اور مجمل  
سب کو جانتے ہیں تو معانی نصوص کا  
آپ پر پوشیدہ رہنا محال ہے۔

۱۶۔ امام ابوبکر محمد بن احمد سرحسی (۴۹۰) بھی حضور ﷺ کے اجتہاد مبارک پر رقمطراز ہیں۔ اجتہاد معانی نصوص کے علم پر مبنی ہوتا ہے۔

ولاشك ان درجته فى ذلك  
اعلى من درجة غيره وقد كان

بلاشبہ آپ ﷺ کا اس میں درجہ تمام  
سے کہیں بلند ہے آپ متشابہات

کا علم رکھتے ہیں جن کے معنی سے  
کوئی امتی آگاہ نہیں۔

يعلم المتشابه الذي لا يقف  
احد من الامة بعده على معناه

(اصول السرخسی، ۲: ۹۴)

شیخ ملا خسرو (المتوفی ۸۸۰ھ) اسی مسئلہ پر لکھتے ہیں متشابہ کا معلوم نہ

ہونا امت کا معاملہ ہے۔

اور نبی اکرم علیہ الصلاة والسلام اللہ  
تعالیٰ کے بتانے سے ان کا علم  
رکھتے ہیں۔

واما النبي عليه السلام فر بما  
يعلمه باعلام الله تعالى

(مرآة الاصول فی شرح مرقاة

الوصول، ۱: ۴۱۲)

۱۷۔ مولانا عبدالعلی محمد (المتوفی ۱۲۲۵ھ) امام ابن الہمام کی عبارت فیہ

مالایفہم (قرآن میں ایسی چیزیں ہیں جو ہماری سمجھ سے بالا ہیں) پر  
لکھتے ہیں امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے

اس بات کو رسول اللہ ﷺ کے  
علاوہ کے مخصوص رکھا ہے اور یہی  
مناسب و درست ہے اور یہ کیسے نہ  
ہو کہ غیر مفہوم خطاب باری تعالیٰ  
کے شایان شان نہیں۔

خصوصا المسألة بما عدا

رسول الله ﷺ وهو الالیق

والاصوب کیف لا والخطاب

بما لایفہمہ المخاطب لا یلیق

بجنابہ تعالیٰ

(فواتح الرحموت، ۲: ۲۲)

آگے چل کر اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں اگر کچھ

قرآنی آیات کا علم نہ ہو سکے۔ تو پھر خطاب لایعنی ہو جائے جو متصور

بھی نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے وہاں مخاطب صرف رسول  
اللہ ﷺ ہوں اور آپ اس سے  
آگاہ ہوں ہمارا نزاع و اختلاف  
آپ ﷺ کے علاوہ میں ہے۔

لعل المخاطب به رسول الله  
صلى الله عليه وسلم و اصحابه  
الصلاة والسلام وهو فاهم  
والنزاع انما هو فميين سواه  
عليه وعلى آله و اصحابه  
الصلاة والسلام

(فواتح الرحموت، ۲: ۲۴)

۱۹۔ امام ابن امير الحاج (۸۷۹ھ) نے بھی ان دونوں آئمہ سے یہی نقل کیا  
ہے۔ (التقریر والتجیر، ۱: ۲۱۲)

### اعتراضات کا جواب

امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) نے متعدد اعتراضات نقل کر کے جواب  
بھی دیا ہے۔ ہم یہاں وہ تمام نقل کر دیتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے یہ موقف ظاہر قرآن کے مخالف ہے اگر وقف ”الا

اللہ“ پر ہو جیسا کہ سلف کہتے ہیں تو۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ کو  
بھی دوسروں کی طرح متشابہ کا علم  
نہیں۔

هو يقتضى ان لا يعلمه الرسول  
كغيره من العباد

اور اگر وقف ”و الرسخون فى العلم“ پر ہو تو لازم آئے گا۔

لا يكون الرسول مخصوصاً  
بعلمه  
ان تشابهات کا علم آپ ﷺ کے  
ساتھ مخصوص نہ رہے۔

جواب: اگر وقف ”الا اللہ“ پر ہو تو آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوگا۔  
وما يعلم احد تاويله بدون  
اللہ کی تعلیم کے بغیر اس کی تاویل  
تعلیم اللہ  
کوئی نہیں جان سکتا۔

اس پر ایک اور آیت مبارکہ کو تائید میں لائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:  
قل لا يعلم من في السموات  
والارض الغيب الا الله  
فرماؤ نہیں جانتا آسمانوں اور زمین  
کا غیب مگر اللہ۔

(سورة النمل ، ۶۵)

اسی کا مفہوم بھی یہی ہے۔

لا يعلم بدون تعليم الله الا الله  
غیب اللہ کی تعلیم کے بغیر، اللہ کے  
سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو یہاں الا بمعنی غیر ہے جب صورت حال یہ ہے:

جاز ان يكون الرسول مخصوصاً  
بالتعليم بدون اذن بالبيان لغيره  
فيعني غير معلوم في حق غيره  
جائز ہے رسول تعلیم کے ساتھ  
مخصوص ہو اور دوسروں کے لیے  
بیان کی اجازت نہ ہو تو ان کے حق  
میں یہ غیر معلوم ہیں۔

## دوسرا اعتراض

اس پر دوسرا اعتراض اٹھایا کہ یہاں حصر ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی

جانتا ہے:

جب تعلیم الہی سے ان متشابہات کا علم اس آیت کے نزول سے پہلے آپ ﷺ کو حاصل ہے تو حصر کیسے درست ہوگا؟

اذا صار الرسول صلى الله عليه وسلم عالماً بالمتشابہات النازلة قبل نزول هذه الآية بالتعليم لا يستقيم الحصر

پھر مناسب یہ تھا کہ لفظ اللہ کے ساتھ رسول کا بھی اضافہ ہوتا "وما

يعلم تاويله الا الله ورسوله"

جواب: اس کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

یہ جائز ہے اس آیت کے نزول کے بعد تعلیم حاصل ہوئی ہو تو اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہ رکھتے ہوں۔

يجوز ان يكون التعليم حاصلًا بعد نزول هذه الآية فلا يكون الرسول عالماً بالمتشابہة قبل نزولها

لہذا آیت میں حصر درست و قائم رہا۔

دوسرا جواب۔

آیت غیب کی طرح ہی اس آیت میں تاویل ہوگی جس طرح وہاں غیر کے لیے تعلیم غیب کے باوجود حصر باقی رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی غیر کو تعلیم سے حصر باقی ہی رہے گا۔

آیت مبارکہ نشانہ ہی کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا علم رکھتا ہے اور جسے وہ آگاہ فرما دے کیا آیت غیب میں علم غیب کا حصر باری تعالیٰ کے

ان الآية دلت على حصر العلم على الله عزوجل وعلى من علمه الله بالتاويل الذي ذكر الاترى ان تلك الآية تو جب

ساتھ نہیں؟ تو اپنی تعلیم کے ذریعے  
اس کا کسی دوسرے کو اس پر آگاہ  
فرمانا ممنوع نہیں جیسا کہ ایک جگہ  
فرمان الہی ہے۔ عالم الغیب فلا  
یظہر علی غیبہ احد الا من  
ارتضی من رسول۔

حصر علم الغیب علی اللہ  
تعالیٰ ثم لا یمتنع ان یعلمہ غیر  
اللہ بتعلیمہ کما قال تعالیٰ  
عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ  
احدا الا من ارتضی من رسول  
(کشف الاسرار، ۳: ۹۱، ۳۹)

تو یہاں بھی معاملہ اسی طرح ہی ہے۔

یہ تمام گفتگو امام ابن امیر الحاج (المتوفی، ۸۷۹) نے بھی انہی کے  
حوالہ سے نقل کی ہے۔ (التقریر شرح التحریر: ۲۱۳)

### اسی کی تائید

درج ذیل اہل علم کی گفتگو بھی اسی کی تائید کر رہی ہے۔ محکم اور متشابہ  
کی بحث میں وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا عبدالعلی محمد  
نظام الدین انصاری لکھتے ہیں اصحاب کرامات اولیاء کرام سے متشابہات کے  
معانی منقول ہیں اور انہیں ریاضات اور مجاہدات کے دوران ایسے معانی بغیر قصد  
وکسب حاصل ہوتے ہیں جو نہ سنے اور نہ دیکھے۔

تو تاویل آیت میں حق یہی ہے،  
اسلاف نے جو کہا متشابہات کے  
مفہوم سے آگاہی نہیں ہو سکتی تو ان  
کی مراد کسب و نظر سے حاصل  
ہونے والا مفہوم ہے۔

فالحق ماذ کرنا فی تاویل الایة  
والسلف انما راموا بعدم مفہومیة  
المتشابہات عدم المفہومیة  
بالکسب والنظر  
(فواتح الرحموت، ۲: ۲۴)

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

فریقین کے دلائل علم کسبی پر منطبق ہوتے ہیں جیسے کہ محکمت، تو اس میں کوئی بُعد نہیں اور یہ علم کشفی سے انکار نہیں کیونکہ یہ تو بندے کو بغیر اختیار و کسب حاصل ہو جاتا ہے۔

واعلم ان دلائل الفریقین منطبقة على العلم بالكسب وعدمه كما فى المحكمات فلا بعد ان يكون فيه لافى العلم الكشفى الذى بنال من غير اختيار من العبد فافهم

(ایضاً، ۲: ۲۴)

۲۔ اس طرح مولانا محمد عبدالحلیم لکھنوی نے نہایت واضح طور پر لکھا ہے اللہ پر ہی وقف ضروری ہے اب اعتراض وارد ہوگا۔

یلزم علی هذا ان لا يكون الرسول عليه السلام عالماً بالمتشابه

اس سے لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کے عالم نہ ہوں۔

حالانکہ آپ ﷺ ان کے عالم ہیں اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں:

ان المعنى (وما يعلم تاويله) بدون الوحي الا الله فالنبي ﷺ كان عالماً بتاويله بالوحي لا غيرہ

وما يعلم تاويله کا مفہوم یہ ہے کہ وحی کے بغیر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تو نبی ﷺ وحی کے ذریعے جانتے ہیں ہاں ان کے علاوہ اسے نہیں جانتے۔

اس کے بعد مولانا بحر العلوم کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔



واضح ہو کہ گفتگو علم کسبی میں ہے، رہا علم کشفی غیر اختیاری اگر بعض اولیاء اللہ کو حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

ثم اعلم ان الكلام فى العلم الكسبى واما العلم الكشفى الغير الاختيارى فلو حصل لبعض الاولياء الكرام فلا امتناع فيه (قمر الاقمار، ۱: ۱۸۵، ۱۸۶)

۳۔ امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی (المتوفى ۷۱۷ھ) کے الفاظ ہیں متشابہ کی تعریف یہ ہے۔

جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ اپنے بعض اولیاء کو اس پر مطلع فرمادے۔

ما استأثر الله بعلمه وقد يطلع عليه بعض اصفیائه (جمع الجوامع مع البنانی، ۱: ۲۶۸)

۴۔ اس پر شارح کمال الدین ابن ابی شریف نے کہا یہاں پر اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ اس عبارت میں تضاد ہے ابتدائی الفاظ بتاتے ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور بعد کے الفاظ اس کی نفی کر رہے ہیں اس کا جواب یوں واضح کرتے ہیں:

مخصوص ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس کے حصول کے لیے بندوں کے لیے معروف کسی طریقہ نہیں بنایا اور یہ چیز غیر معتاد طریقہ سے حصول کے منافی نہیں کیونکہ یہ طرق معروف سے نہیں پھر ہم نے دیکھا شیخ الاسلام نے بھی یہی جواب دیا۔

المراد بالاستتار انه لم يجعل للعباد الى كسبه طريقاً من الطرق المعهودة فى الكسب وهذا لا ينافى الاطلاع على غير الوجه المعتاد لانه ليس من الطرق المعهودة ثم رأيت شيخ الاسلام اجاب بنحو ذلك (ايضاً)

۵۔ جمع الجوامع کے دوسرے شارح شیخ احمد بن قاسم عبادی (المتوفی ۹۹۴) نے بھی بعینہ یہی گفتگو نقل کر دی ہے (الایات البینات، ۲: ۷۹)۔

۶۔ محشی المنار شیخ یحییٰ الرہاوی نے ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا:

معناه انه لا يعلمه احد الا الله  
بنفسه لا انه لا يعلمه احد اصلا  
لجواز ان يعلمه بالهام الحق  
(حاشیہ المنار، ۳۶۸)

اس کا معنی یہ ہے کہ اسے بذاتہ اللہ  
تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ نہیں  
کہ اسے کوئی جان ہی نہیں سکتا  
کیونکہ اللہ کے الہام کے ذریعہ  
اسے جانا جاسکتا ہے۔

۷۔ امام شہاب الدین احمد خفاجی (۱۰۶۹) مذہب شافعی کو تقویت دیتے ہوئے متشابہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

والذی اختص الله تعالى به من  
علم الغیب هو علمه تفصیلاً و  
زماناً من غیر واسطه اصلاً فلاینا  
فیه علم بعض الاولیاء والانبیاء  
علیہم الصلاة والسلام له  
بواسطه ذلك او الہام من الله  
(عناية القاضي على تفسير  
البيضاوی ۱: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو علم غیب  
مخصوص ہے وہ علم تفصیلی و دائمی ہے  
اس میں بالکل کسی کا واسطہ نہیں تو  
بعض انبیاء اور اولیاء کو ان کا علم ہو  
جانا اس کے منافی نہیں کیونکہ اس  
میں واسطہ اور الہام الہی کا ذریعہ  
موجود ہے۔

کیا اس میں اختلاف نہیں؟

سوال: آپ دھڑا دھڑا حوالہ جات دیتے جا رہے ہیں کیا اس مسئلہ میں

اہل علم کا اختلاف نہیں؟ اگر ہے تو اسے بھی نقل کر دیں اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ بندہ نے جن کتب کا حوالہ دیا ہے ان میں کسی جگہ اس سے اختلاف بیان نہیں ہوا، سب نے اسے احناف کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے اگر ان میں کسی کے مطالعہ میں آئے تو فقیر کو ضرور مطلع کیا جائے ہاں ایک جگہ امام ابن امیر الحاج نے شرح التحریر میں کشف الاسرار کے حوالہ سے امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ پر اعتراض اور اس کا جواب تحریر کیا اور لکھا:

ولا يعرى عن بحث لمن تحقق  
محقق کی بحث سے یہ معاملہ خالی  
(التقرير والتحبير، ۱: ۲۱۵) نہیں۔

ان کے علاوہ مذکورہ کتب میں اشارۃً بھی اختلاف ذکر نہیں کیا بلکہ نہایت ہی واضح انداز میں لکھا کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے سرور عالم ﷺ کو عطا فرمایا ہے اور اس پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب بھی دیا جیسا کہ پیچھے تفصیلاً گزرا۔

مگر حق یہی ہے

کچھ کتب میں اختلاف کا تذکرہ ہے مگر انہوں نے بھی تصریح کر دی ہے کہ سرور عالم ﷺ کا متشابہات کو جاننا ہی حق ہے۔

۱۔ علامہ محمد بن ولی از میری (المتوفی ۱۱۰۲ھ) ملا خسرو کی عبارت واما النبی علیہ السلام فر بما يعلمہ کے تحت لکھتے ہیں۔

اختلفوا فی ان النبی علیہ السلام هل علم المتشابہات  
اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے

اولا قيل لا وقيل علم ولكن

الله تعالى امره بكتمه وعدم

اظهاره قيل وهو الحق

(حاشیہ از میری علی مرآة الاصول، ۱: ۴۱۲)

ہیں یا نہیں؟ بعض نے کہا نہیں،

بعض نے کہا رکھتے ہیں لیکن اللہ

تعالیٰ نے آپ کو اسے مخفی رکھنے اور

عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے اور

اسی کو حق قرار دیا ہے۔

۲۔ شیخ محمد عبدالرحمن المحلاوی حنفی بحث الممتشابہ میں لکھتے ہیں کیا حضور ﷺ

متشابہات کا علم رکھتے ہیں، اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا نہیں اور بعض کے

نزدیک رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ

نے آپ ﷺ کو اسے مخفی اور اس

کے عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے

اور حق قول بھی یہی ہے۔

قيل لا وقيل علم ولكن الله

تعالى امره بكتمه و عدم

اظهاره وهو الحق

(تسهيل الوصول، ۹۱ مطبوعه

اداره الصديق ملتان)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی حروف مقطعات پر لکھتے ہیں:

میرے نزدیک حق یہی ہے کہ یہ

متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے

درمیان راز ہیں۔

والحق عندي انها من

المتشابهات وهي اسرار بين

الله تعالى و بين رسوله ﷺ

(المظهری: ۱، ۱۴)

اصحاب اصول تفسیر

یہاں تک ہم نے اصحاب اصول فقہ خصوصاً احناف اصولیین کی رائے

عمداً پیش کی کیونکہ ان کے ہاں آیت مذکورہ میں وقف ”الا اللہ“ پر ہے اس سے کسی کو مغالطہ ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے یہ لوگ حضور ﷺ کے لیے متشابہات کا علم نہ مانتے ہوں لیکن انہوں نے اس وہم کے ازالہ کے لیے ہر مقام پر تصریح کر دی کہ امت متشابہات سے اگرچہ آگاہ نہیں مگر حبیب خدا ﷺ ان سے آگاہ ہیں۔ دیگر اصولیین کے حوالہ جات ہم نے اس لیے ذکر نہیں کیے کہ وہ تو دیگر اہل علم کے لیے بھی متشابہات کا علم مانتے ہیں، اب ہم اصحاب اصول تفسیر کے کچھ حوالہ جات ذکر کر رہے ہیں جن سے ہمارا موقف خوب نکھر کر سامنے آ جائے گا۔

۱۔ امام ابو محمد عبداللہ، بن مسلم بن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۷۶) اس مسئلہ پر نہایت ہی واضح انداز میں رقمطراز ہیں، ہم ان میں سے نہیں جو کہتے ہیں کہ متشابہ کا علم، راسخین فی العلم کو نہیں ہے کیونکہ یہ قول غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن اس لیے نازل کیا۔

تاکہ بندوں کو اس سے نفع ہو اور اپنے منشا سے انہیں آگاہی دے اگر متشابہ کوئی جان ہی نہیں سکتا تو ہم پر ملحدین طعن کرتے ہوئے اعتراض کر سکتے ہیں۔

لینفع به عبادہ ویدل به علی  
معنی ارادہ فلو کان المتشابہ  
لا یعلمہ غیرہ للزمنا للطاعن  
مقال و تعلق علینا بعلہ

اس کے بعد حضور ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کیا کسی آدمی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کو نہیں جانتے؟ تو جب ”وما یعلم تاویلہ الا

وہل یجوز لاحد ان یقول ان  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم لم یکن یعرف المتشابہ؟

اللہ“ پر وقف کے باوجود رسول اللہ  
کا جاننا جائز ہے تو پھر دیگر ربانیین  
کا جاننا بھی جائز ہوگا۔

واذا جاز ان يعرفه مع قول الله  
تعالى وما يعلم تاويله الا الله  
جاز ان يعرفه الربانيون من  
صحابته

اس پر آگے چل کر یہ دلیل بھی دیتے ہیں:

ہم نے مفسرین کو نہیں دیکھا کہ  
قرآن کے کسی حصہ کی تفسیر سے یہ  
کہتے ہوئے توقف کریں کہ یہ متشابہ  
ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے بلکہ  
انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ کہ  
سورتوں کی ابتداء میں آنے والے  
حروف مقطعات کی بھی تفسیر کی ہے۔

فانالم نرالمفسرين توقفوا عن  
شئى من القرآن فقالوا هذا  
متشابه لايعلمه الا الله بل  
امروه كله على التفسير حتى  
فسروا الحروف المقطعة فى  
اوائل السور

(تاویل مشکل القرآن: ۹۸ تا ۱۰۰)

۲۔ امام بدرالدین زرکشی (المتوفی ۷۹۳ھ) رقمطراز ہیں:

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ  
کہے رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں  
رکھتے۔

لايسوغ لاحد ان يقول ان  
رسول الله صلى الله عليه  
وسلم لم يعلم المتشابه

(البرهان فى علوم القرآن، ۲: ۸۴)

۳۔ متشابہات کو اہل علم جانتے ہیں یا نہیں؟ اس پر دلائل ذکر کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں اس سے یہ اختلاف بھی سامنے آیا۔

هل فى القرآن شئى لاتعلم  
الامة تاويله؟ (ايضاً، ۸۵)

کیا قرآن میں ایسی شے ہے جس  
کے معنی سے امت آگاہ نہ ہو؟

ان کی یہ عبارت نہایت ہی قابل توجہ ہے کیونکہ اس میں سوال یہ ہے  
کہ کیا ایسا ہے کہ قرآن کے کچھ حصہ سے امت آگاہ نہیں جس سے واضح ہو رہا  
ہے کہ آگاہ نہ ہونے کا معاملہ امت کا ہو سکتا ہے رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہو سکتا۔  
یہی بات بڑی تفصیل کے ساتھ علماء احناف کے حوالہ سے گزری ہے۔

۳۔ آگے متشابہ کی تقسیم کرتے ہوئے کہا ایک یہ ہے اس کا معنی  
مشتبہ ہو جائے مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ان البقر تشابه علينا  
بے شک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا  
(سورة البقره، ۷۰) ہے۔

دوسرا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے موافق ہو مثلاً ارشاد مبارک ہے۔

کتا بامتشابها مثنى  
کتاب آپس میں مشابہ اور بار بار  
(سورة الزمر: ۲۳) پڑھی جانے والی ہے۔

اس کے بعد رقمطراز ہیں اگر قرآن میں متشابہ سے اول مفہوم مراد ہے۔

فالظاهر انه لا يمكنهم الوصول  
الى مراده وان جاز ان يطلعهم  
عليه بنوع من لطفه لانه  
اللطيف الخبير وان كان  
المراد الثانى جاز ان يعلموا  
مراده (ايضاً، ۸۵)

تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد تک  
پہنچنا ناممکن ہے اگرچہ یہ جائز کہ اس  
کے کرم خاص سے اس سے آگاہی  
حاصل ہو کیونکہ وہ لطیف خبیر ہے اور  
اگر مراد دوسرا معنی ہے تو اس کی مراد  
سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔

## حضور کا جاننا، امت کا متفقہ موقف

پیچھے بھی یہ بات گزری، اوپر بھی امام ابن قتیبہ (المتوفی ۲۷۰) اور امام زرکشی (المتوفی ۷۹۴) نے اپنے موقف پر نہایت ہی اہم دلیل یہی بیان کی کہ جب ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ پر وقف کیا جائے تو چاہیے رسول اللہ ﷺ بھی ان سے آگاہ نہ ہوں حالانکہ وہ تمہارے (احناف وغیرہ) ہاں بھی ان سے آگاہ ہیں یعنی اگر وقف پر زور ہے تو رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کا انکار کرو حالانکہ اس کا انکار نہیں بلکہ اعلانیہ کہتے ہو رسول اللہ ﷺ ان سے آگاہ ہیں جیسا کہ ہم نے پیچھے کثیر حوالہ جات درج کر دیئے ہیں کیا اس گفتگو سے یہ آشکار و واضح نہیں ہو رہا کہ رسول اللہ ﷺ تمام (دونوں فریق) کے ہاں متشابہات کا علم رکھتے ہیں خواہ وقف اسم جلال پر ہو یا راسخون فی العلم پر۔ زیادہ سے زیادہ معاملہ اسم جلال پر وقف کی صورت میں ہی پریشانی لاحق کرتا ہے تو اس کا ازالہ ان لوگوں نے ہر جگہ کر دیا ہے۔ اور اسی بات کی طرف اشارہ آئمہ تفسیر نے کر دیا ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ تمام امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۵۔ امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱) امام ابن نقیب کے

حوالہ سے علوم قرآن کی تقسیم یوں کرتے ہیں کہ اس کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ ایسے علوم جن پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا بلکہ

ان اسرار کو اپنے لیے مخصوص فرمایا۔



وہ ذات اقدس کی کنہ کی معرفت اور  
وہ غیوب جنہیں وہی جانتا ہے  
بالاتفاق اس میں کسی کے لیے گفتگو  
جائز نہیں۔

من معرفة کنہ ذاته و غیوبہ  
التي لا يعلمها الا هو وهذا  
لا يجوز لاحد الكلام فيه بوجه  
من الوجوه اجماعاً

۲۔ ایسے علوم جو اسرار قرآن ہیں ان پر حضور ﷺ کو اس نے آگاہ

فرمایا۔

اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی  
مخصوص ہیں، ان میں سوائے آپ  
ﷺ کے دوسرا کلام نہیں کر سکتا یا  
آپ جسے اجازت دیں۔

واختصه به وهذا لا يجوز  
الكلام فيه الا له <sup>صلى الله</sup> <sup>عليه وسلم</sup> اول من  
اذن له

اس کے بعد امام ابن نقیب فرماتے ہیں۔

سورتوں کے اوائل (حروف  
مقطعات) اس دوسری قسم میں شامل  
ہیں اور بعض نے انہیں قسم اول میں  
شامل کیا ہے۔

واوائل السور من هذا القسم  
وقيل من القسم الاول  
(الاتقان، ۲: ۴۵۴)

ان الفاظ میں واضح طور پر انہوں نے حروف مقطعات کا علم سرور عالم

ﷺ کے ان علوم میں سے مانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ﷺ کو عطا  
فرمائے ہیں انہیں آپ ﷺ ہی بیان کر سکتے ہیں یا جنہیں آپ ﷺ نے  
اجازت مرحمت فرمائی۔

## مفسرین کرام کی آراء

اب تک ہم نے اصولیین (فقہ و تفسیر) کی آراء نقل کی ہیں اب ہم کچھ مفسرین کی آراء اس موضوع پر نقل کیے دیتے ہیں، پچھلی بات ذہن میں تازہ کر لیں کہ احناف کے علاوہ تقریباً تمام اہل علم یہ مانتے ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ، رسوخ فی العلم رکھنے والوں کو بھی عطا کرتا ہے لہذا ان کے نزدیک حضور سرور عالم ﷺ ان سے بطریق اولیٰ آگاہ ہوں گے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے آچکا۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵) حروف مقطعات پر تفصیلی گفتگو کے دوران لکھتے ہیں:

والحق عندی انها من المتشابہات  
وہی اسرار بین اللہ تعالیٰ و بین  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
لم یقصد بها افہام العامة بل افہام  
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم  
ومن شاء افہامہ من کمل اتباعہ  
(المظہری، ۱: ۱۴)

ہمارے نزدیک حق یہی ہے کہ یہ  
متشابہات میں سے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ  
اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان  
راز ہیں ان سے مقصود عوام کو آگاہی  
نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ  
کے کامل اتباع کرنے والوں میں  
سے جس کو چاہے ان سے آگاہی  
عطا فرمادے۔

۲۔ صدر اول سے یہی موقف ہے

امام سجاوندی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

صدر اول سے ہی حروف تہجی  
(مقطعات) کے بارے میں یہی  
منقول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس  
کے نبی ﷺ کے راز و رموز ہیں۔

المروى عن الصدر الاول فى  
الحروف التهجى انها سر بين  
الله و بين نبيه ﷺ  
(ايضاً، ۱: ۱۴)

### ۳۔ خلفاء راشدین کا موقف

اس قول کی تائید امام ناصر الدین قاضی بیضاوی (المتوفی، ۶۸۵) کی  
اس گفتگو سے بھی ہو رہی ہے ان حروف پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔  
منقول ہے کہ یہ راز اللہ تعالیٰ کے  
ساتھ مخصوص ہے، چاروں خلفاء  
راشدین اور دیگر صحابہ سے بھی یہی  
منقول ہے، ممکن ہے ان کی مراد ہو  
کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
اللہ ﷺ کے درمیان راز و رموز  
ہیں جن سے کسی دوسرے کو سمجھانا  
مقصود نہیں کیونکہ غیر مفید کے ساتھ  
خطاب بعید ہوتا ہے۔

قيل انه سراساثره الله بعلمه  
وقد روى عن الخلفاء الاربعة  
وغيرهم من الصحابة ما يقرب  
منه ولعلمهم ارادوا انها اسرار  
بين الله تعالى ورسوله و رموز  
لم يقصد بها افهام غيره اذ بعد  
الخطاب بما لا يفيد  
(انوار التنزيل، ۱: ۹۳)

امام شہاب الدین احمد خفاجی (المتوفی، ۱۰۶۹) نے اس عبارت کی  
تفصیل میں جو کچھ لکھا وہ قابل توجہ ہے لکھتے ہیں بیضاوی کے بعض نسخوں میں  
”استاثره الله بعلمه“ ہے (ہمارے نسخہ میں واقعہ یہی الفاظ ہیں جیسے کہ اوپر

(عبارت شاہد ہے)

الضمير للرسول ﷺ ای  
اکرمہ اللہ بعلمہ دون غیرہ  
وهذا القول ارتضاه كثير من  
السلف والمحققين

(عنایۃ القاضی، ۱: ۲۷۶)

آگے ”لعلہم ارادوا“ پر لکھتے ہیں:  
ضمير ارادوا للخلفاء اولهم و  
لذا هبنا الى هذا القول

ضمير رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹی  
ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ  
کو ان کے علم سے نوازا ہے نہ کہ  
دوسروں کو، اس قول کو کثیر اسلاف  
اور محققین نے اختیار و پسند کیا ہے۔

اس کی ضمیر خلفاء کی طرف فقط یا ان  
کی طرف اور اس قول کو اختیار کرنے  
والوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔

پھر لکھتے ہیں علامہ بیضاوی نے ان الفاظ میں حضرت امام شافعی کی تائید کی ہے:

ان الله والبراسخين يعلمونه كما  
سيأتي تحقيقه في آل عمران  
والذي اختص الله تعالى به من  
علم الغيب هو علمه تفصيلاً و  
زماناً من غير واسطة اصلاً فلا  
ينافيه علم بعض الاولياء والانبيا  
عليهم الصلاة والسلام له بواسطة  
ذلك او الهام من الله

(ایضاً، ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ اور راسخین متشابہات کا علم  
رکھتے ہیں عنقریب اس کی تحقیق  
سورۃ ال عمران میں آرہی ہے اور  
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص علم غیب  
سے مراد اس کا تفصیلی و زمانی اور بغیر  
کسی واسطہ کا علم ہے تو بعض اولیاء و  
انبیاء علیہم السلام کا کسی واسطہ یا اللہ  
تعالیٰ کے الہام سے انہیں جاننا اس  
کے منافی نہیں۔

۳۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں مقطعات و متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے:

مافہمہ النبی ﷺ ولا احد من اتباعہ  
حتی کہ انہیں حضور ﷺ اور آپ کے متبعین میں سے کوئی نہیں جانتا۔

اس کا جواب ورد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وہذا بعید جداً فان الخطاب  
للافہام فلولم یکن مفہمۃ کان  
الخطاب بہا كالخطاب بالمہمل  
او الخطاب بالہندی مع العربی  
ولم یکن القرآن باسره بیان  
وہدی ویلزم ایضاً الخلف فی  
الوعد بقولہ تعالیٰ ثم ان علینا  
بیانہ فانہ یقتضی ان بیان القرآن  
محکمہ ومتشابہہ من اللہ تعالیٰ  
للنبی ﷺ واجب ضروری  
(المظہری، ۱: ۱۳)

یہ بات نہایت بعید نا قابل قبول ہے  
کیونکہ خطاب سمجھانے کے لیے ہوتا  
ہے اگر اس سے کچھ سمجھ نہ آئے تو  
متشابہات کے ساتھ خطاب، بے  
معانی الفاظ کے ساتھ خطاب یا  
ہندی زبان میں عربی کے ساتھ  
خطاب کی طرح ہو جائے گا اور نہ  
ہی تمام بیان و ہدایت رہے گا اور  
پھر اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی بھی  
خلاف ورزی لازم آئے گی جو ان  
الفاظ مبارکہ سے ہوئی ”ثم ان  
علینا بیانہ“ جس کا تقاضا یہ ہے  
کہ حضور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کا  
تمام قرآن خواہ محکم ہے یا متشابہہ کا  
بیان لازم و ضروری ہے۔

۵۔ حاشیہ میں متشابہ کی تقسیم کی اور لکھا حروف مقطعات، ید، وجہ اور استواء علی العرش کا بیان و تفصیل حضور ﷺ سے منقول نہیں اور یہ متشابہ بمعنی الاخص ہے اس قسم کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے حتیٰ کہ حضور ﷺ بھی نہیں جانتے اکثر علماء کی یہی رائے ہے، بعض نے کہا حضور ﷺ انہیں جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے متبعین میں سے جسے چاہے ان کا علم عطا فرمادے۔

وهو المختار عندی وما یدل  
علی هذا من اقوال الصحابة  
مذکور فی الكتاب  
موجود ہیں۔

(المظہری، ۱: ۱۲)

۶۔ ایک اور مقام پر اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں:

فمن الجائز ان یعلم اللہ  
سبحانہ رسولہ من اسمائہ و  
صفاته بالمقطعات ما لم یعلمہ  
قبلہ غیرہ  
یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی  
ﷺ کو اپنے اسماء صفات اور  
مقطعات کا علم عطا فرمائے جو  
دوسروں کو عطا نہیں فرمایا۔

اس کے بعد آگے جا کر لکھتے ہیں۔

فالہم اللہ سبحانہ نبیہ <sup>صلی اللہ</sup> <sub>وسلم</sub> معنی  
تلک الحروف و صفتها کما  
الہم آدم علیہ السلام معانی سائر  
تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو  
ان حروف کے معانی اور صفات کا علم  
عطا فرمایا جیسا کہ حضرت آدم علیہ

السلام کو تمام اسماء کے معانی سے

(حاشیہ المظہری، ۱: ۱۵) آگاہ فرمایا۔

۷۔ وما يعلم تاویلہ الا اللہ کے تحت لکھتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ذاتی طور پر تشابہات کو کوئی نہیں جان سکتا البتہ اگر اللہ تعالیٰ آگاہ فرما دے تو دوسرا جان سکتا ہے تو یہاں حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اور اسے اضافی قرار دینا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا بعض قرآن کا حضور ﷺ کے لیے بیان نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم ان علینا بیانہ کے ساتھ بیان قرآن کا آپ ﷺ سے وعدہ کر رکھا ہے اس کی کچھ تفصیل ہم نے بھی ابتداء مقالہ میں دی ہے آئیے قاضی صاحب کے الفاظ پڑھیے۔

تشابہات کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر دو سرا نہیں جان سکتا اور ان کی معرفت کے لیے لغت عرب کا علم کافی نہیں تو یہاں حصر اضافی ہے اس کی نظیر یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”لا يعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ“ یعنی غیب اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی دوسرا نہیں جانتا تو یہ آیت مبارکہ اس پر دال نہیں کہ حضور ﷺ اور

ای لایجوز ان یعلمہ غیرہ تعالیٰ الا بتوقیف منہ ولایکفی لمعرفتہ العلم بلغة العرب فالحصر اضافی نظیرہ قوله تعالیٰ لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یعنی لا یعلم الغیب غیرہ تعالیٰ الا بتوقیف منہ فهذه الآية لاتدل علی ان النبی ﷺ وبعض الکمل من اتباعه لم یکن عالمین بمعانی المتشابہات کیف، وقد قال اللہ

تعالیٰ ثم ان علينا بيانه فانه يقتضى  
ان بيان القران محكمه و متشابه  
من الله تعالى للنبي ﷺ واجب  
ضرورى لا يجوز ان يكون شئ  
منها غير مبين له عليه السلام  
والايخلو الخطاب عن الفائدة  
ويلزم الخلف فى الوعد والحق  
ماحققنا فى اوائل سورة البقرة ان  
المتشابهات هى اسرار بين الله  
تعالى و بين رسوله ﷺ لم  
يقصد بها افهام العامة بل افهام  
الرسول و من شاء افهامه من  
كامل اتباعه بل هى مما لا يمكن  
بيانها للعامة وانما يدرکها اخض  
الخواص بعلم لدنى مستفاد بنوع  
من المعية الذاتية او الصفاتية  
الغير المتكيفة

(المنظہر ی، ۲: ۱۱)

بعض کاملین امت متشابہات کے  
معانی سے آگاہ نہیں اور یہ کیسے  
ہوسکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقدس  
فرمان ہے ”ثم علينا بيانه“ اس کا  
تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے حضور ﷺ کے لیے تمام قرآن  
محکم و متشابه کا بیان لازم و ضروری  
ہے اور یہ جائز نہیں کہ اس سے کوئی  
شے بیان نہ کی گئی ہو ورنہ خطاب  
فائدہ سے خالی ہو جائے گا اور وعدہ  
کی خلاف ورزی لازم آئے گی حق  
وہی ہے جس کی تحقیق ہم نے سورۃ  
بقرہ کی ابتدا میں کر دی کہ متشابہات  
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ  
کے درمیان راز ہیں ان سے عوام کو  
سمجھانا مقصود نہیں بلکہ اپنے رسول  
ﷺ اور منتخب بعض کامل اتباع  
کرنے والوں کو اس سے سمجھانا ہے  
بلکہ یہ ایسے راز ہیں جن کا بیان عوام  
کے لیے ناممکن ہے ان کا ادراک



خواص کے لیے بذریعہ علم لدنی ہوتا ہے جو معیت ذاتیہ یا صفاتیہ سے مستفاد ہے اور ان کی کیفیت سے آگاہی نہیں ہو سکتی۔

یاد رہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی مسلم طور پر حنفی عالم ہیں۔

مومن شک بھی نہیں کر سکتا

۸۔ علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی ۱۲۷۰) اوائل سور (حروف مقطعات) پر بڑی تفصیلی گفتگو میں فرماتے ہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ہر کتاب میں اسرار ہوتے ہیں اور قرآنی اسرار، اوائل سور ہیں، امام شعبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار کی طلب مت کرو۔

بین المجین سرلیس یفشیہ قول ولا قلم للخلق یحکیہ  
(اہل محبت کے درمیان کچھ مخفی ایسے راز ہوتے ہیں جنہیں مخلوق کے لیے کوئی تحریر و تقریر واضح نہیں کر سکتی۔

فلا یعرف بعد رسول اللہ ﷺ  
الا الاولیاء الورثۃ فہم یعرفونہ  
من تلک الحضرة وقد تنطق  
لہم الحروف مما فیہا کما  
کانت تنطق لمن سبح بکفہ  
الحصی و کلمہ الضب والظبی  
(روح المعانی، ۱: ۱۳۶)

رسول اللہ ﷺ کے بعد انہیں آپ کے وارث اولیاء ہی جان سکتے ہیں اور انہیں اس بارگاہ سے ہی یہ فیض نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ یہ حروف ہمکلام ہو کر اپنے معانی سے آگاہ کرتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ سے گو، ہرن اور ہتھیلی

کے پتھروں نے گفتگو کی۔

انہوں نے ہی پیچھے ایک اعتراض نقل کیا تھا کہ اگر متشابہات کو ہم نہیں جانتے تو پھر یہ خطاب مہمل ہو جائے گا جو باطل ہے اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں یہ اعتراض اٹھانے والا خواہ کس قدر فاضل ہو خود اس کا اعتراض مہمل ہے۔

لانه ان اراد افهام جميع الناس  
فلانسلم انه موجود في العلمية  
وان اراد افهام المخاطب بها  
وهو هنا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فهو مما  
لايشك فيه مؤمن وان اراد  
جملة من الناس فياحيها اذا  
رباب الذوق يعرفونها وهم  
كثيرون في المحمديين والحمد  
لله..... وجهل امثالنا بالمراد  
منها لا يضر

(ايضاً)

اس لیے کہ اگر اس کی مراد خطاب سے تمام لوگوں کا افہام مراد ہے تو یہ ہم نہیں مانتے کہ علمیت میں موجود ہے اور اگر اس کی مراد افہام مخاطب ہے (اور وہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے) تو کوئی مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب کے سمجھنے میں شک کر ہی نہیں سکتا اور اگر فی الجملہ لوگوں کا افہام ہے تو آؤ ہم دکھاتے ہیں ارباب ذوق ان کا علم رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امت میں کثیر لوگ ہیں والحمد للہ..... ہاں ہم جیسے لوگوں کا نہ جاننا کوئی مضر نہیں۔

## مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ انکار نہیں کر سکتا

سابقہ عبارت میں علامہ آلوسی نے تصریح کی کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اس بارے میں کوئی مومن شک ہی نہیں کر سکتا، دوسرے مقام پر اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جو شخص مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ ہے وہ کبھی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا، علماء احناف کی طرف سے آٹھویں سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے مخاطب ہو اور ابتلاء کے لیے انہیں اس کی معرفت حاصل نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد عبادات ہم پر لازم فرمائی ہیں اور ہم ان کے راز سے آگاہ نہیں اس پر اعتراض اٹھایا اور اگر مراد یہ ہے کہ خلق اسے اپنے کسب و فکر سے نہیں جان سکتی تو یہ درست ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ مخلوق اسے مطلقاً نہیں جان سکتی نہ اجمالاً نہ تفصیلاً اور نہ نبی و ولی وحی و الہام کے ذریعہ سے جان سکتے ہیں۔

فوجود مثل هذا المخاطب به  
فی القرآن فی حیز المنع  
تو قرآن مجید میں ایسے کلام کا وجود  
ہم تسلیم نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ متشابہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ  
مخصوص فرمایا ہے۔

لا یمنع تعلیمہ للنبی ﷺ بواسطة  
الوحی مثلاً ولا القاء فی روع  
الولی الكامل مفصلاً لکن  
لا یصل الی درجة الاحاطة بعلم  
وہ بواسطہ وحی، حضور ﷺ کے مفصل  
حصول علم کا انکار نہیں کرتے اور نہ  
ہی ولی کامل کے دل میں القاء کا  
البتہ علم باری تعالیٰ کی طرح یہ علم

محیط نہیں ہوگا، اگر ہم اسے مفصل نہ  
مانیں تو کم از کم مجمل ضرور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ و ان لم یکن مفصلاً  
فلا اقل من ان یکون مجملاً  
اس کے بعد رقمطراز ہیں۔

ان کا انکار وہ آدمی ہرگز نہیں کر سکتا  
جو حضور ﷺ کے مقام اور اولیاء  
کاملین کے رتبہ کو جانتا ہے ہاں اتنا  
کہا جائے گا وہ ان کا احاطہ اور انہیں  
اپنے نظر و فکر سے حاصل نہیں  
کر سکتے۔

ومنع هذا وذاک ممالا یکاد  
یقول بہ من یعرف رتبة النبی  
ﷺ ورتبة اولیاء امتہ الکاملین  
وانما المنع الاحاطة ومن معرفته  
علی سبیل النظر والفکر  
(روح المعانی، ۳: ۱۱۶)

### اہم نوٹ

یہاں یہ پہلو نہایت ہی اہم ہے کہ تمام عبارات میں صرف رسول اللہ  
ﷺ کے علم کی تصریح ہی نہیں بلکہ اولیاء کاملین کے بارے میں بھی تصریح ہے کہ  
وہ بھی اگرچہ کسب سے نہیں ہاں وہب سے ان کا علم رکھتے ہیں تو کیا اس کے  
بعد یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں نہیں جانتے؟ یہی وجہ  
ہے علامہ آلوسی نے تصریح کر دی کہ اس معاملہ میں آپ ﷺ کے بارے میں  
کوئی مومن شک نہیں کر سکتا بلکہ جو مقام نبی علیہ السلام سے آگاہ ہے وہ ہرگز  
ایسی بات زبان پر نہیں لاسکتا۔

۱۰۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، نے آلم کے تحت لکھا:

”ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصل معنی تک اوروں کی

رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہیں اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمائے۔“ (تفسیر عثمانی: ۳)

محترم قارئین صاحب اب فرمائیے۔

- ۱۔ کیا اس بارے میں خاصا اختلاف ہے؟
- ۲۔ کیا کسی نے یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ بعض تشابہات کا علم رکھتے ہیں تمام کا نہیں۔
- ۳۔ کیا معمولی نوعیت کے اختلاف کو اہل علم (احناف) نے قابل اعتنا سمجھا ہے۔

۴۔ کیا احناف نے مخالفت کرنے والوں کا رد نہیں کیا؟

۵۔ آپ ﷺ تشابہات کا علم رکھتے ہیں کیا اسی کو حق و صواب قرار نہیں دیا؟

۶۔ کیا آپ کے والد گرامی کا فرض نہیں تھا کہ وہ احناف کے اس موقف کو سامنے لاتے جسے امت نے حق و صواب قرار دیا ہے کیونکہ معاملہ مفتی احمد یار خاں نعیمی کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا ہے لیکن جس انداز میں انہوں نے اس موقف کو تحریر کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہی ہے۔

جب تشابہات کے بارے میں حقیقت یہ ہے تو اب باقی معاملات پر گفتگو مناسب دکھائی نہیں دیتی چونکہ آپ نے اٹھائے ہیں اس لیے ان پر بھی کچھ گزارشات کیے دیتے ہیں۔

## اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے

یہاں ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے اکابرین کے کچھ حوالہ جات بھی درج کر دیئے جائیں تاکہ ہمارا موقف خوب مضبوط اور مستحکم ہو جائے اور انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

۱۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے ”آلم“ کے تحت لکھا:

ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصل معنی تک اوروں کی رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہیں اور رسول ﷺ کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمائے۔“ (تفسیر عثمانی: ۳)

۲۔ فاضل دیوبند مفتی محمد ابراہیم شرح اصول شاشی میں اسی مسئلہ کو یوں واضح کرتے ہیں:

قرآن کے تمام متشابہات امت کے اعتبار سے متشابہات ہیں نبی علیہ السلام کے اعتبار سے نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام ان سب کے معانی پر واقف تھے۔“ (خلاصۃ الحواشی، ۴۶)

۳۔ مولانا سید مظہر الحق سہارنپوری متشابہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس میں بیان کی بھی امید نہیں اور یہ امت کے اعتبار سے ہے ورنہ حضور ﷺ کو ان کے متعلق پوری معلومات حاصل تھیں ورنہ خطاب مہمل ہو جاتا۔“ (مصباح الحواشی، ۵۶)

۴۔ فاضل دیوبند مولانا عبدالحفیظ نے شرح نور الانوار میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے کہ متشابہات حضور ﷺ پر اشکار ہیں پھر اعتراض کر کے جواب

بھی دیا۔

اعتراض:

جب مراد صرف اللہ کو معلوم ہے تو سوال ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی ان کی مراد معلوم تھی یا نہیں لفظ اللہ پر وقف کے وجوب کا مطلب تو بہر حال یہی ہے کہ اس کی مراد صرف اللہ کو معلوم ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی مراد معلوم نہیں حالانکہ یہ سابقہ بیان کے خلاف ہے جبکہ سابق میں گذر چکا کہ تشابہات کی مراد جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھی ورنہ مخاطب سے کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔

جواب:

باری تعالیٰ کا فرمان ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ کے معنی ”وما یعلم تاویلہ بدون الوحی الا اللہ“ یعنی تشابہات کی مراد وحی کے بغیر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور حضور کو وحی کے ذریعے ان کی مراد معلوم تھی اس تاویل کے بعد اللہ کا استثناء بھی درست ہوگا اور جناب رسول اللہ ﷺ کا مراد پر واقف ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ (اشرف الانوار، ۲، ۴۸، ۴۹)

۵۔ استاذ الحدیث دیوبند مولانا جمیل احمد سکروڈوی شرح اصول شاشی میں تشابہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ خیال رہے کہ یہاں سے پہلے ان کی مراد کا معلوم نہ ہونا امت کے ساتھ خاص ہے ورنہ رسول ﷺ ان کی مراد سے واقف تھے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کو بھی ان کی مراد معلوم نہ ہو تو

ان کے ساتھ آپ کو خطاب کرنے کا فائدہ باطل ہو جائے گا اس طرح نبی کے حق میں غیر معلوم المراد کی صورت میں مجمل اور متشابہ کے ساتھ کلام کرنا باطل ہوگا اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ چونکہ خود باطل ہوتا ہے اس سے نبی کے حق میں مجمل اور متشابہ کا غیر معلوم المراد ہونا بھی باطل ہوگا، اس کی تائید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

”فی کل کتاب سرور فی القرآن هذه الحروف“ ہر کتاب میں کچھ راز کی باتیں ہوتیں ہیں اور قرآن میں اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان راز کی باتیں یہ حروف ہیں، الحاصل یہ بات ثابت ہوگئی کہ مجمل اور متشابہات کی مراد اگرچہ امت میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے لیکن نبی ﷺ کو معلوم ہے۔ (اجمل الحواشی: ۱۳۰)

۶۔ مولانا عبدالغفار دیوبندی نے شرح اصول شاشی میں متشابہ کی بحث میں لکھا۔ تعریف: جس کلام میں اتنا خفا ہو کہ شارع کی طرف سے امت کے حق میں بیان آنے کی امید ہی دنیا میں ختم ہوگئی ہو، امت کی قید اس لیے ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کلام کی مراد کا علم ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ متشابہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک راز ہوتا ہے اور یہ راز امت کے لیے آخرت میں کھلے گا۔ (صفوۃ الحواشی، ۱۶۷)

۷۔ استاذ الحدیث دیوبند مولانا جمیل احمد سکروڈوی نے شرح نور الانوار میں اس پر تفصیلاً لکھا ہے۔

شارح نور الانوار ملا جیون نے فرمایا کہ ہم حنفیوں کے نزدیک متشابہ کی مراد کا یقینی طور پر معلوم نہ ہونا امت کے حق میں ہے یعنی یہ بات ہمارے



نزدیک مسلم ہے کہ متشابہ کی یقینی طور پر مراد کسی امتی کو معلوم نہیں ہے اور رہا رسول ہاشمی ﷺ کا معاملہ سو آپ کو متشابہات کی مراد معلوم تھی۔ اس لیے کہ اگر رسول اکرم ﷺ کے لیے متشابہات کی مراد کا معلوم نہ ہونا تسلیم کر لیا جائے تو متشابہات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرنے کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور العیاذ باللہ مہمل کلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خطاب کرنا لازم آئے گا جیسے کسی آدمی کا عرب کے رہنے والے شخص کے ساتھ حبشی زبان میں کلام کرنا یعنی جس طرح تکلم بالمہمل اور تکلم بالزنجی مع العربی باطل ہے اسی طرح نبی کے حق میں غیر معلوم المراد ہونے کی صورت میں متشابہات کے ساتھ کلام کرنا بھی باطل ہوگا اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ چونکہ خود باطل ہوتی ہے اس لیے نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا بھی باطل ہوگا اور جب نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا باطل ہے تو معلوم المراد ہونا ثابت ہوگا، اس کی تائید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسی قول سے بھی ہوتی ہے ”فی کل کتاب سرّ و سرّ فی القرآن هذه الحروف“ ہر کتاب میں کچھ راز کی بات ہوتی ہے اور قرآن میں اللہ اور رسول میں راز کی بات یہ حروف یعنی مقطعات قرآن ہیں پس رسول ان حروف کا راز داں اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ رسول ان کی مراد سے واقف ہو۔ بہر حال یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نزدیک متشابہات کی مراد اگرچہ امت میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے نہ علمائے راسخین کو نہ علمائے غیر راسخین کو اور نہ عوام الناس کو لیکن نبی کو معلوم ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اور عامۃ المعتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی کے علاوہ افراد امت میں سے علمائے راسخین بھی متشابہات کی مراد سے واقف ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض قرأتوں میں ”الراخون“ بغیر واؤ کے ہے اور بعض قرأتوں میں ”ویقول الراخون“ ہے اور ان دونوں صورتوں میں ”الراخون“ کا ”اللہ“ پر عطف نہیں ہوگا اور جب ”اللہ“ پر ”الراخون“ کا عطف نہیں ہے تو تشابہات کی مراد کو جاننے میں راخین اللہ کے ساتھ شریک بھی نہ ہوں گے پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ راخین کو تشابہات کی مراد معلوم نہیں ہے لیکن اس پر یہ اعتراض واقع ہوگا کہ تشابہات رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم نہ ہو اس لیے کہ ”الا اللہ“ پر وقف واجب ہونے کی صورت میں تشابہات کی مراد کا معلوم ہونا اللہ کے ساتھ خاص ہوگا اور یہ اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ تشابہات کی مراد اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہونہ رسول اللہ ﷺ کو اور نہ راخین فی العلم کو۔ حالانکہ یہ سابقہ بیان کے خلاف ہے کیونکہ سابق میں گذر چکا ہے کہ تشابہات کی مراد رسول اکرم ﷺ کو معلوم تھی ورنہ مخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے قول ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ کے معنی ہیں ”وما یعلم تاویلہ بدون الوحی الا اللہ“ یعنی تشابہ کی مراد بغیر وحی کے سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ تشابہ کی مراد معلوم تھی، پس اس صورت کے اندر آیت میں اللہ کا استثناء بھی درست ہوگا اور رسول اکرم ﷺ کا تشابہ کی مراد سے واقف ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔

(قوت الاخیار، ۲: ۵۰، ۵۱)

بقیہ چار کا معاملہ

پہلے جواب کا خلاصہ پانچ چیزیں تھیں اب تک ان میں سے پانچویں پر

گفتگو آئی۔

پہلی بات

بقیہ چار میں پہلی بات یہ ہے کہ ہماری پیش کردہ عبارت التوضیح کی نہیں

بلکہ التنقیح کی ہے۔

ا۔ گذارش یہ ہے کہ ہم نے اسے کب توضیح کی عبارت قرار دیا ہے ہم

نے اس عبارت کے بارے میں کہا تھا کہ یہ صاحب توضیح کی عبارت

ہے دیکھئے ہمارے اعتراض میں دو دفعہ یہ الفاظ ہیں۔

الف۔ حالانکہ صاحب توضیح کی یہ اگلی تصریح آپ کو بھی دیکھ لینی

چاہیے تھی۔ ”لان النبی اسبق الناس فی العلم وانه یعلم

المتشابه“

ب۔ پھر اس عبارت کے ترجمہ کے بعد ہمارے الفاظ ہیں۔

صاحب توضیح تو نہایت ہی اعلانیہ طور پر حضور ﷺ کے لیے متشابه کا

علم مان رہے ہیں ممکن ہے یہ مقام آپ کی نگاہوں سے اوجھل رہ گیا

ہو؟

اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خود آپ نے ہمارا جو

اعتراض نقل کیا ہے اس میں بھی صاحب توضیح کا ہی لفظ ہے، پھر دیکھ

لیجئے۔

(نصرة العلوم، ۳۳۷)

اب سوال یہ ہے کہ کیا التنقیح (جو انہی کی ہے) کی عبارت کو صاحب توضیح کی عبارت کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کہا جاسکتا ہے تو الحمد للہ ہم سچے ہیں کیونکہ جب پوری کتاب التنقیح کو صاحب توضیح کی کتاب کہا جاسکتا ہے تو اس کی ایک عبارت کے بارے میں ایسا کیوں نہیں کہا جاسکتا ہاں اگر ایسا کہنا درست نہیں تو پھر آپ سچے ہیں، الغرض ہم نے اسے توضیح کی عبارت نہیں لکھا بلکہ اسے صاحب توضیح کی عبارت قرار دیا جو واقع کے مطابق ہے۔

۲۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حوالہ آگے التوضیح کا ہے نہ کہ التنقیح کا، لیکن ہم اس سلسلہ میں عرض کریں گے ہم نے عرف کا خیال رکھتے ہوئے ایسا کیا کیونکہ اس کتاب کا نام ”التوضیح والتلوّح“ ہی مشہور ہے، آپ کسی بھی نصاب کو اٹھائیں اس میں اس کا یہی نام ملے گا۔

۳۔ کیا التنقیح، صاحب توضیح کی کتاب نہیں؟ اگر ہے جیسا کہ آپ نے جواب میں لکھا: ”پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ التنقیح اور التوضیح متن اور شرح کا مصنف ایک ہی ہے۔ (ایضاً، ۳۳)

پھر ہم نے کون سا مغالطہ کھایا، ہم نے بھی یہی کہا کہ صاحب توضیح نے یہ لکھا ہے۔

۴۔ آپ نے جب اسے التنقیح کی عبارت تسلیم کیا ہے تو اسے صاحب توضیح کی کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

۵۔ جب ہماری پیش کردہ عبارت موجود ہے اور وہ صاحب توضیح ہی کی

ہے پھر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کیا ضرورت؟

## دوسری بات

آپ کا فرمان کہ بندہ کو التنقیح اور التوضیح میں فرق معلوم نہیں اس پر کچھ کہنا مناسب نہیں ہاں یہ ضرور کہنا چاہیے کہ آپ کو جب توضیح اور صاحب توضیح کا فرق معلوم ہے تو پھر ہم پر یہ اعتراض کیوں؟

## تیسری بات

پھر آپ نے کہا چونکہ التنقیح اور التوضیح کی عبارت میں تعارض ہے اور تعارض کے وقت بعد والی عبارت کا اعتبار ہوتا ہے لہذا ہم شرح کی عبارت کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ متشابہات کا علم کسی کو نہیں ملا، آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

”قاعدہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی عبارات کا بظاہر تعارض ہو تو اس کی بعد والی بات کا اعتبار ہوتا ہے۔ التنقیح متن ہے اور التوضیح شرح ہے اور متن یقیناً پہلے اور شرح بعد میں ہوتی ہے تو اعتبار التوضیح کی عبارت کا ہوگا جس میں صراحت ہے۔ ”ولم یظہر احد امن خلقه علیہ“ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا۔ (نصرة العلوم ۳۳)

## ہماری گذارشات

۱۔ ماتن نے پوری کتاب کی شرح لکھی اگر شرح لکھتے وقت اس کی رائے وہ بن چکی تھی جو آپ بیان کر رہے ہیں تو پھر افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر وہ کیوں خاموش گزر گئے؟

۲- وہاں ان کا فرض نہیں تھا کہ وہ تصریح کرتے ہیں نے متن میں جو یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں یہ غلط ہے اب میری رائے یہ ہے کہ آپ کو بھی ان کا علم نہیں دیا گیا جیسا کہ میں نے ابتدا کتاب میں تصریح کر دی ہے۔

۳- عبارات کے درمیان آپ تعارض فرما رہے ہیں مصنف کو یہ تعارض کیوں دکھائی نہ دیا؟

۴- کسی شارح یا محشی نے اس تعارض کی نشاندہی کی یا یہ آپ کو ہی محسوس ہوا ہے۔

۵- اگر کسی نے ان عبارات میں تعارض مانا ہے تو اس کی نشاندہی آپ کا فرض ہے۔

۶- کیا یہ وہی صورت حال نہیں جو پہلے حوالہ جات کے ساتھ واضح کر دی ہے کہ امت پر متشابہات کا علم اشکار نہیں ہاں رسول ﷺ پر اشکار ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اور یہ بات حواشی اصول شاشی سے لے کر آخر تک تمام کتب میں موجود ہے۔

۱- مثلاً جب صاحب اصول الشاشی نے کہا کہ مجمل و متشابہ کی مراد چونکہ بیان سے پہلے کسی پر اشکار نہیں ہوتی لہذا اس وقت تک ان کے حق ہونے کا اعتقاد ضروری ہے، اس سے مغالطہ ہو سکتا تھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ پر بھی یہ اشکار نہ ہوں تو اہل علم نے وہاں یہ تصریح کر دی کہ یہ معاملہ فقط امت کا ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا، مزید حوالہ جات

ملاحظہ کر لیجئے۔

مولانا برکت اللہ حاشیہ اصول شاشی میں واضح کرتے ہیں متشابہ کی جو تعریف کی گئی ہے کہ دنیا میں اس سے آگاہی نہیں ہو سکتی۔

بالنسبة الى الامة واما بالنسبة الى النبي عليه الصلاة والسلام فمعلوم وقت نزول القرآن بلا تفرقة بينه و بين سائر القرآن كيلا يلزم السفه لان التخاطب بما لا يفهم المخاطب سفه  
 (احسن الحواشي، ۲۵)

یہ امت کا معاملہ ہے رہا معاملہ حضور ﷺ کا تو آپ انہیں وقت نزول سے جانتے ہیں آپ کے ہاں ان میں اور بقیہ قرآن میں کوئی تفریق نہیں۔ ورنہ سفاہت لازم آئے گی کیونکہ مخاطب کو ایسے الفاظ سے خطاب کرنا بے وقوفی ہوتی ہے جو اسے سمجھ نہ آئیں۔

کچھ دیگر حواشی اصول شاشی کے حوالہ جات پہلے بھی آچکے ہیں۔

۲۔ جب امام نسفی نے المنار میں متشابہ کی تعریف کی کہ جس کی معرفت مراد کی امید ہی ختم اور وہ اس کا معنی ہرگز کسی پر آشکار نہیں ہو سکتا تو شیخ احمد ملا جیون نے اس کی شرح میں لکھا:

هذا في حق الامة واما في حق النبي ﷺ فكان معلوما والا تبطل فائدة التخاطب ويصير التخاطب بالمهمل كالتكلم  
 یہ امت کے حق میں ہے اور حضور ﷺ کو متشابہات معلوم ہیں ورنہ فائدہ تخاطب باطل اور تخاطب مہمل کے ساتھ لازم آئے گا۔ جیسے

بالزنجی مع العربی کوئی حبشی، عربی سے کلام کرے۔

(نور الانوار، ۹۳)

۳۔ حسامی لے لیجئے (جس کا آپ کے والد گرامی نے بھی حوالہ دیا) متشابہ کی تعریف میں لکھا۔

ملاطریق لدر کہ اصلا جس کے درک کا ہرگز کوئی طریق نہیں۔

اس کے تمام شارحین بشمول علماء دیوبند (جیسا کہ پہلے آیا) نے تصریح کی ہے کہ یہ بات امت کے حوالہ سے ہے نہ کہ حضور ﷺ کے حوالہ سے، اس کے ایک مسلم شارح مفسر القرآن شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی کے الفاظ درج کر دیتے ہیں جب صاحب حسامی نے کہا اس کی مراد پر دائمی خاموشی لازم ہے تو شارح نے لکھا اور ساتھ اصول فقہ کے امام کا بھی حوالہ دیا۔

فی حقنا لان النبی ﷺ کان  
 یعلم المتشابہات کما صرح بہ  
 فخر الاسلام فی اصولہ  
 (النامی، ۳۱)

کہ یہ ہمارے (امت) حق میں  
 ہے کیونکہ نبی ﷺ تمام متشابہات کا  
 علم رکھتے ہیں، جیسا کہ اس پر امام  
 فخر الاسلام نے اصول بزدوی میں  
 تصریح کی ہے۔

آپ کے علم میں ہے کہ یہ تمام حواشی اور شروحات ان متون سے بعد کے ہیں۔

یہاں اس طرف بھی متوجہ ہونا ضروری ہے کہ اگر امام صدر الشریعہ کی عبارت میں تعارض ہے تو ان تمام اہل علم کی عبارات میں بھی تعارض ماننا پڑے گا لیکن یہ بات کوئی صاحب فہم و شعور نہیں کہہ سکتا کیونکہ انہوں نے عمداً یہ



تصریحات کی ہیں تاکہ کسی کو تعارض نظر ہی نہ آئے الغرض اگر حبیب خدا ﷺ کے لیے متشابہات کا علم نہ مانیں تو تعارض ہی تعارض اور اگر مان لیا جائے تو ایک تعارض ہی نہیں بلکہ تمام اشکالات ختم حتیٰ کہ صحت قرآن و اسلام پر بھی حرف نہیں آئے گا۔

۴۔ کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ مصنف نے شرح کے وقت بھی اپنا متن والا موقف ہی ثابت رکھا کہ آپ ﷺ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ اپنے متن۔

لانہ اسبق الناس فی العلم وانہ  
یعلم المتشابہ والمجمل فمحال  
ان یخفی علیہ معانی النصوص

آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے  
کہیں آگے ہیں اور آپ ﷺ تمام  
متشابہات اور مجملات کا علم رکھتے  
ہیں تو معانی نصوص کا آپ پر مخفی  
ہونا محال ہے۔

کے تحت صرف یہ اضافہ کیا۔

المراد بها العلل  
معانی سے مراد (ان کی) علل ہیں۔

(التوضیح، ۲: ۴۹۲)

۵۔ ان الفاظ کے ذریعے انہوں نے یہ حقیقت آشکار کر دی کہ آپ ﷺ تو  
نصوص (متشابہ و مجمل سمیت) سے ہی فقط آگاہ نہیں بلکہ ان کی علل  
سے بھی آگاہ ہیں۔

## چوتھی بات

آپ کے پہلے جواب میں چوتھی بات یہ ہے کہ التنقیح کی عبارت میں اذا شرطیہ ہے جو واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ تمام متشابہات کا علم نہیں رکھتے، آپ کے الفاظ ہیں۔

”اور التنقیح کی عبارت کا مفہوم کتاب کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھ کر یہی ثابت ہوتا ہے کہ متشابہ اور مجمل کا اس قدر علم مراد ہے جس سے نص کے معانی ظاہر ہوں اسی لیے آگے عبارت ہے ”فاذا وضح له لزومه العمل“ پس جب آپ کے سامنے اس (متشابہ اور مجمل کے وضاحت ہوگی تو اس پر عمل ضروری ہوگا مصنف نے اذا شرطیہ کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے کہ جس سے مراد یہ ہے کہ جب وضاحت آپ کے سامنے ہوگی تو عمل ضروری ہوگا اور جب ظاہر نہ ہوگی تو عمل بھی نہ ہوگا اگر مصنف کے ہاں مجمل اور متشابہ کا بالکل علم مراد ہوتا تو وہ یوں کہتا کہ جب تمام جملات اور متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو تمام آپ کے سامنے واضح ہوں گے اس لیے سب متشابہات اور جملات پر عمل ضروری ہے۔

(نصرة العلوم، ۳۴)

## حقیقت یہ ہے

حقیقت یہ ہے کہ امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود (۷۲۲) کی عبارت کا ہرگز یہ مفہوم نہیں جو آپ نے سمجھا ہے کہ ”اگر علم ہوا تو عمل کریں گے اور اگر علم نہ ہوا تو عمل نہیں“ بلکہ وہ تو اعلانیہ طور پر کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ تمام نصوص (خواہ وہ مجمل ہیں یا متشابہ) کا علم رکھتے ہیں بلکہ آپ پر معافی

نصوص کا مخفی و پوشیدہ رہنا محال ہے اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے ہم ان کی تمام عبارت سامنے لاتے ہیں۔

مختار یہی ہے کہ حضور ﷺ پر اجتہاد لازم و ضروری ہے اس پر چوتھی

دلیل دیتے ہوئے لکھا۔

چونکہ آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے کہیں آگے ہیں اور آپ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں کیونکہ آپ پر نصوص کے معانی کا پوشیدہ و مخفی ہونا محال ہے تو جب آپ پر یہ واضح ہیں تو عمل بھی لازم ہوگا۔

لانه اسبق الناس في العلم وانه يعلم المتشابه والمجمل فمحال ان يخفى عليه معاني النصوص فاذا وضح له لزمه العمل (التنقيح مع التوضيح، ۴۹۲)

پھر جب انہوں نے ان کلمات کی شرح کی تو صرف ان الفاظ کا اضافہ کیا۔

المراد بها العلل

کہ معانی سے مراد علل ہیں۔

کہ آپ ﷺ پر نصوص کے معانی کیسے مخفی ہوں گے جبکہ آپ ﷺ تو ان نصوص کی علل سے بھی واقف ہیں۔

یاد رہے امام صدر الشریعہ نے اجتہاد نبوی ﷺ پر چوتھی دلیل دیتے

ہوئے جو الفاظ تحریر کیے ہیں تقریباً امام فخر الاسلام بزدوی (۴۸۲ھ) کے الفاظ

بھی یہی ہیں انہوں نے لکھا۔

رسول ﷺ علم لوگوں سے کہیں

لان الرسول ﷺ اسبق الناس

آگے ہیں حتی کہ آپ ﷺ پر وہ

فی العلم حتی وضح له ماخفی

متشابہات بھی آشکار و واضح ہیں

علی غیرہ من المتشابه فمحال

جنہیں کوئی نہیں جانتا تو آپ پر  
معانی نصوص کا پوشیدہ ہونا محال ہے  
جب آپ کے لیے یہ واضح ہیں تو  
عمل (اجتہاد) لازم کیونکہ حجت عمل  
کے لیے مشروع ہے۔

ان يخفى عليه معانى النص واذا  
وضع له لزومه العمل به لان  
الحجة للعمل شرعت  
(اصول بزدوی، باب تقسیم السنۃ)

## پانچ گواہیاں

ان کی عبارت کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے اس پر پانچ گواہیاں پیش  
کر رہے ہیں۔

## پہلی گواہی، شارحین کی تائید

ہمیں ان تمام اہل علم کی تائید حاصل ہے جنہوں نے اس عبارت کی  
شرح کی ہے۔ مثلاً سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (۷۹۴) نے امام  
صدر الشریعہ کے اجتہاد نبوی ﷺ پر پانچ دلائل کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھا  
کہ انہوں نے مختار قول کی پانچ وجوہ بیان کی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد  
گرامی فاعتبروا یا اولی الابصار  
واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ پر  
اجتہاد لازم ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ  
تمام انبیاء علیہم السلام مثلاً حضرت  
داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام

الاول وجوب الاجتهاد عليه  
لعموم قوله تعالى فاعتبروا يا  
اولى الابصار والثاني وقوعه  
من غيره من انبياء عليهم  
السلام كداود عليه السلام  
وسليمان عليه السلام ولا قائل

نے اجتہاد فرمایا اور کوئی بھی اس حوالہ سے انبیاء میں فرق کا قائل نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ واقعہ ختمیہ اور جواز قبلہ صائم میں آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا چوتھی وجہ یہ کہ آپ ﷺ نصوص کے علل سے واقف ہیں اور جو بھی ان سے آگاہ ہے اس فرع پر عمل لازم ہوگا جس میں وہ علت موجود ہے اور اس کی وجہ اجتہاد ہی ہے پانچویں وجہ یہ کہ آپ ﷺ نے بہت سے امور میں صحابہ سے مشورہ لیا۔

بالفرق والثالث وقوعه منه عليه السلام في قصة الختمية وجواز قبله الصائم والرابع انه عالم بعلل النصوص وكل من هو عالم بها يلزمه العمل في صورة الفرع الذي يوجد فيه العلة وذلك بالاجتهاد والخامس انه عليه السلام شاور اصحابه في كثير من الامور

(التلويح، ۲: ۴۹۲)

اصول بزدوی کے دو شارحین کی گفتگو نقل کر رہے ہیں جو ہمارے مدعی کو خوب آشکار کر رہی ہے۔

۱۔ امام علاؤ الدین عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) اس عبارت کے تحت رقمطراز ہیں، حضور ﷺ کے اجتہاد پر ایک دلیل یہ ہے۔

اجتہاد کی بنیاد نصوص کے معانی کا علم ہے رسول اللہ ﷺ علم میں لوگوں سے کہیں آگے ہیں یعنی علم میں ان سے اکمل ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ

ان الاجتهاد مبنی علی العلم بمعانی النصوص ورسول ﷺ اسبق الناس فی العلم ای اکملهم فیہ حتیٰ کان یعلم

المتشابه الذی لا یعلمہ أحد من  
الامة بعده

متشابہات کو بھی جانتے ہیں جنہیں  
امت میں سے کوئی نہیں جانتا۔

اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ثم الشيخ رحمه الله ذكر ههنا  
ان المتشابه وضح للرسول  
عليه السلام دون غيره وهكذا  
ذكر شمس الأئمة

شیخ (فخر الاسلام) رحمہ اللہ نے  
یہاں واضح کر دیا کہ متشابہات  
حضور ﷺ پر آشکار ہیں کسی  
دوسرے پر نہیں، امام شمس الائمہ نے  
بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(كشف الاسرار: ۳، ۳۹۰)

۲۔ امام حسام الدین حسین سغناقی (۷۱۴) نے امام فخر الاسلام کے الفاظ۔  
حتی و ضح له ما خفی کے تحت لکھا۔

دلیل علی ان النبی علیہ السلام  
کان یعلم المتشابه

یہ الفاظ دلیل ہیں کہ آپ ﷺ  
متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

(الکافی شرح بزدوی، ۳، ۱۵۶۸)

کیا یہ تمام شارحین واضح نہیں کر رہے کہ متشابہات اور مجملات  
حضور ﷺ پر آشکار ہیں بلکہ وہ تو متشابہات کے علم پر اسے دلیل بنا رہے ہیں مگر  
آپ والا مفہوم تو کسی نے بھی نہیں لیا کہ اگر یہ آپ پر واضح ہوں گے تو آپ  
اجتہاد فرمائیں گے ورنہ نہیں۔

دیگر اہل علم کی تائید

اگرچہ پہلے متعدد عبارات گزری ہیں جن میں اذا کا وجود ہی نہیں لیکن

یہاں بھی کچھ کا ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ ہمارے موقف میں کوئی خفا نہ رہ جائے۔  
۱۔ امام شمس الائمہ ابوبکر بن احمد سرحسی (۴۹۰) حضور ﷺ کے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اجتہاد چونکہ نصوص کے معانی کے علم پر مبنی ہوتا ہے۔

ولا شك ان درجته عليه السلام في ذلك اعلى من درجة غيره وقد كان يعلم المتشابه الذي لا يقف احد من الامة بعده على مغاه

بلاشبہ آپ ﷺ کا درجہ دوسروں سے کہیں اعلیٰ و بلند ہے آپ ﷺ تو متشابہات کا بھی علم رکھتے ہیں جن کے معنی پر کوئی امت میں سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔

(اصول السرخی، ۲، ۹۴)

۲۔ شارح منار امام ابن الملک (۸۰۱) نے اسی کو آشکار کرتے ہوئے لکھا:  
ان المتشابهات كانت معلومة للنبي ﷺ (شرح المنار: ۳۶۶)

۳۔ علامہ محمد فیض الحسن متشابہ کی تعریف واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، امت تو اس کے مفہوم سے دنیا میں آگاہ نہیں ہو سکتی رہا معاملہ رسول اللہ ﷺ کا۔

فمعلوم وقت نزول القرآن بلا تفرقة بينه وبين سائر القرآن (عمدة الحواشی، ۷۲)

تو آپ ﷺ وقت نزول سے انہیں جانتے ہیں، آپ کے لیے ان متشابہات اور دیگر قرآن میں کوئی تفریق نہیں۔

یہ تو التَّنْقِیْحُ وَالتَّوْضِیْحُ کی عبارت پر گفتگو تھی۔

عبارت حسامی کی تشریح، استاذ حدیث و تفسیر دیوبند کی زبانی

آپ کے والد گرامی نے حسامی کی بھی ایک عبارت عدم علم پر نقل کی ہے۔ ہم پہلے وہ عبارت نقل کر دیتے ہیں پھر اس کی تشریح دارالعلوم دیوبند کے استاد حدیث و تفسیر مولانا جمیل احمد سکروڈوی کی زبانی ذکر کر دیتے ہیں، حسامی کی عبارت ہے۔ ”وہو مالا طریق لدر کہ اصلاً“

اس کی تشریح کرتے ہوئے موصوف استاد لکھتے ہیں:

یہ خیال رہے کہ متشابہات کی مراد کا معلوم نہ ہونا امت کے ساتھ خاص ہے ورنہ رسول اکرم ﷺ متشابہات کی مراد سے واقف تھے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ کے لیے متشابہات کی مراد کا معلوم نہ ہونا تسلیم کر لیا جائے تو متشابہات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرنے کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور العیاذ باللہ مہمل کلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خطاب کرنا لازم جیسے کسی حبشی کا عربی کے ساتھ حبشی زبان میں کلام کرنا درآں حالیکہ عربی حبشہ کی زبان سے ناواقف ہو پس جس طرح تکلم بالمہمل اور تکلم بالزنجی مع العربی باطل ہے اسی طرح نبی کے حق میں غیر معلوم المراد ہونے کی صورت میں متشابہات کے ساتھ کلام کرنا بھی باطل ہوگا اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ چونکہ خود باطل ہوتی ہے اس لیے نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا بھی باطل ہوگا اور جب نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا باطل ہے تو معلوم المراد ہونا ثابت



ہے اس کی تائید صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے  
 ”فی کل کتاب سرور فی القرآن هذه الحروف“ ہر کتاب میں کچھ راز  
 کی باتیں ہوتی ہیں اور قرآن میں اللہ اور رسول کے درمیان راز کی باتیں یہ  
 حروف یعنی متشابہات قرآن ہیں۔ پس رسول اللہ متشابہات کے راز داں اسی  
 وقت ہو سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ان کی مراد سے واقف ہوں۔ بہر حال یہ بات  
 ثابت ہوگئی۔ کہ متشابہات کی مراد اگرچہ امت میں سے کسی کو معلوم نہیں لیکن  
 نبی ﷺ کو معلوم ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ کے قول  
 ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم“ میں اگر الا اللہ پر وقف کیا  
 گیا تو متشابہات کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہوگا اور امت کے لوگوں کی طرح  
 رسول اللہ ﷺ بھی متشابہات کی مراد سے ناواقف ہوں گے اور جب ایسا ہے تو  
 رسول اللہ ﷺ کا متشابہات کی مراد جاننے والوں سے استثناء کرنا کیسے درست  
 ہوگا اور اگر الا اللہ پر وقف نہ کیا جائے بلکہ الراسخون پر کیا جائے تو متشابہات کے  
 علم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ خاص نہ ہوں گے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ  
 راسخین بھی متشابہات کی مراد سے واقف ہوں گے اور جب ایسا ہے تو متشابہات  
 کی مراد نے جاننے والوں سے صرف رسول اللہ کا استثناء درست نہ ہوگا بلکہ  
 راسخین فی العلم بھی اسی زمرہ میں شامل ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ..... الا  
 اللہ پر وقف ہے اور نزول آیت سے پہلے متشابہات کا علم صرف اللہ کو تھا لیکن  
 نزول آیت کے بعد رسول اللہ کو بذریعہ وحی اس کی تعلیم دے دی گئی اور آپ بھی

متشابہات کی مراد واقف ہو گئے۔ اور جب ایسا ہے تو الا اللہ پر وقف کرنے کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی متشابہات کی مراد سے واقف تھے۔ آگے جا کر لکھتے ہیں لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو ناخواندہ اور جاہل ہیں ان کی آزمائش تو یہ ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور علم سیکھنے میں مشغول ہوں اور دوسرے لوگ عالم اور پڑھے لکھے ہیں ان کی آزمائش یہ ہے کہ وہ متشابہات اور راز و نیاز کی باتوں میں سر نہ کھپائیں کیونکہ متشابہات اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں انہیں اللہ اور رسول کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا ہے۔ دونوں قسموں کی آزمائش اس طور پر ہوئی کہ ہر ایک آزمائش اس کی تمنا اور خواہش کے برعکس ہوتی ہے۔ پس جاہل کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ علم کی تحصیل اور اس میں غور و فکر کرنے کو ترک کر دیا جائے لہذا اس کو تحصیل علم اور اشتغال علم کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اور عالم کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز سے مطلع رہے لہذا اس کو ہمہ دانی کے جذبہ کو ترک کرنے کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ الحاصل متشابہات نازل فرما کر جہلاء کو تو تحصیل علم کی ترغیب دی گئی ہے اور علماء کو متشابہات میں غور و فکر کرنے سے روکا گیا ہے۔

(فیض سبحانی شرح حسامی، ۶۹۱ تا ۷۱۳)

دوسری گواہی، عبارت میں قرینہ

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ خود امام صدر الشریعہ اور امام فخر الاسلام کی عبارت میں واضح طور پر قرینہ موجود ہے کہ آپ ﷺ تمام نصوص کے معانی سے

آگاہ ہیں خواہ وہ مجمل ہیں یا متشابہ، کیا ان کے یہ الفاظ نہیں۔

فمحال ان یخفی علیہ معانی      یہ محال ہے کہ حضور ﷺ پر نصوص  
النصوص (التفیح: ۲، ۳۹۲)      کے معانی پوشیدہ و مخفی رہیں۔

کیا ان نصوص میں مجمل و متشابہ شامل نہیں؟

تیسری گواہی، عبارت میں تضاد

وہ شامل بلکہ یقیناً شامل ہیں تو اب اگر دونوں جگہ تمام نصوص بشمول مجمل

و متشابہ مراد لیے جائیں تو عبارت میں تضاد نہ ہوگا اور اگر آپ والا مفہوم لیا جائے

تو ان کی عبارات میں تضاد ہوگا پہلے فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ پر نصوص کے

معانی مخفی نہیں اور پھر فرما رہے ہیں اگر واضح ہوں گے تو پھر عمل ہوگا ورنہ نہیں۔

اس لیے ہم پر لازم ہے کہ وہی معنی کریں جو ان کا مقصود ہے اور جسے

دیگر شارحین نے بھی واضح کر دیا ہے۔

چوتھی گواہی، مجمل کا عدم علم

اگر آپ کا بیان کردہ مفہوم تسلیم کر لیا جائے تو پھر متشابہ ہی نہیں بلکہ

آپ ﷺ کو مجمل کا بھی علم نہ ہوگا کیونکہ ان کی عبارت میں جیسے پہلے متشابہ کا

ذکر ہے اس طرح مجمل کا بھی تذکرہ ہے۔ ان کے الفاظ ہیں۔

انه كان يعلم المتشابه والمجمل جب آپ نے اذا شرطیہ بنا کر

اگر مگر کا مسئلہ پیدا کر دیا تو یہاں سے یہ بھی لازم آجائے گا کہ آپ ﷺ تمام

مجملات کا علم بھی نہیں رکھتے کیونکہ تمہارا کہنا یہ ہے۔

”مصنف نے اذا شرطیہ کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے جس سے مراد یہ

کہ اگر مصنف کے ہاں مجمل و متشابہ کا بالکل علم مراد ہوتا تو وہ یوں کہتا کہ جب آپ تمام جملات اور متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو تمام آپ کے سامنے واضح ہوں گے اس لیے سب متشابہات اور جملات پر عمل ضروری ہے حالانکہ یہ نہ کسی دلیل سے ثابت اور نہ ہی اس<sup>لتنقیح</sup> اور التوضیح کی کوئی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔  
(نصرۃ العلوم: ۳۴)

اگر آپ ﷺ تمام جملات کا علم بھی نہیں رکھتے تو پھر قرآنی اجمالات کے بیان کی ذمہ داری آپ پر کیسے ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ ذمہ داری سونپی ہے۔

یہ بات اس قدر واضح ہے کہ گفتگو کی حاجت نہیں مگر پھر بھی قارئین کے سامنے چند آیات قرآنی اور ان کی تفسیر لے آتے ہیں تاکہ کوئی الجھن ہی نہ رہے۔

### ۱۔ معانی سے آگاہی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار مقامات پر حضور ﷺ کے فرائض نبوت یہ بیان فرمائے ہیں۔

(۱) تلاوت آیات

(۲) تعلیم کتاب

(۳) تعلیم حکمت

(۴) تزکیہ

آپ کسی بھی تفسیر کا مطالعہ کریں اس میں ان کے تحت مفسرین نے آشکار کیا ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو جیسے قرآن کے الفاظ سے آگاہ کیا ایسے ہی ان کے معانی سے بھی حسب مرتبہ آشکار فرمایا یہاں یہاں اجمال تھا اسے اپنے قول اور عمل سے دور کر دیا تاکہ تاقیامت لوگ اس سے رہنمائی پاسکیں اور

انہیں کوئی الجھن درپیش نہ رہے۔

## ۲۔ بیان اجمالِ حضور کی ذمہ داری

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہاں تک واضح کر دیا کہ لوگوں کے لیے قرآنی اجمال کا دور کرنا حضور ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون

اور ہم نے نازل فرمایا آپ کی طرف ذکر تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ فکر کریں۔

(سورۃ النحل، ۴۴)

یہاں ایک سوال ہوا کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام قرآن مجمل

ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے امام فخر الدین رازی (۶۰۶) رقمطراز ہیں:

ان القرآن منہ محکم ومنہ متشابہ والمحکم یجب کونہ مبینا فثبت ان القرآن لیس کلہ مجملا بل فیہ مایکون مجملا فقولہ (لتبین للناس ما نزل الیہم) محمول علی المجملات

بعض قرآن محکم اور بعض متشابہ ہے محکم کا واضح ہونا لازم ہے تو ثابت ہو گیا قرآن تمام کا تمام مجمل نہیں بلکہ اس کا بعض مجمل ہے تو یہ ارشاد ربانی (تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا) قرآنی مجملات کے بارے میں ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ظاهر هذه الآية يقتضى ان  
يكون الرسول صلی اللہ علیہ وسلم هو المبین  
لكل ما انزله الله تعالى على  
المكلفين

اس آیت کا ظاہر تقاضا کر رہا ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام  
بیان فرما دیا جو مکلفین پر اللہ تعالیٰ  
نے نازل کیا تھا۔

اس پر مانعین قیاس کا اعتراض نقل کیا کہ پھر قیاس کی ضرورت کیا؟  
جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انه صلی اللہ علیہ وسلم لما بین ان القیاس  
حجة فمن رجع فی تبیین  
الاحکام والتکالیف الی القیاس  
کان ذلک فی الحقیقة رجوعاً  
الی بیان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی واضح کیا کہ  
قیاس حجت ہے تو جو تفصیل احکام و  
تکالیف میں قیاس کی طرف رجوع  
کرتا ہے وہ درحقیقت بیان رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی رجوع کر رہا ہوتا  
ہے۔

(مفاتیح الغیب، جز ۲۰، ۲۱۲)

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد احمد قرطبی (۶۷۱) لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں  
جو احکام نازل فرمائے مثلاً نماز،  
زکوٰۃ اور دیگر اور ان کی تفصیل وہاں  
نہیں فرمائی ان تمام کو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بیان فرمانے  
والے ہیں۔

قال رسول مبین عن الله عز وجل  
مراده مما اجمله في كتابه من  
احكام الصلاة والزكاة وغير  
ذلك مما لم يفصله  
(الجامع الاحكام القرآن: ۱۰، ۹۸)

۳۔ امام عماد الدین اسماعیل ابن کثیر (۷۷۴) نے کیا ہی خوبصورت تفسیر  
کی ہے۔

(جو نازل کیا گیا ہے) ان کے رب کی طرف سے کیونکہ آپ ﷺ ان کے معانی سے آگاہ ہیں جو آپ کی طرف نازل ہوا۔ آپ اس کا خوب شوق رکھتے ہوئے اس کی اتباع بھی کرتے ہیں اور اس لیے بھی کہ ہم جانتے ہیں تم تمام مخلوق سے افضل اور اولاد آدم کے سربراہ ہو تو ان کے لیے جملات کی تفصیل اور مشکلات کا بیان کرو۔

ای من ربهم لعلمک بمعنی ما انزل اللہ الیک وحرصک علیہ واتباعک له ولعلمنا بانک افضل الخلائق وسید ولد آدم فتفصل لهم ما اجمل وتبین ما اشکل  
(تفسیر القرآن، ۲، ۱، ۵۲)

۴۔ شیخ صدیق حسن خاں قنوجی (۱۳۰۷) نے لکھا قرآن کی تفصیل سنت ہے: ان جملات کو بیان کرنے والے فقط رسول اللہ ﷺ ہی ہیں..... تو یہ آیت مبارکہ قرآن کے اجملات کے حوالہ سے ہے نہ کہ محکم اور واضح احکام کے حوالہ سے۔

والمبین لذلك المجمل هو الرسول ﷺ..... فهذه الآية محمولة علی ما اجمل فیہ دون المحکم المبین المفسر  
(فتح البیان، ۴: ۳۳)

۵۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رقمطراز ہیں۔

آج تم کو (اے محمد ﷺ) ہم نے ایسی کتاب دے کر بھیجا جو تم کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یادداشت ہے آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان

فرمائیں اور اس کی مشکلات کی شرح اور جملات کی تفصیل کر دیں۔  
(تفسیر عثمانی: ۱۴)

۶۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی کے الفاظ ہیں۔

”اور رسول اللہ ﷺ کو اس آیت میں مامور فرمایا ہے کہ آپ قرآن کی نازل شدہ آیت کا بیان اور وضاحت لوگوں کے سامنے کر دیں اس میں اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف اور احکام کا صحیح سمجھنا رسول کریم ﷺ کے بیان پر موقوف ہے۔ (معارف القرآن: ۵، ۳۴۸)

۷۔ امام تاج الدین سبکی (۷۷۱ھ) نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ”لتبين للناس“ کے تحت کیا خوب فرمایا ہے۔ یہ مبارک الفاظ بتا رہے ہیں  
اجمالاً کا۔

ان الرسول ﷺ هو المبين لا  
غيره  
بيان کرنے والے حضور ﷺ ہی  
ہیں آپ کے علاوہ کسی کی یہ شان  
نہیں۔  
(رفع الحاجب: ۳، ۳۱۳)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

والحق انه ﷺ هو المبين اذا  
لكل ورد على لسانه ﷺ فكان  
المبين لكل بالكتاب تارة  
وبالسنة تارة  
حق یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی مبين  
ہیں کیونکہ تمام کا صدور آپ ﷺ  
کی زباں مقدس سے ہوا تو تمام کے  
بیان فرمانے والے آپ ہی ہیں  
کبھی قرآن سے کبھی سنت سے۔  
(ایضاً، ۳۰۹)



### ۳۔ بیان قرآن، وعدہ الہی

قرآن مجید میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن کے تمام معانی و تشریح سے آگاہ فرما دیا خواہ ان کا تعلق قرآنی اجمالات سے ہے یا متشابہات سے، ارشاد باری تعالیٰ ہے اے نبی ﷺ۔

لا تحرك به لسانك لتعجل  
به ان علينا جمعه و قرانه فاذا  
قرانه فاتبع قرانه ثم ان علينا  
بیانہ

اپنی زبان کو اس کے سیکھنے کے لیے  
جلد حرکت میں نہ لاؤ بلاشبہ ہمارے  
ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھنا  
پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو اس  
پڑھنے کی اتباع کرو پھر ہمارا ہی ذمہ  
ہے اسے کھول کر بیان کرنا۔

(سورة القيامة، ۱۶، تا ۱۹)

۱۔ امام اسمعیل بن کثیر (۷۷۴ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تكفل الله له ان يجمعه في  
صدره وان ييسره لا دائه على  
الوجه الذي القاه اليه وان يبينه  
له ويفسره و يوضحه

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا کہ وہ  
اسے آپ کے سینہ میں جمع، اس  
کے من و عن پہنچانے اور اسے آپ  
کے لیے واضح اور خوب بیان  
فرمائے گا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں یہ تین انعامات ہوئے:

فالحالة الاولى جمعه في  
صدره والثانية تلاوته والثالثة  
تفسيره وايضاح معناه

پہلی حالت اسے آپ کے سینہ  
اقدس میں جمع کرنا دوسری اس کی  
تلاوت اور تیسری اس کی تفسیر اور

اس کے معنی کا واضح کرنا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم، ۴، ۴۳۹)

۲۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی کے الفاظ یہ ہیں۔

”ثم ان علينا بيانہ“ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہ فکر بھی اپنے اوپر نہ رکھیں کہ نازل شدہ آیات کا صحیح مفہوم اور مراد کیا ہے اس کا بتلانا سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے ہم قرآن کے ہر ہر لفظ اور اس کی مراد کو آپ پر واضح کر دیں گے..... رسول اللہ ﷺ کو ان چار آیتوں میں یہ تسلی دی گئی کہ آپ تو بھول بھی سکتے ہیں نقل میں غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے مگر حق تعالیٰ ان سب سے بالا و برتر ہے ان چیزوں کی ذمہ داری خود حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے اس لیے آپ قرآن کے کلمات کو محفوظ رکھنے یا ان کے معانی سمجھنے میں غور کرنے کی زحمت چھوڑ دیں یہ سب کا حق تعالیٰ خود انجام دیں گے۔

(معارف القرآن: ۸، ۶۷۸)

امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا کہ تمام جملات کا بیان فرمانا وعدہ الہی ہے جو اس نے کامل طور پر پورا فرمایا:

قوله تعالى ثم ان علينا بيانہ	اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک (پھر
بدل على ان بيان المجمع	بلاشبہ ہمارا ذمہ ہے اس کا بیان)
واجب على الله تعالى عندنا	واضح کر رہا ہے کہ جملات کا واضح
بالوعد والتفضل واما عند	کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر
المعتزلة بالحكمة	(ہمارے نزدیک وعدہ و فضل اور
(مفاتيح الغيب جز ۳۰، ۲۲۹)	معتزلہ کے ہاں ان حکمت کی وجہ
	سے) لازم کر رکھا ہے۔

## پانچویں گواہی، ایک اور کھلی حقیقت

اگر اب بھی کسی کو اشکال ہو تو ہم ایک اور کھلی حقیقت سامنے لا دیتے ہیں جس سے کسی کو فرار نہیں ہو سکتا امت کا موقف یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور آپ کا اجتہاد فقط قیاس تک ہی محدود ہے، جس طرح امت کے مجتہدین، الفاظ کے معانی پر غور کرتے ہیں، معانی مشترکہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتے اور نصوص میں ترجیح کے لیے مقدم و موخر کی پہچان کے لیے عمر بھر جدوجہد کرتے ہیں، حضور ﷺ ان تمام سے بالاتر ہیں آپ پر الفاظ اور نصوص کے معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے از خود آشکار ہیں اسی طرح نصوص کی تقدیم و تاخیر کا آپ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں، آپ تمام کے بارے میں جانتے ہیں کون سی نصوص مقدم اور کون سی موخر ہے، کونسی ناسخ اور کون سی منسوخ ہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ نصوص کی علل سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔

اس معاملہ کو سمجھانے کے لیے انہوں نے ہر جگہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ پر تمام نصوص کے معانی آشکار ہوتے ہیں خواہ ان کا تعلق مشترک سے ہو یا مجمل و متشابہ سے، آئیے ہر ایک کے بارے میں اہل اصول کی تصریحات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

### شان اجتہاد نبوی ﷺ

سب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ حضور ﷺ کے اجتہاد کی شان کیا ہے؟

### ۱۔ اجتہاد فقط قیاس

۱۔ امام کمال بن الہمام (۸۶۱) حضور ﷺ کے اجتہاد کے بارے میں

احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، احناف کے ہاں مختار یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آئے تو اولاً آپ ﷺ وحی کا انتظار کریں، جب وقت انتظار گزر جائے تو ثانیاً، اجتہاد کریں۔

(وہو) الاجتہاد (فی حقہ) ﷺ  
 حضور ﷺ کے حق میں اجتہاد فقط  
 یخص القیاس  
 قیاس تک ہی محدود ہے بخلاف دیگر  
 مجتہدین کے۔

۲۔ ان الفاظ کی شرح امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) نے یوں کی ہے۔

وہو فی حقہ ﷺ یخص القیاس  
 بخلاف غیرہ  
 اور حضور ﷺ کا اجتہاد فقط منصوص  
 کا حکم غیر منصوص کے لیے ثابت  
 (التحریر مع التقرير، ۳: ۳۹۲)  
 کرنا ہے جبکہ دیگر مجتہدین کا معاملہ  
 فقط یوں نہیں۔

۳۔ اس کے دوسرے شارح علامہ محمد امین المعروف امیر بادشاہ نے یہ الفاظ بڑھائیں ہیں۔

(بخلاف غیرہ) من المجتہدین  
 فانہ لایخص اجتہادہم القیاس  
 بخلاف دیگر مجتہدین کے ان کا  
 اجتہاد قیاس تک محدود نہیں۔  
 (تیسرالتحریر، ۲، ۱۸۳)

۴۔ شیخ محبت اللہ بہاری (۱۱۱۹) مسئلہ ”هل كان يحوز له عليه الصلاة والسلام الاجتهاد في الاحكام“ (کیا حضور ﷺ کے لیے اجتہاد

کامل جائز ہے) کے تحت اجتہاد نبوی کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

وهو في حقه القياس فقط آپ ﷺ کا اجتہاد فقط قیاس ہی ہے۔

اس کے تحت مولانا بحر العلوم محمد بن نظام الدین انصاری (۱۲۲۵) نے خوبصورت نوٹ لکھا۔

لا معرفة المنصوصات منصوصات کی معرفت کے لیے آپ

(فواتح الرحموت: ۲، ۱۸۰) ﷺ کو جدوجہد کی ضرورت نہیں۔

یعنی آپ ﷺ صرف منصوص حکم، غیر منصوص میں علت کی بنا پر جاری فرما دیں گے نہ آپ ﷺ کو الفاظ کے معنی میں غور و فکر اور نہ دیگر شرائط قیاس کی معرفت کی محتاجی بلکہ یہ تمام کی تمام چیزیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتدا ہی حاصل ہیں اسی لیے اصولیین نے اجتہاد نبوی ﷺ کی یہ شانیں اور امتیازات بیان کیے ہیں۔

## ۲۔ دیگر مجتہدین الفاظ میں غور و فکر کے محتاج

پیچھے آیا دیگر مجتہدین کا اجتہاد قیاس تک محدود نہیں جبکہ آپ ﷺ کا اجتہاد فقط قیاس ہے دوسرا امتیاز یہ ہے کہ دیگر مجتہدین کو دلالت الفاظ میں بھی غور و فکر کی محتاجی ہے کیونکہ بعض الفاظ میں خفا و اشتباہ اور اشتراک ہوتا ہے تاکہ ان کی مراد سے مطلع ہو کر اجتہاد کر سکیں۔

اس بات کو امام ابن الہمام (۸۶۱) نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

بخلاف غیرہ ففی دلالات  
الافاظ  
آپ ﷺ کے علاوہ مجتہدین کو الفاظ  
کی دلالت میں غور و فکر کی محتاجی ہے۔

اس کی شرح کرتے ہوئے امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) لکھتے ہیں ان کی دلالت سے مراد یہ ہے:

علی ماہو المراد منها لعروض  
خفاء و اشتباه فیہ یکون لغيره  
من الاجتهاد  
کہ دوسروں کو اجتہاد کے الفاظ کی  
مراد سے آگاہی ضروری ہے کیونکہ  
ان میں خفا و اشتباه ہوتا ہے۔

اس متن کی شرح میں علامہ امیر بادشاہ (۹۸۷) کے الفاظ بہت ہی قابل توجہ ہیں۔

ای فقد یکون الاجتهاد فی  
دلالة الالفاظ علی ماہو المراد  
منها ایضاً کما فی المجمع  
والمشکل، والخفی والمتشابه  
علی قول من یقول ان الراسخین  
فی العلم یعلمون تاویلہ فان  
الخفاء یستدعی کون المراد  
نظریاً محتاجاً الی نظر واجتهاد  
ان مجتہدین کو دلالت الفاظ میں بھی  
غور و فکر کی محتاجی ہے جیسا کہ مجمل و  
مشکل کا معاملہ ہے اس طرح خفی و  
متشابه میں بقول ان کے جو کہتے ہیں  
راسخین فی العلم متشابهات کی تاویل  
جانتے ہیں کیونکہ خفا کا تقاضا یہ ہے  
کہ ان کی مراد نظری و استدلال کی  
محتاج ہے۔

(تیسرا تحریر، ۴، ۱۸۳)

### ۳۔ مخصص عام اور مشترک وغیرہ میں

اس طرح مجتہدین کے لیے مخصص عام، مشترک اور دیگر اقسام کی معرفت اور مراد سے آگاہی کی محتاجی ہے اسے امام ابن الھمام نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

مجتہدین عام کے لیے مخصص اور  
مشترک اور دیگر اقسام کی مراد پر  
آگاہی کے حاجتمند ہوتے ہیں۔

اس کے تحت امام ابن امیر الحاج نے باقی سے مراد واضح کرتے ہوئے لکھا۔  
یعنی وہ اقسام جن کی دلالت مراد  
میں خفا ہے مثلاً مجمل و مشکل، خفی  
اور متشابہ بقول ان کے جو کہتے ہیں  
ان کی تاویل را سخین فی العلم جانتے  
ہیں۔

وفی البحث عن مخصص العام  
والمراد من المشترك وبقیہا

ای الاقسام التي فی دلالتها  
على المراد خفاء من المجمل  
والمشكل والخفی والمتشابه  
على قول القائلین الراسخ فی  
العلم يعلم تاویله

(التقریر، ۳، ۳۹۲)

دوسرے شارح علامہ محمد امین امیر بادشاہ باقی اقسام کی تفصیل اور

معرفت کی حکمت یوں لکھتے ہیں:

یعنی باقی اقسام جن کی دلالت معنی  
میں خفا ہو مثلاً مجمل اور اس کے ہم  
مثل، عام کے مخصص سے بحث اس  
لیے ضروری ہے کہ ایک تخصیص کا  
احتمال دوسری سے بعید ہے اس لیے  
کہا گیا ہر عام مخصوص البعض ہوتا  
ہے۔ باقی مشترک کی مراد سے  
بحث کرنا ضروری ہے اور اس کی  
حکمت تو ظاہر ہے۔

ای وبقی الاقسام التي فی  
دلالتها خفاء، من المجمل  
واخواته، اما البحث عن  
مخصص العام فلان احتمال  
التخصیص غیر التخصیص بعید  
ولذا قیل ما من عام وخص عنه  
البعض واما البحث عن المراد  
من المشترك فلا بد منه وهو  
ظاهر (تیسرا تقریر، ۴، ۱۸۴)

## ۴۔ بوقت تعارض دلائل میں ترجیح

چونکہ دیگر مجتہدین اس سے کماحقہ آگاہ نہیں ہوتے کہ کونسی دلیل مقدم ہے اور کون سی موخر، لہذا ان کے ہاں دلائل میں تعارض آجاتا ہے جس کی وجہ سے انہیں ترجیح کے لیے متعدد قرائن کی محتاجی پیش آتی ہے۔

امام ابن الہمام نے اس ضرورت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

(فی) الترجیح عند التعارض  
لعدم علم المتأخر  
(التحریر مع التقرير: ۳، ۳۹۲)

بوقت تعارض ترجیح میں بحث و فکر  
ضروری ہے کیونکہ ہمیں متاخر کا علم  
نہیں ہوتا۔

امام محمد امین امیر بادشاہ لکھتے ہیں کہ ماتن واضح کر رہے ہیں۔

یعنی لا بد من المتأخر فی نفس  
الامر غیر انه لیس بمعلوم  
عند المجتهد

نفس الامر میں ایک دلیل بلاشبہ  
موخر ہوتی ہے مگر مجتہدین اس سے  
آگاہ نہیں ہوتے۔

(تیسرا تحریر، ۴، ۱۸۴)

## ان کا خلاصہ

ان چار چیزوں کو خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حضور ﷺ کا فعل صرف قیاس ہے جیسے علامہ عبدالعلی محمد (۱۲۲۵) نے

ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

الحاق مسکوت بمنطوق  
مسکوت کو منطوق کے ساتھ لاحق کرنا۔



جبکہ دیگر مجتہدین کا اجتہاد قیاس کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔ انہیں ہزار ہا پاڑ ویلنے پڑتے ہیں۔

۲۔ دیگر مجتہدین کو مراد الفاظ کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑتا ہے مثلاً مجمل کا اجمال، مشکل کا اشکال اور خفی کا خفا ان کے آڑے آرہا ہوتا ہے اس طرح متشابہ کا تشابہ، بقول ان لوگوں کے جو متشابہ کا علم راسخین کے لیے مانتے ہیں۔

۳۔ اس طرح انہیں خاص، عام، مشترک، مؤول کے مفہیم اور مخصوص مقامات پر ان کے تعین کی محتاجی ہوتی ہے۔

۴۔ انہیں دلائل میں تعارض پیش آتا ہے پھر ترجیح کے لیے تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔

### مقام و شان اجتہادی نبوی ﷺ

جب یہ تمام گفتگو آپ نے پڑھ لی تو اب موقعہ آیا کہ ہم حبیب خدا ﷺ کے اجتہاد کے مقام و شان کو آشکار کریں اور وہ بھی ایسے آئمہ اسلام کی زبانی، جن کے علم و فضل اور دیانت پر امت مسلمہ فخر کرتی ہے۔

### حضور پر مجمل و متشابہ از خود آشکار

۱۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) فرماتے ہیں باقی مجتہدین کو مشترک، مجمل، خفی اور متشابہ وغیرہ کی مراد سے واقفیت کے حصول کے لیے زندگی بھر محنت و جدوجہد کرنا پڑتی ہے مگر۔

اما النبی ﷺ فکل هذا واضح  
 لدیه بلا اجتهاد  
 حبیب خدا ﷺ پر یہ تمام کے تمام  
 بلا محنت و غور فکر آشکار و واضح ہوتے  
 ہیں۔ (التقریر، ۳، ۳۹۲)

۲۔ اس طرح علامہ محمد امین بادشاہ نے لکھا سرور عالم ﷺ کا مقام یہ ہے۔  
 واما النبی ﷺ فالمراد عنده  
 ظاهر بین لایحتاج الی نظرو  
 اجتهاد (تیسرا تحریر، ۴، ۱۸۳)  
 کہ آپ ﷺ پر ان تمام کی مراد  
 از خود ظاہر و بین ہوتی ہے آپ کو  
 کسی نظر و فکر کی محتاجی نہیں۔

پھر آگے چل کر کہا کہ مجتہدین کو مشترک، مجمل اور ان کے دیگر  
 ساتھیوں کی معرفت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کے بعد لکھا۔

وکل ذلک ظاہر عنده ﷺ  
 لایحتاج الی نظر و فکر  
 یہ تمام کے تمام حضور ﷺ پر از خود  
 ظاہر و آشکار ہیں لہذا آپ کو کسی نظر  
 و فکر کی محتاجی نہیں۔ (ایضاً، ۱۸۴)

حضور کے لیے دلائل میں تعارض بھی نہیں

جس طرح تمام جملات اور متشابہات حضور ﷺ پر آشکار ہیں اس  
 طرح حضور ﷺ کے ہاں دلائل میں کوئی تعارض بھی نہیں کیونکہ آپ ﷺ جانتے  
 ہیں کہ کونسی دلیل مقدم ہے اور کون سی مؤخر۔ امام ابن امیر الحاج اس بات کو ان  
 الفاظ میں آشکار کر رہے ہیں۔

واما النبی ﷺ غیر متأت فی  
 حقہ لانتفاء تحقق التعارض  
 لیکن حضور ﷺ کے حق میں ایسی  
 چیز آڑے نہیں آسکتی کیونکہ آپ

کے علم میں تعارض ہرگز ہو ہی نہیں  
سکتا۔

بالنسبة اليه

(التقرير، ۳، ۳۸۲)

امام امیر بادشاہ کے الفاظ ہیں۔

متاخر کا عدم علم حضور ﷺ کے حق  
میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

لايتصور عدم العلم بالمتاخر  
فيحقه ﷺ (تيسر التحري، ۴، ۱۸۴)

مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد (۱۲۲۵) کے الفاظ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ علامہ

محب اللہ بہاری کے الفاظ ”هوفى حقه القياس فقط“ کے تحت لکھتے ہیں اس  
کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کو۔

منصوصات کی معرفت کے لیے غور  
و فکر کی محتاجی نہیں کیونکہ تمام نصوص  
کی مرادات آپ ﷺ پر واضح ہوتی  
ہیں تو آپ ﷺ کا مشترک وغیرہ  
کی معرفت میں اجتہاد نہ ہوگا۔ اور  
نہ ہی آپ کے ہاں کوئی تعارض ہے  
کہ اس کے دفاع و اختتام کے لیے  
اجتہاد کریں۔

لامعرفة المنصوصات (لان  
المراد) من النصوص (واضحة)  
عنده عليه وآله الصلاة والسلام  
فليس اجتهاده في معرفة من  
المشترك ونحوه (ولالتعارض  
عنده) فليس الاجتهاد لدفعه

(فواتح الرحموت: ۲، ۴۱۸)

اگر ”ثم ان علينا بيانہ“ کے تحت مفتی محمد شفیع دیوبندی کی عبارت پر

نظر ڈال لیں تو ہمارا بیان کردہ معاملہ بہت ہی آشکار ہو جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ فکر بھی اپنے اوپر نہ رکھیں کہ نازل

شدہ آیات کا صحیح مفہوم اور مراد کیا ہے اس کا بتلانا، سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے ہم قرآن کے ہر ہر لفظ اور اس کی مراد کو آپ پر واضح کر دیں گے..... رسول اللہ ﷺ کو ان چار آیتوں میں یہ تسلی دی گئی کہ آپ تو بھول بھی سکتے ہیں، نقل میں غلطی کا بھی امکان ہو سکتا ہے مگر حق تعالیٰ ان سب سے بالا و برتر ہیں ان چیزوں کی ذمہ داری خود حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے اس لیے آپ قرآن کے کلمات کو محفوظ رکھنے یا ان کے معنی سمجھنے میں غور کرنے کی زحمت چھوڑ دیں یہ سب کام حق تعالیٰ خود انجام دیں گے۔ (معارف القرآن: ۸، ۶۲۷)

اب تو معاملہ اس قدر آشکار ہو چکا ہے کہ اذا پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں البتہ یہ توجہ دلانا ضروری ہے کہ۔

- ۱۔ التنقیح میں صرف اذا نہیں بلکہ فاذا ہے۔
- ۲۔ اذا کے مدخول کا متحقق و یقینی ہونا لازم ہے خواہ فی الحال ہو یا آئندہ۔
- ۳۔ ہمارا دعویٰ ہے اس مقام پر اذا شرطیہ ہرگز نہیں، اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس پر کسی وقت قلم اٹھائیں گے۔

## دوسرا اعتراض و جواب

اعتراض: آپ نے امام سیوطی علیہ الرحمہ کے حوالے سے متشابہ کے بارے میں نقل کیا۔

ومتشابه لا يعلمہ الا اللہ تعالیٰ  
اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابہ کو اور کوئی  
ومن ادعی علمہ سوی اللہ  
نہیں جانتا اور بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی

تعالیٰ فہو کاذب

اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ

(ازالۃ الریب، ۴۷۷) سراسر جھوٹا ہے۔

حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جلد ۱ ص ۵۴ طبع، دارالفکر روایت ۶۲

(جس سے یہ سیوطی نے نقل کیا) آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی

سے ہی روایت ہے۔ جس کے بارے میں آپ نے ازالۃ کے ص ۳۱۴ سے لے

کر ص ۴۱۶ تک ثابت کیا کہ یہ کافر ہے۔ یہ جھوٹا ہے اور شاید آپ کی نظر نہیں

پڑی۔ خود سیوطی نے پہلے اشارہ کیا تھا ثم رواہ مرفوعاً بسند ضعیف

جب حقیقت حال یہ ہے تو آپ نے یہ حوالہ کیسے دے دیا؟ اگر کلبی کی

روایت دوسرے پیش کریں تو وہ جاہل اور ناواقف از اصول قرار پا جاتے ہیں۔ تو

اب آپ کیا کہلائیں گے؟

جواب: اگر آپ تفسیر طبری میں صرف روایت کو ہی نہ دیکھتے بلکہ امام

طبری کے انداز کو بھی ملاحظہ فرماتے اور اسی کی روشنی میں ازالۃ الریب میں اس

روایت کو پیش کرنے کے انداز کو دیکھتے تو آپ کے سامنے حقیقت واضح ہو

جاتی۔ امام ابن جریر طبری نے پہلے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا اور پھر اس

کی تائید میں یہ کلبی والی روایت نقل کی وقد روی بنحو ما قلنا فی ذالک

ایضاً عن رسول اللہ ﷺ خبر فی اسنادہ نظر (کہ ہم نے جو قول کیا ہے

اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک ایسی خبر ہے جس کی سند میں نظر

ہے) امام ابن جریر اس روایت کو احتجاج کے لیے نہیں بلکہ تائید کے لیے پیش کر

رہے ہیں اور حضرت مولانا صفدر صاحب نے بھی پہلے وہ عبارات پیش کیں جن

سے استدلال کیا ہے اور پھر فرمایا نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں تو یہ عبارت واضح کر رہی ہے کہ آگے کی عبارت تائید میں پیش کی جا رہی ہے اور تائید میں کلبی جیسے راوی کی کمزور روایت پیش کی جاسکتی ہے۔ کلبی پر اگرچہ سخت سے سخت الفاظ جرح نقل کیے گئے ہیں مگر اس کے بارہ میں نظر یہ یہی ہے کہ اس کی روایت ضعیف اور کمزور ہوتی ہے اس کو احتجاج اور استدلال کے طور پر تو نہیں لیا جاسکتا البتہ تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے جیسا کہ خود مولانا صفدر صاحب نے ملا کاتب چلبی کی کشف الظنون ج ۱ ص ۳۷۵ کے حوالہ سے لکھا کہ صحت کے اعتبار سے بخاری اور مسلم کے بعد ترمذی کا درجہ ہے کیونکہ مصلوب اور کلبی کی روایات نقل کر کے امام ترمذی نے ان کی تضعیف کی ہے تاکہ کوئی ان کی روایات سے مغالطہ نہ کھائے یا ان کو محض متابعات اور شواہد میں لائے ہیں ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا (خزائن السنن ج ۱ ص ۶) اور ازالۃ الریب میں کلبی سے مروی روایت سے متعلق لکھا ہے مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے (ازالۃ الریب ص ۳۱۳) ازالۃ الریب میں جہاں کلبی پر سخت جرح نقل کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی روایت سے قرآن کریم کے مفہوم کے برخلاف استدلال کیا گیا ہے اس لیے فرمایا یہ ہیں وہ شیر جن کی روایت سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدے پر زد نہ پڑے (ازالۃ الریب ص ۳۱۶) کلبی جیسے راوی کی روایت سے استدلال درست نہیں مگر تائید میں اس کو پیش کیا جاسکتا ہے اور ایسی روایت کا احتجاج میں

پیش کرنا غلط اور تائید میں پیش کرنا صحیح ہونے کے بارہ میں تو فہم حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے نہ جانے آپ جیسے مفتی صاحب کی نظر سے یہ نمایاں اور واضح بات کیوں اوجھل رہ گئی؟

## درج ذیل باتیں

محترم آپ نے اس جواب میں درج ذیل باتیں کہی ہیں۔

۱۔ آپ نے طبری میں صرف روایت ہی دیکھی ان کا انداز ملاحظہ نہیں کیا۔

۲۔ جس طرح طبری نے اس روایت کو بطور تائید ذکر کیا اسی طرح مولانا صفدر صاحب نے بھی اسے بطور تائید ہی ذکر کیا ہے۔

۳۔ کلبی کی روایت کو بطور تائید ذکر کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ کلبی کی روایت ضعیف ہوتی ہے نہ کہ موضوع۔

۵۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی نے کلبی کی روایت کو بطور استدلال قرآنی نص

قطعاً کو کاٹنے کے لیے ذکر کیا اس لیے مولانا صفدر صاحب نے کلبی پر

سخت جرح کی۔

## جواب کا تجزیہ

الحمد للہ، آپ نے جواب میں تسلیم کر لیا کہ یہ روایت کلبی سے ہے ہمارا

مقصد بھی اسی طرف توجہ دلانا تھا۔

## امام طبری کا اندازہ

اعتراض سے پہلے ہم نے نہ صرف طبری کی روایت دیکھی تھی بلکہ اچھی طرح اس کا انداز بھی ملاحظہ کیا تھا، اسی ملاحظہ نے ہی ہمیں اعتراض پر مجبور کیا، آپ کے کہنے پر ہم پھر ملاحظہ کر لیتے ہیں۔ آئیے طبری کا انداز آپ کے ہی الفاظ میں سامنے لے آتے ہیں۔

”امام ابن جریر طبری نے پہلے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا اور پھر اس کی تائید میں کلبی والی روایت نقل کی وقد روی بنحو ماقلنا فی ذلک ایضاً عن رسول اللہ ﷺ خبر فی اسنادہ نظر (تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۴) کہ ہم نے جو قول کیا ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک ایسی خبر ہے جس کی سند میں نظر ہے۔ (نصرة العلوم: ۳۴)

## امام سیوطی کا انداز

امام جلال الدین سیوطی (۹۱۴) نے بھی اسے امام طبری کے حوالہ سے نقل کیا ان کے الفاظ ہیں۔

ثم رواه مرفوعاً بسند ضعيف  
پھر امام طبری نے اسے بطور قول نبی  
(الاتقان: ۲، ۴۵۲) سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا۔

ان دونوں بزرگوں نے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا پھر کلبی والی روایت نقل کی مگر ساتھ ہی یہ تصریح بھی کر دی کہ اس سند ضعیف ہے۔



## مولانا صفدر کا انداز

اب ہم مولانا سرفراز صفدر کا انداز سامنے لاتے ہیں اسے ملاحظہ کر کے فیصلہ دیجئے کیا ان کا انداز وہی ہے جو ان دونوں بزرگوں نے اپنایا مولانا کی گفتگو یہ ہے۔

”خان صاحب (مولانا احمد رضا) کا تو یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ہر ایک چیز کا بیان ہے اور قرآن کریم جن علوم پر مشتمل ہے وہ سب جناب نبی کریم ﷺ کو حاصل ہیں۔

مگر امام سیوطی لکھتے ہیں کہ

۱۔ واعلم ان علوم القرآن ثلاثة.....

۲۔ اور نیز لکھتے ہیں۔

واما ما لا يعلمه الا الله تعالى فهو يجرى.....

۳۔ نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابہ کو اور کوئی

نہیں جانتا اور بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی

اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ

سراسر جھوٹا ہے (یعنی علم قطعی جو

مختلف فیہ ہے نہ کہ ظنی)

ومتشابہ لا يعلمه الا الله تعالى

ومن ادعى علمه سوى الله

تعالى فهو كاذب

(الاتقان ج ۲، ۱۸۲)

(نوٹ۔ نمبرنگ ہماری طرف سے ہے)

## امام ابن نقیب کی عبارت

یہاں مولانا نے جو پہلی عبارت ”اعلم ان علوم القرآن ثلاثة“ نقل کی ہے یہ امام محمد بن سلیمان ابن النقیب کی ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ امام سیوطی نے ”النوع الثامن والسبعون فی معرفة شروط المفسر وادابہ“ میں لکھا۔

وقال ابن النقیب جملة ما تحصل فی معنی التفسیر بالرأی خمسة اقوال  
پھر ان کا تذکرہ کر کے لکھا۔

شیخ ابن النقیب کہتے ہیں تفسیر بالرائے کے مفہوم کے بارے میں پانچ اقوال ہیں۔

ثم قال واعلم ان علوم القرآن ثلاثة اقسام  
انہوں نے ہی کہا واضح رہے کہ علوم قرآن کی تین اقسام ہیں۔

اس کے بعد تینوں اقسام ذکر کیں اور واضح کیا کہ مختار موقف یہی ہے کہ اوائل سور (حروف مقطعات) کا علم حضور سرور عالم ﷺ کے لیے مخصوص ہے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

## امام زرکشی کی عبارت

مولانا نے جو دوسری عبارت ”واما ما لا يعلمه الا الله فهو یجری“ الاتقان سے نقل کی ہے یہ امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴) کی ہے جو انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھی ہے۔

(دیکھیے البرہان فی علوم القرآن: ۲، ۱۸۳)،

الاتقان فی علوم القرآن: ۲، ۴۵۲)

## ضعیف روایت

پھر مولانا نے جو تیسری عبارت ”متشابه لا يعلمہ الا اللہ تعالیٰ“

ذکر کی یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں کلبی ہیں۔

جب آپ نے تینوں عبارات سے آگاہی حاصل کر لی تو اب ہماری

گزارشات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ بتائیے مولانا صفدر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے

ہرگز نہیں حالانکہ ان دونوں بزرگوں نے نقل کیا ہے۔

۲۔ ان دونوں نے اس روایت کے بارے میں تصریح کر دی کہ اس کی

سند میں ضعف ہے، مولانا نے اس کا ذکر تک نہیں کیا آخر کیوں؟

۳۔ مولانا نے اس روایت سے پہلے صرف دو اہل علم (شیخ ابن نقیب اور

امام بدرالدین زرکشی) کے اقوال اور عبارات نقل کیں ہیں۔

۴۔ مولانا کا انداز واضح طور پر نشاندہی کر رہا ہے کہ وہ ان تینوں عبارات

سے استدلال کر رہے ہیں کیونکہ تینوں کے لیے الفاظ ہیں۔

(۱) امام سیوطی لکھتے ہیں (۲) اور نیز لکھتے ہیں کہ (۳) نیز اس صفحہ میں

اس سے قبل نقل کرتے ہیں کہ۔ (ازالہ: ۴۷۷)

لفظ نیز بھی ہماری مدد کر رہا ہے کہ مولانا کی تیسری عبارت بھی بطور

استدلال ہے نہ کہ بطور تائید اولین دو عبارات کو آپ نے بھی بطور استدلال تسلیم

کیا ہے، آپ کے الفاظ ہیں۔

”اور حضرت مولانا صفدر صاحب نے بھی پہلے وہ عبارات پیش کیں جن سے استدلال کیا ہے۔“  
(نصرة العلوم: ۳۴۲)

ان دو عبارات سے کس نے استدلال کیا ہے؟ اگر مولانا نے کیا ہے تو آپ درست کہتے ہیں اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ امام طبری نے کیا ہے تو ہم نہیں مانتے کیونکہ انہوں نے تو بطور استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا، نہ کہ ان دو علماء کے اقوال کیونکہ یہ دونوں طبری سے بعد کے ہیں۔ یہ بات بھی اپنی زبانی سن لیجئے۔

”امام ابن جریر طبری نے پہلے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا اور پھر اس کی تائید میں یہ کلبی والی روایت نقل کی۔“  
(نصرة العلوم: ۳۴۲)

اور امام سیوطی نے بھی یہی طریق اپنایا ہے پہلے امام طبری کے حوالہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کر کے کہا ”ثم رواه مرفوعاً بسند ضعيف“  
(الاتقان: ۲، ۲۵۲)

اگر آپ ہمیں اپنی بات منوانا چاہتے ہیں تو دیکھائیے مولانا نے اس ضعیف روایت سے پہلے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہاں نقل کیا؟ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دو بزرگوں کے اقوال و عبارات نقل کیں ہیں جیسا کہ اوپر تفصیل آچکی ہے۔

تو اسے امام طبری کا انداز بیٹے کے علاوہ کون مانے گا؟ اگر آپ بضد

ہیں کہ یہ انداز امام طبری والا ہی ہے تو ہم آپ کی توجہ ایک ایسی چیز کی طرف دلاتے ہیں جسے آپ تسلیم فرمائیں گے۔

### تائید پر قرینہ

امام طبری اور سیوطی کی عبارات میں اس پر واضح قرینہ موجود ہے کہ وہ اس روایت کلبی کو بطور تائید لائے ہیں نہ کہ بطور استدلال کیونکہ ان دونوں نے روایت نقل کرنے سے پہلے واضح کر دیا اس کی سند میں ضعف ہے۔

۱۔ امام طبری کے الفاظ آپ کے ترجمہ کے ساتھ حاضر ہیں۔

وقد روى بنحو ما قلنا فى ذلك ايضاً عن رسول الله ﷺ خبر فى اسناده نظر

(تفسیر طبری، ۱، ۳۴)

۲۔ امام سیوطی کے الفاظ میں۔

ثم رواه مرفوعاً بسند ضعيف

(الاتقان، ۲، ۴۵۲)

کہ ہم نے جو قول کیا ہے اس کے مطابق رسول ﷺ سے بھی ایک ایسی خبر ہے جس کی سند میں نظر ہے۔

پھر اسے انہوں نے سند ضعیف کے ساتھ بطور ارشاد نبوی ﷺ نقل کیا ہے۔

تو ان دونوں کی یہ تصریح واضح طور پر قرینہ ہے کہ وہ اسے بطور تائید لا رہے ہیں نہ کہ بطور استدلال مولانا نے جب ایسی کوئی بات کی ہی نہیں تو اسے کیسے ہم بطور تائید قرار دے دیں؟

## کہاں صحابی کا قول

چلو اگر ہم مان لیں کہ بطور تائید عبارت ہے تو پھر بھی ہم امام طبری کا انداز سے قرار نہیں دے سکتے کیونکہ انہوں نے اس روایت سے صحابی رسول ﷺ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی تائید کی ہے لیکن مولانا نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے دو علماء کی تائید کے لیے اسے ذکر کیا ہے، کہاں صحابی کا غیر اجتہادی قول (جو حکم مرفوع میں ہوتا ہے) اور کہاں غیر صحابی کا قول۔ اس کے بعد بھی مولانا کے انداز کو آپ امام طبری کا انداز ہی قرار دیں تو ہم منع کرنے والے کون ہوتے ہیں؟

ذکر دلائل میں گڑبڑ





## دلائل کا جائزہ

مولانا محمد سرفراز صفدر نے ازالۃ الریب میں حضور ﷺ کے متشابہات کے عدم علم پر یہی تین دلائل دیئے ہیں۔

(۱) امام ابن نقیب کا قول

(۲) امام زرکشی کا قول

(۳) روایت کلبی

ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں ان تینوں میں مولانا نے جو گڑبڑ کی ہے اس کی نشاندہی کر کے بارگاہ الہی میں اور اہل علم کے سامنے سرخرو ہوں۔

## تینوں دلائل میں گڑبڑ

ان تینوں دلائل میں گڑبڑ یہ ہے کہ ہر ایک کی بات پوری تحریر نہیں کی گئی بلکہ وہ حصے چھوڑ دیئے جو مولانا کے خلاف جاتے تھے اسی بات کی نشاندہی ہم نے مولانا کے نام خط میں کی تھی۔ اس نشست میں اسے تفصیلاً لیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ تینوں سے عدم علم نبوی پر استدلال درست ہی نہیں بلکہ پہلی دونوں عبارات سے تو واضح طور پر حضور ﷺ کے لیے متشابہات کا علم ثابت ہو رہا ہے۔

## پہلی دلیل کا جائزہ

اوپر تفصیلاً آیا ہے کہ پہلی عبارت امام سیوطی نے امام محمد بن سلیمان قدسی حنفی المعروف ابن نقیب کی نقل کی ہے ہم پوری عبارت مع ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

وقال ابن النقيب جملة ماتحصل  
فی معنی حدیث التفسیر بالرأی  
خمسة اقوال. احدها التفسیر من  
غیر حصول العلوم التي يجوز  
معها لتفسیر الثانی تفسیر  
المتشابه الذی لا یعلمه الا الله

والثالث المقر للمذهب  
الفاسد، بان يجعل المذهب  
اصلاً والتفسیر تابعاً فيرد اليه  
بای طریق امکن وان كان  
ضعيفاً الرابع التفسیر بان مراد  
الله كذا على القطع من غير  
دليل والخامس التفسیر بالا  
ستحسان والهوى

ابن نقيب کہتے ہیں کہ تفسیر بالرأی  
والی حدیث کے کل پانچ معانی  
ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ان علوم کے  
حصول کے بغیر تفسیر کرنا جو تفسیر کے  
لیے ضروری ہیں، دوسرا رائے سے  
اس متشابہ کی تفسیر کرنا جسے اللہ ہی  
جانتا ہے۔

تیسرا یہ کہ مذہب فاسد کے لیے  
تفسیر کرنا مثلاً مذہب کو اصل اور  
تفسیر کو تابع بنا کر جو بن سکا بنایا  
اگرچہ وہ مذہب ضعیف ہی کیوں نہ  
ہو چوتھا یہ کہ بغیر دلیل تفسیر کر کے  
کہنا قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی مراد  
یہی ہے پانچواں یہ کہ خواہش نفس  
کے تابع اور مطابق تفسیر کرنا۔

آگے ان کی عبارت ہے (مولانا نے یہاں سے عبارت شروع کی

ہے)۔

ثم قال واعلم ان علوم القرآن  
ثلاثة اقسام الاول علم لم يطلع  
الله عليه احدا من خلقه وهو ما

ابن نقيب کہتے ہیں علوم قرآن کی  
تین اقسام ہیں پہلی ایسا علم جس پر  
اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو

مطلع نہیں فرمایا یہ اس کتاب کے علوم اسرار ہیں جسے وہ ہی جانتا ہے مثلاً معرفت کنہ ذات اور ایسے غیوب جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس قسم میں بالاتفاق کسی طرح بھی کوئی کلام و گفتگو نہیں کر سکتا۔

مولانا صفدر نے صرف یہاں تک عبارت نقل کی ہے۔

اگلی عبارت یہ ہے

دوسری قسم ایسا علم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اسرار کتاب کا عطا فرمایا اور اسے آپ ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص کیا اس میں آپ ﷺ یا جسے آپ اجازت دیں کے علاوہ کوئی گفتگو نہیں کر سکتا اور فرمایا اوائل سور، حروف مقطعات (متشابہات) اس دوسری قسم میں شامل ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ پہلی قسم میں شامل ہیں۔ تیسری قسم ایسے علوم جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ودیعت

استأثر به من علوم اسرار كتابه من معرفة كنه ذاته وغيوبه لا يعلمها الا هو وهذا لا يجوز لاحد الكلام فيه بوجه من الوجوه اجماعاً

الثانى ما اطلع الله عليه نبيه ﷺ من اسرار الكتاب واختصه به وهذا لا يجوز الكلام فيه الا له اول من اذن له قال واوائل السور من هذا القسم وقيل من القسم الاول الثالث علوم علمها الله نبيه مما اودع كتابه من المعاني الجليلة والخفية وامره بتعليمها (الاتقان: ۲، ۳۵۳)

فرمائے اور حضور ﷺ کو سکھائے  
خواہ وہ جلی تھے یا خفی اور آپ ﷺ  
کو ان کو آگے بتانے کا بھی حکم دیا۔

امام ابن نقیب کے الفاظ ”واوائل السور من هذا القسم“ (حروف  
مقطعات اس دوسری قسم میں شامل ہیں) جو حبیب خدا ﷺ کے لیے مخصوص  
ہے۔

محترم قارن صاحب کیا یہ عبارت صراحۃً مولانا کے موقف کے مخالف  
نہیں یہی وجہ ہے کہ مولانا نے پہلی قسم نقل کر دی مگر دوسری ترک کر دی اسی بات  
کا تذکرہ بندہ نے خط میں یوں کیا تھا۔

”اگر آپ پر دوسری قسم اوجھل نہ رہتی تو ان (مخالفین) کا موقف  
درست ثابت ہو جاتا۔ چلو وہ ہم سامنے لے آتے ہیں پھر اوپر والی عبارت نقل  
کر دی۔ (ماہنامہ سوائے حجاز، ۱۶۴، اکتوبر ۲۰۰۳ء)

یاد رہے ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے بھی شیخ ابن نقیب کی عبارت اپنے  
الفاظ میں یوں نقل کی ہے

دوسری قسم ایسے علوم جن پر اللہ تعالیٰ  
نے بصورت اسرار کتاب اپنے نبی  
ﷺ کو مطلع کیا اور انہیں آپ ہی  
کے ساتھ مخصوص کر دیا ان میں آپ  
ﷺ گفتگو کر سکتے ہیں یا جنہیں

النوع الثانی ما اطلع اللہ علیہ  
نبیہ ﷺ من اسرار الكتاب  
واختصه وهذا لا يجوز الكلام  
فيه الا له ﷺ اول من اذن له  
قیل ومنه الحروف المقطعة فی

آپ اجازت دیں قول یہ ہے کہ  
اوائل سور حروف مقطعات اسی قسم  
میں شامل ہیں بعض اہل علم کے ہاں  
وہ قسم اول میں سے ہیں۔

اوائل السور ومن العلماء من  
يجعلها من النوع الاول  
(التفسير والمفسرون، ۱، ۲۷۶)

## حمایت ثابت نہ ہوئی

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں انہوں نے اس معاملہ میں اختلاف نقل کیا  
ہم عرض کریں گے کہ یہاں اور خط میں بھی ہم نے پوری عبارت مع ترجمہ نقل کی  
تا کہ اختلاف بھی سامنے رہے مگر معاملہ تو یہ ہے کہ جس آدمی کی عبارت تم اپنے  
موقف پر نقل کر رہے تھے وہ تو تمہارا حامی ثابت ہی نہ ہوا بلکہ وہ تو واضح طور پر  
فرماتے ہیں کہ اوائل سور کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا ہے  
لیکن اس کے باوجود آپ لوگوں نے اس حصہ عبارت کو سامنے نہیں آنے دیا نہ  
کتاب میں اور نہ جواب میں۔ اسے آپ کیا نام دیتے ہیں آپ پر چھوڑتے ہیں  
اور ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ امت کے ہاں حق و صواب یہی ہے کہ  
آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

## دوسری دلیل کا جائزہ

دوسری عبارت جو مولانا نے امام سیوطی سے نقل کی ہے اوپر ہم نے  
واضح کیا تھا کہ یہ امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴) کی ہے، امام سیوطی نے اسے  
پورا نقل کیا مگر مولانا نے اس کا ترجمہ دیا اور عربی الفاظ ترک کر دیئے، ہم اور  
پوری عبارت مع ترجمہ مولانا صفدر صاحب ذکر کیے دیتے ہیں۔

اور بہر حال وہ علم جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تو وہ غیوب کی مد میں ہے مثلاً وہ آیتیں جو قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف مقطعات پر مشتمل ہیں اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کا بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت سے حاصل ہوں (اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں)۔

واما مالا يعلمه الا الله تعالى  
فهو ما يجرى مجرى الغيوب  
نحو الاى المتضمنة قيام  
الساعة والحروف المقطعة  
وكل متشابه في القرآن عند  
اهل الحق فلا مساع لاجتهاد  
في تفسيره ولا طريق الى  
ذلك الا بالتوقيف بنص من  
القرآن او الحديث او اجماع  
الامة على تاويله

(الاتقان، ۲، ۲۵۲، ۲۵۳)

امام زرکشی کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں:

پس جب ان صورتوں میں سے کسی سے واقفیت حاصل کرنے کی کوئی روایت مروی نہیں تو ہم نے جان لیا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے سننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے۔

فاذا لم يرد فيه توقيف من هذه  
الجهات علمنا انه مما استأثر  
الله تعالى بعلمه

(البرهان في علوم القرآن، ۲، ۱۸۳)

ان دونوں عبارات کا ترجمہ ہم نے آپ کے اور آپ کے والد گرامی کے الفاظ میں کیا ہے۔

ان عبارات میں درج ذیل مسائل کا بیان ہے۔

- ۱۔ قرآنی متشابہات کی تفسیر عقل و کسب سے نہیں کی جاسکتی۔
- ۲۔ متشابہات کی تفسیر ان تین طریق میں سے کسی ایک کے ساتھ ہی ہوگی۔
- ۱۔ قرآنی نص (اللہ تعالیٰ خود بیان فرما دے) ۲۔ بیان رسول ﷺ
- ۳۔ اجماع امت۔
- ۳۔ اگر ان میں متشابہ کی تفسیر موجود نہ ہوئی تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہوگا۔

الغرض متشابہات کی تفسیر کسی شے نہیں بلکہ تو قیفی ہے یعنی ان کی تفسیر کے ذرائع یہی ہے ان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

مولانا صفدر صاحب کے اوپر ترجمہ کے الفاظ پر نظر ڈالیے۔

اس طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کا بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ پر ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت سے حاصل ہوں۔ (ازالہ: ۴۷۷)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ارشاد مبارک

اس کے ساتھ ہی ہم حضرت امام شافعی کا ارشاد مبارک نقل کر دیتے ہیں جسے امام سیوطی نے فائدہ کے طور پر ذکر کیا ہے۔ کہ امام شافعی نے مختصر

البویطی میں فرمایا ہے۔

مُتَشَابِه کی تفسیر جائز نہیں مگر سنت  
رسول ﷺ یا خبر صحابی یا اجماع  
امت سے۔

لا یحل تفسیر المتشابه الا بسنة  
عن رسول الله ﷺ او خبر من  
احد من اصحابه او اجماع  
العلماء (الاتقان، ۲، ۴۵۷)

(مرقاۃ المفاتیح، ۱، ۳۸۸)

کیا مولانا صفدر صاحب کے ترجمہ اور امام شافعی کے قول میں ہمارے  
موقف کی تائید نہیں؟

تصور ہی غلط

اگر متشابہات ان توقیفات (قرآن و سنت) سے حاصل ہی نہیں  
ہو سکتے جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں پھر یہ کہنا اور تصور کرنا ہی غلط ہے بلکہ صاف  
کہہ دیا جاتا کہ چونکہ متشابہات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں لہذا ان کی مراد سے  
آگاہی نہیں ہو سکتی نہ اجتہاد سے اور نہ کسی اور ذریعہ سے حالانکہ یہ تمام اہل علم  
تصریح فرما رہے کہ ان ذرائع سے ان کی تفسیر ہو سکتی ہے فقط اجتہاد سے نہیں  
ہو سکتی تو یہ تبھی درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہوں ورنہ آپ سے  
ان کی تفسیر منقول ہونے کا کیا مفہوم؟

تیسری دلیل کا جائزہ

اب آئیے مولانا کی تیسری دلیل کا جائزہ لیتے ہیں، امام سیوطی کے  
حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں کہ



اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابہ کو اور کوئی  
 نہیں جانتا اور بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی  
 اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ  
 سراسر جھوٹا ہے (یعنی علم قطعی جو  
 مختلف فیہ ہے نہ کہ ظنی)

ومتشابہ لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ  
 ومن ادعی علمہ سوی اللہ  
 تعالیٰ فہو کاذب  
 (الاتقان، ۲، ۱۸۲)

### کلبی سے روایت

ہم سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ کلبی سے روایت ہے، اختلاف یہ ہے  
 کہ اسے بطور دلیل لایا گیا ہے یا بطور تائید، ہمارا موقف یہی ہے کہ مولانا نے  
 اسے بطور دلیل ذکر کیا ہے جیسا کہ پیچھے آیا ہے کہ لفظ نیز ہماری مدد کر رہا ہے پھر  
 امام طبری اور امام سیوطی کی عبارات میں قرینہ موجود ہے کہ انہوں نے اسے بطور  
 دلیل نہیں بلکہ بطور تائید ذکر کیا ہے کیونکہ انہوں نے واضح الفاظ میں نشاندہی کر  
 دی کہ اس کی سند میں نظر ہے، لیکن مولانا نے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔

### کلبی پر جرح

حالانکہ مولانا نے اپنی اسی کتاب میں کلبی پر جو جرح کی ہے اس کے  
 پیش نظر ان پر لازم تھا کہ وہ قارئین کو بتا دیتے کہ یہ روایت کلبی کی ہے ہم یہاں  
 اس جرح کی جھلکیاں سامنے لا دیتے ہیں تاکہ قارئین خود محسوس کر لیں کہ حضور  
 ﷺ کے علم مقدس کے خلاف کس درجہ کے راوی کی روایت بھی مولانا قبول فرما  
 کر اسے بطور دلیل و تائید ذکر کر دیتے ہیں اور اگر وہ روایت آپ ﷺ کی علمی  
 شان کے حق میں ہو اور اس میں محض یہ اختلاف ہو کہ یہ حضرت ابن مسعود یا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے تو اسے موثر اضطراب قرار دے کر  
مسترد کر دیتے ہیں جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے، شیخ کلبی پر جرح ان کے  
الفاظ میں ہی سینے

کلبی کا حال بھی سن لیجئے کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابوالنضر کلبی  
ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے  
بڑے جھوٹے تھے، ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس  
بشیء امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت  
بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا کہ میں  
اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن  
زریع سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ  
اشہد انہ کافر اس کے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ:

يقول كان جبرائيل يوحى الى  
النبي ﷺ فقام النبي لحاجته  
وجلس على فاوحى الى على

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل  
علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی  
طرف وحی لایا کرتے تھے ایک  
مرتبہ آپ کسی حاجت کے لیے اٹھ  
کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ  
حضرت علی بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ  
السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام مورد وحی اور مہبط (مہبط) وحی کو نہ  
پہچان سکے اور حضرت علی کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر

جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے۔ ممکن ہے یہ خلافت بلا فصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا۔ اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد ﷺ کو وحی سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی ہی ہوں۔ آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں

بہ پیش محمد شد و مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام

جناب رسول اللہ ﷺ اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے۔ العیاذ باللہ

تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق

ابو صالح عن ابن عباس کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو فہو

کذب (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب

اس امر پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح

نہیں ہے امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں

جاسکتی۔ علی بن الجنید، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث

ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس

کی روایت پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی

کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے۔ حافظ ابو عبد اللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابو صالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:

وقد اتفق ثقات اهل النقل على ذمه  
و ترك الرواية عنه في الاحكام و  
الفروع (تهذيب التهذيب ج ۹ ص  
۱۷۸ تا ص ۱۸۱ ملقطا)

تمام اہل نقل ثقات اس کی مذمت پر  
متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق  
ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی  
کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک  
سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں۔ (تذکرہ الموضوعات ص ۸۲)  
(ازالہ ۳۱۴ تا ۳۱۵)

قارئین جب کلبی، کافر، کذاب غالی شیعہ، حضرت علی کو نبی ماننے والا،  
وحی کو ڈراما اور کھیل قرار دینے والا ہے تو پھر مولانا کو اس کی روایت ذکر ہی نہیں  
کرنی چاہیے تھی نہ بطور دلیل اور نہ بطور تائید اور اگر حضور ﷺ کے علم کی نفی پر  
کوئی اور دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اسے ذکر کرنے پر مجبور وہ تھے تو پھر کم از کم  
ان کے بارے میں کچھ تو بتا دیا جاتا تا کہ معلوم ہو جاتا یہ روایت کس درجہ کی ہے  
جس سے حضور ﷺ کے علم مقدس کی نفی کی جا رہی ہے۔

## کم درجہ کی جرح

پھر اسی کتاب میں متعدد ایسی احادیث کو مولانا نے رد کیا ہے جس کے  
راویوں پہ کلبی سے کہیں کم درجہ کی جرح ہے۔



مگر کاش کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام طبرانی کی جملہ تصانیف حضرات محدثین کرام کے نزدیک کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ ”واکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آہا منعقد گشتہ“ (عجالتہ نافعہ ص ۷) جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت نہ کی جائے اس سے احتجاج درست نہیں ہے اور امام ابو نعیم کی جملہ تالیفات طبقہ رابعہ سے ہیں جن کے بارے میں فیصلہ یہ ہے ”اس احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بانہا تمسک کردہ شود (ایضاً ص ۷) نہ صرف یہ کہ یہ روایت محض طبقہ ثالثہ اور رابعہ کی ہے بلکہ ضعیف بھی ہے چنانچہ مشہور حنفی محدث حافظ علی متقی (المتوفی ۱۰۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ سندہ ضعیف (کنز العمال ج ۶ ص ۹۵) کہ اس کی سند ضعیف ہے اور علامہ نور الدین علی بن بکر <sup>لکھنوی</sup> (المتوفی ۸۰۷ھ) استاد حافظ ابن حجر طبرانی کے حوالہ سے یہ روایت حضرت عمر سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں جس میں کفی ہذہ کے الفاظ بھی موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے باقی راوی تو ثقہ ہیں مگر علی ضعیف کثیرنی سعید بن سنان الرہادی۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷)

اس میں سعید بن سنان الرہادی بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔ اور ضعیف حدیث کی جناب نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت اور پھر اس سے نصوص قطعہ کے خلاف عقیدہ ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ خان صاحب نے ایک مقام پر کیا ہی خوب کہا کہ: ”حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم ﷺ کی طرف نسبت کرنے کے لیے ثبوت چاہیے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت

نہیں۔“ (بلفظہ عرفان شریعت حصہ سوم ص ۲۷)

اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور آنحضرت ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں اور نہ اس سے کوئی عقیدہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔

(ازالہ، ۵۳۴، ۵۳۵)

آپ نے دیکھا اس روایت کے کسی ایک راوی پر بھی کلبی جیسی جرح نہیں بلکہ متعدد محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے لیکن مولانا نے اس کا کیا حشر و نشر دیا ہم مان گئے سعید بن سنان راوی بہت ہی ضعیف لیکن کیا اس پر کلبی جیسی جرح ہے کسی نے اسے کافر، حضرت علی کو خدا ماننے والا، وحی الہی کو ڈراما قرار دینے والا کہا ہے۔ ایسی کوئی جرح ان پر موجود نہیں، مولانا نے اس کی روایت کو اس قدر مسترد کیا کہ اس کی نسبت بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا عدم انصاف قرار دیا حالانکہ تمام محدثین احادیث ضعاف کو رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے ہی بیان کرتے چلے آ رہے ہیں ہاں ان کے ضعف کی نشاندہی کر دیتے ہیں، کیا امام نعیم بن حماد مروزی (۲۸۸) امام ابو نعیم (۴۳۰) امام نورالدین علی ہیتمی (۸۰۷) امام علی متقی (۹۷۵) اور امام طبرانی ( ) نے اس حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر کے انصاف کے خلاف کیا، ہرگز نہیں۔

آپ نے کیوں نسبت کی؟

اگر حدیث ضعیف کی نسبت بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط اور انصاف کے خلاف ہے تو پھر آپ نے روایت کلبی کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی

طرف کیوں کی؟ بلکہ آپ نے تو اس کا ضعف بھی بیان نہیں کیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنا موقف ثابت کرنے اور دوسرے کے رد میں مقرر حدود پھلانگ جاتے ہیں جس سے امت کو شدید نقصان پہنچا؟

کیا اجازت ہے؟

اگر آپ روایت کلبی سے اقوال علماء پر تائید لاسکتے ہیں تو دیگر اہل علم کو آپ اجازت دیں کہ وہ دلائل قطعیہ مثلاً علمک مالم تکن تعلم (اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے) ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی (اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شے کی تفصیل ہے) کی تائید میں یہ حدیث لے آئیں۔ ان اللہ رفع لی الدنیا۔ تاکہ علم نبوی ﷺ کے حوالہ سے امت کا ذہن تذبذب کا شکار نہ رہے۔

ایک اور اہم بات

مولانا کی تیسری دلیل روایت کلبی کے حوالہ سے ایک اہم بات یہ ہے جب قرآنی آیات ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ کا مفہوم اہل علم نے دیگر آیات و دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بیان کیا کہ یہ حضور ﷺ کو متشابہات کا علم دیئے جانے کے خلاف نہیں جیسا کہ پہلے بڑی تفصیل سے آچکا ہے خصوصاً علماء احناف جو الا اللہ پر ہی وقف لازم قرار دیتے ہیں انہوں نے واضح کر دیا کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اور اس میں کسی کا نزاع نہیں اس کے بعد روایت کلبی کا معاملہ بھی از خود حل ہو جانا چاہیے کہ اس میں بھی جو ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے مراد امت کے علم کی نفی ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی



یعنی اس کی تاویل وہی کی جائے جو آیت قرآنی کی گئی ہے تو اب دیگر دلائل اور اس کے درمیان توافق پیدا ہو جائے گا۔

یہ تھے مولانا کے کل دلائل جو انہوں نے حضور ﷺ کے مشابہات کے عدم علم پر پیش کیے۔ کیا اس تجزیہ نے آشکار نہیں کر دیا کہ یہ تینوں دلائل حضور ﷺ کے مشابہات کے علم پر دال ہیں نہ کہ اس کی نفی پر۔

### اظہار العیب میں دلائل

آپ اگر فرمائیں کہ یہ والد گرامی نے ازالۃ الریب میں چلتے چلتے یا سرسری یا اختصاراً دلائل دیئے تھے آپ ان کی اظہار العیب دیکھ لیتے تو معاملہ حل ہو جاتا ہم نے اسے بھی دیکھا۔

ایک تو وہاں انہوں نے مخالفین کی وسعت علم نبوی پر قرآنی دلیل۔

نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لكل  
شئی  
ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو ہر  
شے کا روشن بیان ہے۔

کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ مخالفین کی مراد کیا ہے؟

کہ قرآن کریم میں جتنی چیزیں مذکور ہیں ان میں سے کسی چیز میں خفا نہیں ہے تب بھی باطل ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں حروف مقطعات اور مشابہات کا ذکر بھی ہے اور اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر مخلوق پر ان کے معانی مخفی ہیں۔ اس کے بعد اس پر تین عبارات اہل علم کی نقل کیں۔

۱۔ جلالین کی عبارت کہ مشابہات

لایفہم معانیہا کا وائل السور  
ان کے معانی نہیں سمجھے جاسکتے جیسا  
کہ سورتوں کی ابتداء (میں حروف  
مقطعات ہیں)

۲۔ اس کے بعد واضح کیا کہ وقف الا اللہ پر ہے اور یہ حضرات صحابہ وغیرہ  
موقف ہے اس پر حاشیہ جلالین اور تفسیرات احمدیہ از ملا جیون کے حوالہ  
جات دیئے اس کے بعد لکھا۔

”معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں دیگر متشابہات کے علاوہ حروف  
مقطعات کا معنی بھی جمہور کے نزدیک کسی کو معلوم نہیں اور ان کا مطلب مخفی ہے۔  
(اظہار العیب، ۴۳، ۴۴)

پہلے بڑی تفصیل کے ساتھ آچکا کہ الا اللہ پر وقف ہی ہمارا مختار واضح  
ہے لیکن تمام امت نے واضح کر دیا ہے کہ یہاں امت کے علم کی نفی ہے نہ کہ  
رسول اللہ ﷺ کے علم کی نفی، اس پر ہم متعدد تصریحات اہل علم سامنے لا چکے  
ہیں یہاں ہم صرف شیخ احمد ملا جیون حنفی (۱۱۳۰) کی عبارت ذکر کیے دیتے ہیں  
کیونکہ مولانا نے وقف پر یہاں انہی کے دو حوالے دیئے ہیں۔

تعریف متشابہ کی شرح و وضاحت میں لکھتے ہیں کہ اس کا علم نہیں  
ہوسکتا۔

یہ حق امت میں ہے، حضور ﷺ کو  
ان کا علم ہے ورنہ خطاب کا فائدہ  
باطل اور بے معنی و مقصد خطاب  
هذا فی حق الامۃ واما فی حق النبی  
علیہ السلام فکان معلوما والابتطل  
فائدة التخاطب ویصیر التخاطب

بالمہمل کالتکلم بالزنجی مع  
العربی  
لازم آئے گی جیسے حبشی کسی عربی  
سے گفتگو کرے۔

(نور الانوار، ۹۳)

یاد رہے ان کی نور الانوار، تفسیرات احمدیہ سے بعد کی تصنیف ہے کیونکہ  
انہوں نے نور الانوار میں جا بجا کہا ہے کہ اس کی تفصیل تفسیرات احمدیہ میں  
دیکھیں۔

الغرض الا اللہ پر وقف جمہور امت کا موقف ہے اور بعض کا اس سے  
اختلاف ہے لیکن حضور ﷺ کا متشابہات کا جاننا تمام امت کا موقف ہے لہذا  
مولانا کا یہ کہنا کہ جمہور کے نزدیک حروف مقطعات کسی کو معلوم نہیں حضور ﷺ  
کے بارے میں نہیں بلکہ امت کے بارے میں ہے جس پر خوب تفصیل گزر چکی  
ہے۔

## مفتی احمد یار خاں نعیمی کا انداز

ہم یہاں مفتی احمد یار خاں نعیمی کا انداز بھی نقل کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ خوب آشکار ہو جائے، پہلے ہم آپ کے الفاظ نقل کرتے ہیں تاکہ بات پوری سمجھ آسکے۔

”ازالۃ الریب میں جہاں کلبی پر سخت جرح نقل کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی روایت سے قرآن کریم کے مفہوم کے برخلاف استدلال کیا گیا ہے اس لیے فرمایا یہ وہ شریرجن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خاں صاحب خصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدے پر زد نہ پڑے۔ (ازالہ، ۳۱۶)

یاد رہے مولانا کی شیروں سے مراد سدی کبیر اسمعیل بن عبدالرحمن، کلبی اور سدی صغیر ہیں۔ (ازالہ، ۳۱۴: ۳۱۶)

ہم یہاں بالکل واضح اور دو ٹوک الفاظ میں اعلان کر دینا چاہتے ہیں کہ اس موقع پر مفتی احمد یار خاں نے ایسی کوئی روایت نقل ہی نہیں کی کہ اس کی سند میں کلبی ہو انہوں نے دو روایات کا تذکرہ کیا ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور دوسری سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کی اسناد میں ان میں سے کوئی موجود نہیں البتہ جس تیسری روایت کا حوالہ دیا اس میں سدی ہیں کلبی اس کی سند میں بھی نہیں۔

تفصیل ملاحظہ ہو

ہم مفتی صاحب کی پوری عبارت سامنے لے آتے ہیں تاکہ قارئین

فیصلہ کر سکیں۔ مفتی صاحب نے حضور ﷺ کے علم غیب پر اعتراضات نقل کرتے ہوئے نمبر ۹ کے تحت لکھا۔ لا تعلمہم نحن نعلمہم (تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں) اس آیت سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دربار میں آنے والے منافقوں کو نہ پہچانتے تھے۔ پھر علم غیب کیسا؟ مگر مفسرین نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ”لتعرفنہم فی لحن القول (اور ضرور تم ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لو گے لہذا یہ آیت منسوخ یا یہ توجیہ ہے کہ بغیر ہمارے بتائے ان کو نہیں جانتے..... اگر اس آیت کی توجیہ نہ کی جاوے تو ان احادیث کی مخالفت ہوگی جن سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ منافقوں کو پہچانتے تھے مگر پردہ پوشی سے کام لیتے تھے عینی شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۲۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا بس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔

خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة فقال اخرج یا فلاں فانک منافق فاخرج منهم ناساً ففضحہم

شرح شفا ملا علی قاری جلد اول صفحہ ۲۲۱ میں فرماتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر۔

عن ابن عباس کان المنافقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعین

ہم اثبات علم غیب میں ایک حدیث پیش کر چکے ہیں جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی لہذا ہم نے منافقوں اور کفار اور مومنین کو پہچان لیا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا اور قرآن کی آیت ان کے جواب میں آئی۔ (جاء الحق۔ ۱۰۴، ۱ تا ۱۰۵)

مولانا صفدر صاحب نے مفتی صاحب کی جو عبارت نقل کی وہ یہ ہے۔

**مفتی احمد یار خان صاحب کا مفتیانہ کرشمہ**

مفتی صاحب نے اس آیت کے جواب میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت ولتعرّفنہم فی لحن القول سے منسوخ ہے جیسا کہ جمل میں اس آیت کے تحت لکھا ہے عینی شرح بخاری ج ۴ ص ۲۲۱ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا شرح شفا ملا علی قاری جلد اول ص ۲۴۱ میں ہے ابن عباس سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔

(محصلہ جاء الحق: ۹۹)

الغرض مفتی نعیمی صاحب نے علم نبوی ﷺ پر سورہ محمد کی آیت مبارکہ ولتعرّفنہم فی لحن القول اور آپ یقیناً انہیں پہچان لیتے ہیں بات کے ڈھنگ سے۔

پیش کی۔ اس کے بعد تین روایات ذکر کیں اور ان تمام کی اسناد میں کلبی موجود ہی نہیں۔

حالانکہ مولانا نے مفتی صاحب کا رد کرتے ہوئے اور روایات نقل کیں جن کی سند میں کلبی موجود ہیں پھر کلبی پر کفر تک جرح نقل کی جس سے قارئین کو یہ تاثر دیا کہ یہ کیسے اہل علم ہیں جو کلبی کی روایات کا سہارا لے کر قرآن کے خلاف چل رہے ہیں۔

مولانا کی اس عبارت پر نظر ڈال لیجئے یہ ہیں وہ شیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت الخ (نصرة العلوم: ۳۵)

### اس پر شہادت

ہمارے پاس اس پر شہادت خود مولانا کی اگلی گفتگو ہے جو انہوں نے ان روایات پر جرح کرتے ہوئے کی ہے۔

### روایت ابن عباس پر جرح

مولانا نے مفتی صاحب کی نقل کردہ روایت از ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ان الفاظ سے جرح کی ہے ”رہی حضرت ابن عباس کی وہ روایت جو شرح شفا میں ملا علی قاری نے نقل کی ہے کہ منافق مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں، تو اس کی سند انہوں نے کوئی بیان نہیں کی، ظن غالب میں ہے کہ اس سند میں بھی کوئی کلبی اور سدی جیسا شیر موجود ہے۔ (ازالہ: ۳۱۷)

مولانا کی یہ عبارت بار بار پڑھیے اور ان کی علمی تحقیق کو داد دیجئے۔

گویا اس روایت کی سند میں مولانا نے خود کلبی کو شامل کیا ہے، حالانکہ خود کہہ رہے ہیں کہ یہ بلا سند روایت ہے چاہیے یہ تھا کہ جو بلا سند روایات کا حکم ہے وہ سامنے لے آتے لیکن ممکن ہے اس سے ان کے موقف پر ضرب کا خطرہ ہو۔

## روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جرح

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت پر جو جرح مولانا نے کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اس کی سند میں اضطراب ہے۔

۲۔ اس کے راوی ابو احمد زبیری شیعہ ہیں۔

۳۔ اس کے راوی سلمہ بن سہیل ہیں یہ بھی شیعہ ہیں۔

۴۔ اس میں عیاض بن عیاض ہیں باپ بیٹے کا ضعیف و ثقہ ہونا نامعلوم ہے۔

مولانا کی جرح سے واضح ہو رہا ہے کہ اس کی سند میں بھی کلبی نہیں۔  
الغرض واضح ہو گیا کہ مفتی صاحب کی پیش کردہ، روایات کی سند میں کلبی موجود نہیں اب دونوں کا جو انداز سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ:  
مولانا صفدر صاحب نے حضور ﷺ کے علم متشابہات کا انکار کرتے ہوئے اس پر دو علماء کے اقوال نقل کیے اور یہ کلبی کی روایت ذکر کی۔  
مفتی صاحب نے علم منافقین پر آیت مبارکہ پیش کی اور پھر ایسی روایات ذکر کیں جن میں کلبی کا نام و نشان نہیں۔



## اعتراض و جواب

## تیسرا اعتراض

آپ نے امام سیوطی کے حوالے سے متشابہ کے بارے میں نقل کیا۔

ومتشابه لا يعلمه الا الله تعالى  
ومن ادعى علمه سوى الله  
تعالى فهو كاذب

اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابہ کو اور کوئی  
نہیں جانتا اور بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی  
اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ  
سراسر جھوٹا ہے۔

(ازالة الريب، ۴۷۷)

حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جلد ۱ ص ۵۴ طبع، دار الفکر روایت ۶۲

(جس سے یہ سیوطی نے نقل کیا) آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی  
سے ہی روایت ہے۔ جس کے بارے میں آپ نے ازالۃ کے ص ۳۱۴ سے لے  
کر ص ۳۱۶ تک ثابت کیا کہ یہ کافر ہے۔ یہ جھوٹا ہے اور شاید آپ کی نظر نہیں  
پڑی۔ خود سیوطی نے پہلے اشارہ کیا تھا ثم رواہ مرفوعاً بسند ضعيف۔

جب حقیقت حال یہ ہے تو آپ نے یہ حوالہ کیسے دے دیا؟ اگر کلبی کی

روایت دوسرے پیش کریں تو وہ جاہل اور ناواقف از اصول قرار پا جاتے ہیں۔ تو

اب آپ کیا کہلائیں گے؟

اسی طرح آپ نے سیوطی سے نقل کیا کہ

وكل متشابه في القرآن عند  
اهل الحق فلا مساع للاجتهد  
في تفسيره

قرآن کریم میں جملہ متشابہات میں  
بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ  
ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا  
کوئی دخل نہیں۔

(ازالة، ۴۷۷)

آپ اس سے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ متشابہات کے بارے میں نہیں جانتے۔ حالانکہ اس سے متصل اگلے الفاظ آپ کی تردید کر رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے

ولا طريق الى ذلك الا بالتوقيف  
بنص من القرآن او الحديث او  
اجماع الامة على تاويله  
اور متشابہ سے آگاہی کی صورت  
قرآن کی نص یا حدیث یا اجماع  
امت ہے۔

(الاتقان، ۲: ۴۵۳)

وہ تو واضح کر رہے ہیں کہ حدیث کے ذریعے سے اس کا علم ہو سکتا ہے اور یہ تبھی ہوگا جب حضور ﷺ اس سے آگاہ ہوں گے بلکہ سیوطی نے یہ امام زرکشی سے لیا ہے۔ اور ان کے الفاظ یہ ہیں

ولا طريق الى ذلك الا بالتوقيف  
من احد ثلاثة اوجه امانص من  
التنزيل او بيان من النبي ﷺ او  
اجماع الامة على تاويله فاذا لم  
يروفيه توقيف من هذه الجهات  
علمنا انه مما استاثر الله تعالى  
بعلمه  
ان متشابہات کا علم ان تین میں  
سے ایک ذریعہ سے حاصل ہو سکتا  
ہے۔ قرآنی نص یا حضور ﷺ کی  
طرف سے بیان یا اجماع امت  
سے اس کی تاویل ہو۔ اگر ان میں  
سے کوئی رہنمائی نہ ملے۔ تو ہم جان  
لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(البرهان في علوم القرآن، ۲: ۱۸۳)

آپ نے اپنی تائید میں اس مسئلہ پر امام سیوطی سے علوم قرآن کی

تقسیم نقل کرتے ہوئے صرف اول قسم نقل کی۔ جس میں بتایا گیا کہ ”کنہ ذات باری اور وہ غیوب جو اس کا خاصہ ہیں“ کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(ازالہ ص ۷۷ ص ۷۷)

حالانکہ حضور ﷺ کے لیے تمہارے مخالفین یہ دعویٰ کرتے ہی نہیں۔ بلکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ البتہ وہ حروف قطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا معنی حضور ﷺ جانتے ہیں۔ اگر آپ پر دوسری قسم اوجھل نہ رہتی تو ان کا موقف درست ثابت ہو جاتا۔ چلو وہ ہم سامنے لے آتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ سیوطی نے یہ تمام گفتگو امام محمد بن سلیمان المعروف ابن نقیب کی نقل کی ہے۔

دوسری قسم علوم قرآن کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اسرار قرآن پر حضور ﷺ کو مطلع کرے۔ اور آپ ہی کے ساتھ انہیں مخصوص فرما دے۔ اب ان میں گفتگو آپ ﷺ کے لیے ہی جائز ہوگی یا جس کو اجازت ہو اور حروف مقطعات اس قسم ثانی میں شامل ہیں۔ البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ اول قسم میں ہے۔

اس میں امام ابن نقیب نے واضح طور پر حروف مقطعات کے بارے میں واضح کر دیا کہ ان کا حضور ﷺ کو علم دیا گیا ہے۔

الشانى ما اطلع الله عليه نبىه  
من اسرار الكتاب واختصه به  
وهذا لا يجوز الكلام فيه الا له  
اول من اذن له واوائل السور من  
هذا القسم وقيل من القسم  
الاول

(الاتقان، ۲: ۳۵۳)

## جواب

محترم مفتی قادری صاحب! ازالۃ الریب میں علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے و متشابه لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ و من ادعی علمہ سوی اللہ تعالیٰ فہو کاذب اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ نے لکھا حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جس سے سیوطی نے نقل کیا ہے۔ آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی سے ہی روایت ہے جس کے بارہ میں آپ نے ثابت کیا کہ یہ کافر ہے، یہ جھوٹا ہے الخ۔

محترم! اگر آپ تفسیر طبری میں صرف روایت کو ہی نہ دیکھتے بلکہ امام طبری کے انداز کو بھی ملاحظہ فرماتے اور اسی کی روشنی میں ازالۃ الریب میں اس روایت کو پیش کرنے کے انداز کو دیکھتے تو آپ کے سامنے حقیقت واضح ہو جاتی۔ امام ابن جریر طبری نے پہلے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا اور پھر اس کی تائید میں یہ کلبی والی روایت نقل کی وقد روی بنحو ما قلنا فی ذالک ایضا عن رسول اللہ ﷺ خبر فی اسنادہ نظر (تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۴) (کہ ہم نے جو قول کیا ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے بھی ایسی خبر ہے جس کی سند میں نظر ہے،) امام ابن جریر اس روایت کو احتجاج کے لیے نہیں بلکہ تائید کے لیے پیش کر رہے ہیں اور حضرت مولانا صفدر صاحب نے بھی پہلے وہ عبارات پیش کیں جن سے استدلال کیا ہے اور پھر فرمایا نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں تو یہ عبارت واضح کر رہی ہے کہ آگے کی عبارت تائید میں پیش کی جا رہی ہے اور تائید میں کلبی جیسے راوی کی کمزور روایت پیش کی جاسکتی ہے، کلبی پر اگرچہ سخت سے سخت الفاظ جرح نقل کئے گئے ہیں مگر اس کے بارہ

میں یہ ہی ہے کہ اس کی روایت ضعیف اور کمزور ہوتی ہے اس کو احتجاج اور استدلال کے طور پر تو نہیں لیا جاسکتا البتہ تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے جیسا کہ خود مولانا صفدر صاحب نے ملا کاتب چلبی کی کشف الظنون ج ۱ ص ۳۷۵ کے حوالہ سے لکھا کہ صحت کے اعتبار سے بخاری اور مسلم کے بعد ترمذی کا درجہ ہے کیونکہ مصلوب اور کلبی کی روایات نقل کر کے امام ترمذی نے ان کی تضعیف کی ہے تاکہ کوئی ان کی روایات سے مغالطہ نہ کھائے یا ان کو محض متابعات اور شواہد میں لائے ہیں ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا (خزائن السنن ج ۱ ص ۶) اور ازالۃ الریب میں کلبی سے مروی روایت سے متعلق لکھا ہے مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے (ازالۃ الریب ص ۳۱۳) ازالۃ الریب میں جہاں کلبی پر سخت جرح نقل کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی روایت سے قرآن کریم کے مفہوم کے برخلاف استدلال کیا گیا ہے اس لیے فرمایا یہ ہیں وہ شیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدے پر زد نہ پڑے (ازالۃ الریب ص ۳۱۶) کلبی جیسے راوی کی روایت سے استدلال درست نہیں مگر تائید میں اس کو پیش کیا جاسکتا ہے اور امام ابن جریر نے بھی اس کو تائید کے لیے پیش کیا ہے اور مولانا صفدر صاحب نے بھی تائید ہی کے لیے پیش کیا ہے اور ایسی روایت کا احتجاج میں پیش کرنا غلط اور تائید میں پیش کرنا صحیح ہونے کی بارہ میں تو فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے نہ جانے آپ جیسے مفتی صاحب کی نظر سے یہ نمایاں اور واضح بات کیوں اوجھل رہ گئی؟

اس جواب میں آپ نے یہ باتیں کیں

۱- بندہ نے امام زرکشی اور سیوطی کی عبارات کا غلط مفہوم لیا ہے وہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے اور بندہ انہیں علم نبی ﷺ کے ثبوت پر محمول کر رہا ہے۔

### ان کا مقصود

آپ کے نزدیک ان عبارات کا مدعی و مقصد یہ ہے کہ چونکہ حضور ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے اس لیے ان کے بارے میں آپ ﷺ سے کچھ بھی منقول نہیں، جب آپ ﷺ سے کچھ ان کے بارے میں مروی و منقول نہیں تو ہم انہیں متشابہ تسلیم کر لیں گے، آپ نے لکھا۔

حالانکہ امام سیوطی تو فرما رہے ہیں کہ متشابہات کی تفسیر اجتهاد سے نہیں کی جاسکتی بلکہ ان کو جاننے کے لیے ان تین صورتوں میں سے ایک کی ضرورت ہے اور جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جا رہی تو ان کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا آپ نے نہ جانے کہاں سے یہ نتیجہ نکال لیا جو آپ نے بیان کیا ہے پھر آگے آپ نے امام زرکشی کی عبارت جو نقل کی اگر آپ نے اس کا ترجمہ جان بوجھ کر غلط نہیں کیا تو گزارش ہے کہ ترجمہ کرنے میں آپ کو غلطی لگی ہے اس لیے کہ عبارت ہے۔

اس کا ترجمہ یوں ہے کہ پس جب

ان صورتوں میں سے کسی سے

واقفیت حاصل کرنے کی کوئی روایت

مروی نہیں تو ہم نے جان لیا کہ یہ

فاذا لم يروفيه توقيف من هذه

الجهات علمنا انه مما استاثر

الله تعالى بعلمه

(نصرة العلوم ص ۳۵ تا ۳۶)

ان چیزوں میں سے ہے جن کے  
جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے۔

## ان ائمہ کا موقف

قبل اس کے کہ ہم اس پر گفتگو کریں کہ ہمارا کیا ہوا عبارات کا ترجمہ غلط ہے یا درست، اس پر گفتگو ضروری ہے کہ ان ائمہ کا موقف واضح کریں کہ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے متشابہات کا علم مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حضور ﷺ کے لیے متشابہات کا علم مانتے ہیں تو ہمارا ترجمہ درست اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے تو تمہارا ترجمہ ہی نہیں بلکہ دعویٰ بھی درست ہے۔

## اہم نوٹ

ان عبارات کے حوالہ سے یہ بات ذہن نشین کر لینا نہایت ہی ضروری ہے کہ امام زرکشی نے انہیں امام ابن قتیبہ (۲۷۶) سے لیا اور امام سیوطی نے انہیں امام زرکشی سے لیا ہے۔ گویا ان عبارات کا مدار دو اہل علم پر ہے۔

۱۔ امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۷۶)

۲۔ امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴)

## امام زرکشی کا اعلان

چونکہ یہ عبارات امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴) کی ہے جیسا کہ پیچھے آچکا، ہم انہی کا ایک اعلان ان کے الفاظ میں ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ اسے سامنے رکھ کر ان کی اس عبارت کو سمجھ لیا جائے۔ ”النوع السادس والثلاثون معرفة

المحکم من المتشابه“ کے تحت سورہٴ ال عمران کی آیت نمبر ۷ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس کے الفاظ ”الا اللہ والراسخون فی العلم“ میں وقف کہاں ہے؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ یہاں واو کون سی ہے استینافیہ یا عاطفہ، بعض نے اسے استینافیہ قرار دیتے ہوئے الا اللہ پر وقف کیا اور مفہوم یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم پر کچھ ایسی عبادات لازم کیں ہیں جن میں ہماری عقل کو دخل نہیں اس طرح اس نے اپنی کتاب مقدس میں ایسی آیات نازل کیں جن کا ہمیں علم نہیں، انہیں اللہ ہی جانتا ہے اور ان کا نام متشابہات ہے، بعض نے واو کو عاطفہ کہا اور یہ دلیل دی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کسی ایسی چیز کا مکلف نہیں بناتا جسے وہ نہ جانتے ہوں اور پہلے قول کو ضعیف گردانتے ہوئے کہا

لأن الله لم ينزل اشياء من القرآن الا لينتفع به عباده ويدل به على معنى اراده فلو كان المتشابه لا يعلمه غير الله للزمنا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا ہر حصہ اس لیے نازل فرمایا ہے کہ بندے اس سے نفع پائیں اور ان پر اس کی مراد آشکار ہو اگر متشابہات کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانے تو ہم پر ملحدین کا طعن ثابت ہو جائے گا۔

اس کے بعد ان مخالفین کے سامنے ایک ایسی دلیل رکھی۔ جسے وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بتاؤ ان متشابہات کو رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں یا نہیں؟ جب حضور ﷺ کے جاننے کا تم انکار نہیں کر سکتے تو پھر الا اللہ پر وقف پر زور کیوں؟

ان کے الفاظ پڑھئے

کسی انسان کے لیے یہ کہنا ہرگز جائز

ولا یسوغ لا حد ان یقول ان



ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے۔ جب ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ پر وقف کے باوجود متشابہات کو رسول اللہ ﷺ کا جاننا جائز ہے پھر ربانیوں صحابہ اور امت کے مفسرین کا بھی جاننا جائز ہوگا..... پھر ہم نے مفسرین کو نہیں دیکھا کہ وہ یہ کہتے ہوئے قرآن کے کسی حصہ کی تفسیر سے رک جائیں کہ یہ متشابہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا بلکہ انہوں نے تمام حتی کہ حروف مقطعات کی بھی تفسیر کی ہے۔

رسول الله لم يعلم المتشابه  
فاذا جاز ان يعرفه الرسول مع  
قوله (وما يعلم تاويله الا الله)  
جاز ان يعرفه الربانيون من  
صحابته والمفسرون من امته  
..... ونحن لم نر المفسرين  
الى هذه الغاية توقفوا عن شئ  
من القرآن فقالوا هو متشابه لا  
يعلمه الا الله بل امره على  
التفسير حتى فسروا الحروف  
المقطعة  
(البرهان في علوم القرآن  
ص، ۸۳، ۸۴)

### امام ابن قتیبہ کا اعلان

اور اصل میں یہ اعلان امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینووی (۲۷۶) کا ہے انہوں نے مخالفین قرآن کو رد کرتے ہوئے اس مسئلہ پر نہایت ہی دو ٹوک انداز میں کہا ہمارا تعلق ان لوگوں سے نہیں جو راہنہیں کے لیے متشابہات کا علم نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کا یہ قول سراسر غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن اس لیے نازل فرمایا تاکہ بندوں کو اس سے

ولم ينزل الله شياً من القرآن  
الا لينفع به عباده ويدل به على

معنى اراده فلو كان المتشابه  
لا يعلمه غيره للزمنا للطاعن  
مقال، وتعلق علينا بعله وهل  
يجوز لأحد أن لا أحد أن يقول  
ان رسول الله لم يكن يعرف  
المتشابه؟ واذا جاز أن يعرفه  
مع قول الله تعالى (وما يعلم  
تاويله الا الله) جاز ان يعرفه  
الربانيون من صحابته، فقد علم  
(عليا) التفسير ودعا (لابن  
عباس) فقال (اللهم علمه  
التأويل، وفقهه في الدين)  
وروى عبدالرزاق، عن  
اسرائيل، عن سماك بن  
حرب عن عكرمة، عن (ابن  
عباس) أنه قال، كل القرآن  
أعلم الا اربعا غسلين، وحنانا،  
والاواه، والرقيم وكل هذا من  
قول (ابن عباس) في وقت ثم  
علم ذلك بعد حدثني محمد

نفع ہو اور اس کے ذریعے انہیں  
اپنے منشا سے آگاہ فرمائے۔ کیا کسی  
آدمی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ متشابہات کو نہیں  
جانتے تو جب ”وما يعلم تاويله  
الا الله“ پر وقف کے باوجود رسول  
اللہ ﷺ کا متشابہات کو جاننا جائز  
ہے تو پھر دیگر ربانی صحابہ کا جاننا بھی  
جائز ہوگا، آپ ﷺ کو حضرت علی  
رضی اللہ عنہ کو تفسیر قرآن کا علم دیا،  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ  
دعا دی اے اللہ انہیں تاویل کا علم  
اور دین میں رسوخ عطا فرما۔  
امام عبدالرزاق نے اسرائیل سے  
انہوں نے سماک بن حرب سے  
انہوں نے حضرت عکرمہ کے حوالہ  
سے حضرت ابن عباس سے نقل کیا  
میں ان چار الفاظ کے علاوہ تمام  
قرآن کو جانتا ہوں غسلین، حنان،  
الواہ، الرقیم، (یاد رہے یہ ان کا

قول پہلے کا ہے بعد میں ان کا بھی  
انہیں علم حاصل ہو گیا تھا۔

ہمیں محمد بن عبدالعزیز عن موسیٰ بن

مسعود عن شبیل عن ابن ابی نجیح کے

حوالہ سے ہے کہ حضرت مجاہد نے

فرمایا راسخین تاویل کو جانتے ہوئے

کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے،

اگر راسخین کو متشابہ کا علم نہ ہو تو

انہیں متعلمین بلکہ جہاں مسلمین پر

کوئی فضیلت نہ ہوگی کیونکہ وہ تمام

بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی

طرف سے نازل ہونے والے تمام

کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ

مفسرین، قرآن کے کسی حصہ کی

تفسیر سے یہ کہتے ہوئے نہیں رکتے

کہ یہ متشابہ ہے اس کا علم فقط اللہ

تعالیٰ کو ہی ہے بلکہ وہ تمام حتیٰ کہ

اوائل سور میں آنے والے حروف

بن عبدالعزیز، عن موسیٰ بن

مسعود، عن شبیل، عن ابن ابی

نجیح، عن (مجاہد) قال:

تعلمونه وتقولون: آنا به

ولو لم یکن للراسخین فی العلم

حظ فی المتشابہ الا ان یقولوا:

(آنا به کل من عند ربنا) لم

یکن للراسخین فضل علی

المتعلمین، بل علی جہلۃ

لمسلمین، لأنہم جمیعاً

یقولون: (آنا به کل من عند

ربنا) وبعد: فانا لم نرالمفسرین

توقفوا عن شئی من القرآن

فقالوا: هذا متشابہ لایعلمہ الا

اللہ، بل أمر وہ کلہ علی التفسیر،

حتى فسروا (الحروف المقطعة)

فی أوائل السور، مثل: آلر، وحم،

وطہ، وأشباہ ذلك وستری

ذلك فی الحروف المشکلة، ان

شاء اللہ

مقطعات مثلاً الرحم، طہ وغیرہ کی تفسیر بھی کرتے ہیں عنقریب اس پر حروف مشکلہ کی فصل میں انشاء اللہ گفتگو آئے گی۔

اعتراض: لغت کے پیش نظر راسخین فی العلم متشابہات کو کیسے جان سکتے ہیں جب کہ ارشاد ہے (وما يعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اماناہ) جب تم نے راسخین فی العلم کو یقولون سے الگ کر کے انہیں علم میں شریک کر دیا حالانکہ یہاں واو نسق نہیں جو راسخین کے لیے دو افعال کو ثابت کرے، کثیر نحاۃ کا اس آیت میں یہی مذہب ہے، اسی وجہ سے تفسیر کرنے میں کچھ لوگوں نے غلطی کھائی۔

جواب، یہاں یقولون حال ہے تو معنی ہوگا حالانکہ راسخین فی العلم کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔

فان قال قائل: کیف یجوز فی اللغة أن یعلمہ الراسخون فی العلم، واللہ تعالیٰ یقول: (وما یتعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اماناہ) وانت اذا أشرکت الراسخین فی العلم انقطعوا عن (یقولون)، ولیست ہاہنا واو نسق توجب للراسخین فعلین وهذا مذہب کثیر من النحویین فی ہذہ الآیۃ، ومن جہتہ غلط قوم من المتأولین؟

قلنالہ: (ان یقولون) ہاہنا فی معنی الحال، کأنہ قال: الراسخون فی العلم قائلین: اماناہ

(تاویل مشکل القرآن، ۹۸ تا ۱۰۰)

## تفسیر حروف مقطعات

آپ نے دیکھا امام ابن قتیبہ (۲۷۶) اور امام زرکشی (۷۹۴) اور دیگر اہل علم نے یہ تصریح کی کہ مفسرین نے حروف مقطعات کی بھی تفسیر کی ہے حالانکہ بشمول شوافع کے مانتے ہیں کہ حروف مقطعات، متشابہات میں سے ہیں۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی (۹۱۱) 'فصل ومن الممتشابہ اوائل السور' کے تحت اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

المختار فیہا ایضا انہا من  
الاسرار الی لا یعلمہا الا اللہ  
تعالیٰ

ان میں یہ بھی مختار ہے کہ یہ حروف  
ان اسرار و رموز میں سے ہیں  
جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اس پر تائید بھی لائے، امام ابن المنذر اور دیگر مفسرین نے حضرت امام شعبی تابعی سے نقل کیا کہ ان سے اوائل سور کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

ان لكل كتاب سرا وان سر هذا  
القرآن فواتح السور

یعنی یہ اللہ و رسول کے درمیان  
اسرار و رموز ہیں جن پر کوئی دوسرا  
آگاہ نہیں ہو سکتا۔ (الاتقان، ۱، ۶۱۱)

جیسا کہ پہلے یہ مفہوم متعدد اہل علم سے آچکا ہے۔

۲۔ خود امام زرکشی کی زیر بحث عبارت کے الفاظ پر نظر ڈالیں جہاں انہوں نے دیگر علوم مثلاً قیامت، نزول غیث اور تفسیر روح کو اللہ تعالیٰ کے علوم مخصوصہ میں شامل کیا وہاں لکھا۔

والحروف المقطعة وكل  
متشابه في القرآن عند اهل  
الحق فلا مساع للاجتهد في  
تفسيره ولا طريق الى ذلك  
فلا مساع للاجتهد في تفسيره  
ولا طريق الى ذلك الا  
بالتوقيف من احد ثلاثة اوجه

(البرهان، ۲، ۱۸۳)

کیا یہ تفسیر اجتہادی ہے؟

ہمارے درمیان جو اختلاف ہوا ہے کہ متشابہات کی تفسیر قرآن و سنت سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اب تو ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ ان سب نے تصریح کر دی کہ حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں (بلکہ امام زرکشی کا انداز بتلاتا ہے یہ متشابہات سے بڑھ کر ہیں) اور ان کی تفسیر مفسرین کرتے ہیں، بتائیے انہوں نے یہ تفسیر اپنے اجتہاد کی بنا پر کی؟ ہرگز نہیں تو پھر ان کے سامنے کتاب و سنت کے نصوص ہی ہوں گے جن کی روشنی میں انہوں نے تفسیر کی اور یہ بات تب کہی جاسکتی ہے جب پہلے یہ مانا جائے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے معانی سے آگاہ ہیں اور زیر بحث عبارت میں اسی بات کی نشاندہی ہے جسے آپ تسلیم نہیں فرما رہے بلکہ توجہ دلانے والے کو ہاتھ میں چراغ لے کر چوری کرنے والا قرار دے رہے

ہیں ہم تو پھر بھی ہدایت کی ہی دعا دیں گے کیونکہ اس طعن و تشنیع نے امت کو بہت نقصان پہنچایا ہم اللہ کی توفیق و عنایت سے کسی بھی جگہ سنجیدگی، احساس ذمہ داری اور علمی وقار کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔

## ہمارے ترجمہ کی صحت

ہم یہاں سے وہ عبارت نقل کر کے اپنا ترجمہ لکھتے ہیں پھر اس کے بعد اسی عبارت کا ترجمہ آپ کے والد گرامی اور مولانا انصاری سے نقل کر دیتے ہیں خود فیصلہ کیجئے کیا ہمارے والا ترجمہ انہوں نے کیا ہے یا نہیں؟ اگر انہوں نے ترجمہ ہمارے والا ہی کیا ہے تو پھر کم از کم ہم چور نہیں۔

امام زرکشی کی عبارت یہ ہے۔

ہمارا ترجمہ: ان متشابہات کا علم ان تین میں سے ایک ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے قرآنی نص یا حضور ﷺ کی طرف سے بیان یا اجماع امت سے اس کی تاویل ہو اگر ان میں سے کوئی رہنمائی نہ ملے تو ہم جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ولا طریق الی ذلک الا بالتوقیف من احد ثلاثة اوجه اما نص من التاویل او بیان من النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اجماع الامۃ علی تاویلہ فاذا لم یرو فیہ توقیف من هذه الجهات علمنا انه مما استأثر اللہ تعالیٰ بعلمہ

(البرہان، ۲، ۱۸۳)

(ماہنامہ سوائے حجاز اکتوبر ۲۰۰۳ء)

۱۔ آپ کے والد گرامی مولانا سرفراز صفدر نے ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: ”ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں مگر یہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت سے حاصل ہوں اس کے بعد لکھا (اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں۔) (ازالہ: ۴۷۷) بتائیے ان تراجم میں کیا فرق ہے دونوں سے ہی بات آشکار ہو رہی



ہے کہ متشابہات کی تفسیر اجتہاد سے نہیں ہو سکتی ہاں قرآن، حدیث اور اجماع سے ہو سکتی ہے، مولانا کے یہ الفاظ:

”مگر یہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت سے حاصل ہوں“ اور ہمارے الفاظ ”قرآنی نص یا حضور ﷺ کا بیان یا اجماع امت سے اس کی تاویل ہو۔“

میں کیا تفاوت ہے؟

مولانا انصاری کا ترجمہ

امام سیوطی کی کتاب الاتقان (جس میں زرکشی کی یہی عبارت ہے) کا اردو ترجمہ مولانا محمد علیم انصاری نے کیا۔ ادارہ اسلامیات لاہور اور مکتبہ العلم لاہور نے اسے شائع کیا ہم وہ ترجمہ بھی قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ وہ ہماری چوری سے خوب آگاہی حاصل کر سکیں۔ وہ امام زرکشی کی یہ عبارت ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

اور وہ باتیں جن کا علم خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہوتا وہ امور غیب کی قائم مقام ہیں جس طرح قیام قیامت، تفسیر روح اور حروف مقطوعہ کو متضمن آیتیں اور اہل حق کے نزدیک ہر ایک متشابہ قرآن کی تفسیر میں اجتہاد سے کام لینا مناسب نہیں ہوتا اور ان کے معانی پر آگاہی پانے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ خاص ہی کسی نص یا حدیث کی نص صریح سے وہ معنی توقیفی طور پر معلوم ہوں یا امت کے اس کی تاویل پر اجماع کر لینے سے۔

(ترجمہ الاتقان، جلد ۲ ص ۴۱۱) مکتبہ العلم اردو بازار لاہور)

امت کا معاملہ ہے حبیب خدا کا نہیں

لہذا ہمیں خوب شرح صدر کے ساتھ یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ متشابہات

کا علم امت پر نہیں حبیب خدا ﷺ پر آشکار ہے جیسا کہ علماء (خصوصاً احناف) نے ہر جگہ تصریح کر دی ہے تاکہ قرآن و اسلام اور وعدہ الہی پر طعن نہ ہو۔

امام بدرالدین زرکشی (۷۹۳) نے مذکورہ بحث میں پانچ تفریعات ذکر کیں سورۃ ال عمران کی آیت نمبر ۷ کے حوالہ سے تیسری تفریح یوں ذکر کی۔

الثالث وَمِنْ هَذَا الْخِلَافِ نَشَأُ  
الْخِلَافَ فِي أَنَّهُ هَلْ فِي الْقُرْآنِ  
شَيْءٌ لَا تَعْلَمُ الْأُمَّةُ تَأْوِيلَهُ؟  
تیسری تفریح یہ ہے کہ ایک اختلاف  
سامنے آیا کہ کیا قرآن کا کچھ حصہ  
ایسا ہے جس کے معانی سے امت  
(البرهان، ۲، ۸۵) آگاہ نہیں؟

کس قدر واضح انداز میں انہوں نے کہا کہ قرآن کے کچھ حصہ کا جاننا یا نہ جاننا امت کا معاملہ ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا۔

### حضور کو درمیان میں نہ لاؤ

آپ نے پیچھے متعدد حوالہ جات ملاحظہ کیے جن میں علماء امت نے واضح کر دیا کہ متشابہ کے بارے میں توقف، خاموشی اور مراد کا واضح نہ ہونا امت کے حق میں ہے رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں، امام زرکشی کی تصریح بھی آپ نے دیکھی کہ امت کا معاملہ ہے، آئیے ایک حنفی عالم امام محمد بن ولی از میری (۱۱۰۲) کی خوبصورت بات کا بھی مطالعہ کریں پوری بات کچھ یوں ہے:

مرقاۃ الوصول میں الفاظ تھے۔

اما المتشابه فما انقطع رجاء  
معرفة مراده

متشابہ کی معرفت مراد کی امید ہی ختم

اس پر ملا خسرو (۸۸۰) نے لکھا۔

یہ امت کا معاملہ ہے حضور ﷺ اللہ  
تعالیٰ کی عطا سے انہیں جانتے ہیں۔

آگے چل کر ”الا اللہ“ پر وقف کرنے والوں خصوصاً احناف نے اپنے  
موقف پر پانچ دلائل ذکر کیے پھر ان کا مخالفین کی طرف سے رد اجمالی اور تفصیلی  
ذکر کیا اجمالی رد ان پانچ کا یہ ہے آپ کے دلائل پر نقض ہے کہ

تمہارے (احناف) کے نزدیک بھی  
حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے  
ہیں جیسے کہ امام فخر الاسلام نے باب  
تقسیم السنة فی حق النبی  
ﷺ میں اس پر تصریح کی ہے۔

ای للامة واما النبی علیہ  
السلام فریما یعلمہ باعلام اللہ

انہ منقوض بالرسول علیہ  
السلام فانہ یعلم المتشابہ عند  
کم صرح بہ الامام فخر الاسلام  
فی باب تقسیم السنة فی حق  
النبی علیہ السلام

اس کا جواب ملا خسرو نے یوں دیا۔

ہم کہتے ہیں جو کچھ اجمالاً و تفصیلاً  
دلائل آئیں ہیں ان پر کوئی اشکال  
نہیں ہو سکتا اول دلیل یہ اس لیے  
کہ امام فخر الاسلام کی گفتگو وہاں  
متاخرین کی رائے پر ہے کیونکہ  
ابتداء کتاب میں وہ لکھ آئے ہیں  
کہ راسخین فی العلم کا متشابہ سے اتنا  
ہی حصہ ہے کہ وہ کہیں جو اللہ تعالیٰ

اقول لا ضیر فیما ذکر اجمالاً و  
تفصیلاً اما الاول فلان کلام  
فخر الاسلام ثمہ انما ہو علی  
رأی المتأخرین بدلیل مقال فی  
اول کتابہ وعندنا لاحظ  
للسرخین فی العلم من المتشابہ  
الاتسليم علی اعتقاد حقیة  
المراد عند الله تعالی وان الوقف

علی قولہ الا اللہ واجب

کے ہاں مراد ہے وہی حق ہے اور  
وقف الا اللہ پر ہی لازم ہے۔

امام محمد بن ولی از میری نے ان کے الفاظ ”انما هو علی رأی  
المتأخرین“ کے تحت کیا ہی خوبصورت لکھا۔

لا ینحی علیک انہ ذکر فی  
صدر البحث النزاع فی حق  
الامة واما النبی ﷺ فریما  
یعلم المتشابه باعلام اللہ تعالیٰ  
فالمناسب ان یقول انہ لا نقض  
بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اذلا نزاع فیہ فلا یجری الدلیل  
فی حقہ

تم پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ  
ملاخسرو نے ابتدائی گفتگو میں واضح  
کیا تھا کہ یہ بات امت کے حق  
میں ہے رہا معاملہ رسول اللہ ﷺ کا  
تو وہ متشابہ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے  
جانتے ہیں تو یہاں یہی کہنا مناسب  
ہے کہ حضور ﷺ کی وجہ سے نقض  
وارد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس  
بارے میں دونوں گروہوں کے  
درمیان کوئی نزاع و اختلاف ہی  
نہیں لہذا یہ دلیل سرور عالم ﷺ  
کے حق میں چل ہی نہیں سکتی۔

(حاشیہ از میری علی مرآة  
الاصول: ۱، ۴۱۵)

یعنی نقض و اعتراض وارد کرنا ہے تو کوئی اور راستہ تلاش کرو، حضور ﷺ

کی ذات اقدس کو درمیان میں نہ لاؤ کیونکہ ہمارا (الا اللہ پر وقف کرنے  
والوں) اور تمہارا (والراسخون فی العلم پر وقف کرنے والوں) کا آپ ﷺ  
کی ذات اقدس کے حوالہ سے ہرگز اختلاف نہیں بلکہ ہم متفق ہیں کہ حبیب خدا  
ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

مولانا قارن کی تین اقساط



مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے اپنی کتاب جاء الحق میں لکھا تھا کہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں، اس کا رد کرتے ہوئے حضرت والد محترم دام مجدہم نے ”ازالۃ الریب“ میں لکھا حنفیوں کا یہ عقیدہ اور وہ بھی اتفاقی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس میں خاصا اختلاف ہے۔ مفتی صاحب کو صرف تو ضیح ہی دیکھ لینی چاہیے تھی جس میں یہ تصریح موجود ہے ولم ینظہر احد امن خلقہ علیہ ص ۱۵ (ازالۃ الریب ص ۴۷۸) عرصہ کے بعد مفتی احمد یار خان صاحب کی وکالت میں جناب مفتی محمد خان قادری صاحب نے قلم اٹھایا اور حضرت والد صاحب دام مجدہم کے نام ایک خط رسائل میں شائع کیا جس کا جواب احقر نے ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ دسمبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں دیا اور جناب مفتی محمد خان قادری صاحب کو ان کی کئی غلط فہمیوں کی جانب توجہ دلائی اور دریافت کیا کہ آپ نے جو عبارت پیش کی ہے کیا اس سے مفتی احمد یار خان صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وکالت کا کیا فائدہ؟ ہمارے اس جواب پر تادم تحریر جناب مفتی قادری صاحب دو قسطوں میں تبصرہ کر چکے ہیں مگر ہمیں حیرانگی ہوئی کہ پوری بحث میں کسی معتبر تو درکنار کسی عام حنفی عالم سے ایک حوالہ بھی وہ مفتی احمد یار خان صاحب کی تائید میں پیش نہیں کر سکے، صرف یہ کیا کہ جو ان کا

اپنا نظریہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو تشابہات کا علم ہے اسی کی تائید میں سارا زور صرف کیا حالانکہ یہ تو بحث ہی نہیں کہ ایسا کسی نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ آیا اس نظریہ کو حنفیوں کا متفقہ نظریہ کہا جاسکتا ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے کہا ہے؟ مگر مفتی قادری صاحب نے اب تک سامنے آنے والے اپنے تین مضامین میں ایک حوالہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جس سے ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ کا تشابہات کا علم رکھنے کا نظریہ حنفیوں کا متفقہ نظریہ ہے، آئندہ اگر کوئی حوالہ اس پر پیش کریں گے تو اس پر تبصرہ کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ مفتی قادری صاحب تو اپنے موکل مفتی احمد یار خان صاحب کی حمایت میں اب تک ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکے مگر میرے والد صاحب دام مجد ہم نے جو یہ لکھا تھا کہ اس میں خاصا اختلاف ہے اور مفتی قادری صاحب نے اپنے ایک طرفہ نظریہ پر بعض عبارات پیش کر کے مجھ سے یوں دریافت کیا محترم قارئین صاحب اب فرمائیے کیا اس بارے میں خاصا اختلاف ہے؟ تو عرض ہے کہ ہاں اس مسئلہ میں خاصا اختلاف ہے جس کی وضاحت ہم یہاں عرض کر رہے ہیں۔

## علماء احناف کے نظریات

تشابہات سے متعلق علم نبوی ﷺ کے بارہ میں علماء احناف کے تین

نظریات ہیں:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی تشابہات کا علم نہیں۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی تشابہات کا علم رکھتے ہیں پھر



اس نظریہ والوں میں سے بعض حضرات کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ متشابہات کا علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی دیا گیا اور بعض حضرات نے حضور علیہ السلام کے اجتہاد کی بحث میں اس کا ذکر کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم اجتہادی طور پر تھا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ امت کے کچھ حضرات بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں، یہ تینوں قسم کے نظریات کتب احناف میں ذکر کیے گئے ہیں۔

اب ہم مفتی قادری صاحب اور انصاف پسند قارئین کرام سے پوچھتے ہیں کہ جب اس مسئلہ میں تین قسم کے نظریات ہیں تو ان میں سے ایک ایسے نظریہ کو جو جمہور احناف کا نظریہ بھی نہیں کیا اس نظریہ کو احناف کا متفقہ نظریہ قرار دیا جاسکتا ہے کیا اس اختلاف کو خاصا اختلاف سے تعبیر کرنا غلط ہے؟

علماء احناف کے ان تین قسم کے نظریات کی تفصیل

پہلا نظریہ

کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور یہ نظریہ جمہور احناف کا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف واجب ہے ملاحظہ ہو اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۶۹، اصول بزدوی ص ۹، ۱۰، کشف الاسرار علی المنارج ج ۲ ص ۱۵۲، نور الانوار ص ۹۳، کشف الاسرار علی اصول البزدوی ج ۱ ص ۵۶ اور اسی طرح دیگر کتب اصول میں مذکور

ہے اور شمس الآئمة سرحسی اور فخر الاسلام بزدوی اور ان کے متبعین کے علاوہ باقی تمام حضرات مخلوق میں سے کسی کی استثناء نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی متشابہات کا حقیقی علم نہیں ہے۔

چنانچہ امیر بادشاہ حنفی لکھتے ہیں (خلافا للحنيفة) حيث قالوا لا يمكن دركه في الدنيا كما ذهب اليه الصحابة والتابعون وعامة المتقدمين غير ان فخر الاسلام وشمس الآئمة استثنيا النبي صلى الله عليه وسلم۔ (تيسير التحرير ج ۱ ص ۱۶۳) یعنی شوافع حضرات کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ متشابہات کا علم حاصل ہو سکتا ہے مگر احناف کا نظریہ اس کے خلاف ہے اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کا علم نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کی جانب صحابہ، تابعین اور اکثر متقدمین گئے ہیں لیکن فخر الاسلام (امام بزدوی) اور شمس الآئمة سرحسی نے نبی کریم ﷺ کو مستثنیٰ کیا ہے۔

اور علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں (خلافا للحنفية) حيث قالوا لا يمكن دركه في الدنيا اصلا قال في التحبير والذى ذكره صاحب الكشف والتحقيق وغيره ان مذهب عامة الصحابة والتابعين وعامة متقدمي اهل السنة من اصحابنا واصحاب الشافعي والقاضي ابي زيد و فخر الاسلام وشمس الآئمة وجماعة من المتأخرين الا ان فخر الاسلام وشمس الآئمة استثنيا النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ان المتشابه وضح له دون غيره (نسمات الاسحار على شرح افاضة الانوار ص ۶۸) احناف کا نظریہ جمہور شوافع کے نظریہ کے خلاف ہے اس لیے کہ احناف کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کا علم نہیں ہو سکتا۔

التحیر کے مصنف نے کہا ہے کہ الکشف اور التحقیق وغیرہ کے مصنف نے جو کہا ہے وہی اکثر صحابہ، تابعین اور ہمارے (احناف) اکثر متقدمین اہلسنت اصحاب اور امام شافعی کے اصحاب اور قاضی ابوزید، فخر الاسلام، شمس الآئمة اور متاخرین کی ایک جماعت کا نظریہ ہے مگر فخر الاسلام اور شمس الآئمة نے نبی کریم ﷺ کو مستثنیٰ کیا اور ذکر کیا کہ بے شک آپ ﷺ کے سامنے متشابہ کی وضاحت تھی اور آپ کے علاوہ کسی کے لیے نہ تھی۔

اور مولانا نظام الدین الکیرانوی التحیر کے حوالہ سے اوپر جو عبارت ذکر کی گئی ہے اس کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ فخر الاسلام اور شمس الآئمة نے حضور علیہ السلام کو مستثنیٰ کیا ہے اور باقی حضرات متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مانتے ہیں اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں: اقول مذهب عامة الصحابة واهل السنة انهم يقولون ان الوقف واجب على الله في قوله تعالى وما يعلم تاويله الا الله بدليل قراءة ابن مسعود ان تاويله الا عند الله۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر صحابہ اور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ بے شک وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وما يعلم تاويله الا الله میں لفظ اللہ پر وقف واجب ہے اور اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت ہے کہ اس (متشابہ) کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے پھر آگے لکھتے ہیں والاحوط هو قول المتقدمين وهو المختار عند اهل اليقين (نظامی علی الحسامی ص ۱۰) متقدمین کا قول ہی زیادہ احتیاط والا ہے اور اہل یقین کے ہاں یہی مختار ہے۔

اور امام عبدالعزیز البخاری متشابہات سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں واما العامة فقالو الوقف على قوله الا الله واجب لانه اكد اولاً بالنفي ثم خصص اسم الله بالاستثناء فيقتضى انه مما لا يشار به في

علمہ سواہ۔ (کشف الاسرار ج ۱ ص ۵۶) بہر حال اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ الا اللہ پر وقف واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو پہلے نفی کے ساتھ موکد کیا پھر اسم اللہ کی استثناء کی جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ بے شک یہ (متشابہ) ان چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کے بارہ میں خود مفتی قادری صاحب لکھتے ہیں یاد رہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی مسلم طور پر حنفی عالم ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ متشابہ کے بارہ میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ تاویل اور تامل کے ساتھ اس کی مراد معلوم کی جاسکتی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا، پہلے قول کے مطابق نبی اور غیر نبی برابر ہیں اور دوسرے قول جو حنفیہ کا مختار مذہب ہے اس میں بھی نبی اور غیر نبی برابر ہیں پھر آگے لکھتے ہیں واختلف کلام العلماء فی هذا النوع فقیل یمكن تاویله وقیل لا یمکن تاویله بل یمکن الایمان به وتفویض المراد منه الی اللہ سبحانہ فقیل استاثر اللہ سبحانہ بعلمہ ما فہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرادہ ولا احد من اتباعہ وبہ قال اکثر العلماء۔ (حاشیہ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۲) متشابہات کی اس قسم میں اختلاف ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی تاویل ممکن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی تاویل ممکن نہیں بلکہ اس کے مطابق ایمان لانا اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اس کی مراد کونہ نبی کریم ﷺ نے سمجھا اور نہ ہی آپ کے متبعین میں سے کسی نے اور اس کے مطابق اکثر علماء نے کہا ہے

قاضی صاحب نے اکثر علماء کا مذہب یہی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو تشابہات کا علم نہیں ہے اگرچہ اس سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا مختار مذہب یہ بتایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہے۔ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں قیل المتشابهة قسمان الاول لا یقبل التاویل ولا یعلم تاویلہ الا اللہ کالنفس فی قوله ولا اعلم مافی نفسک والمجنی فی جاء ربک وفواتح السور (مرقات ج ۱ ص ۱۶۰) کہا گیا ہے کہ تشابہات کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جو تاویل کو قبول نہیں کرتی اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے جیسا کہ مافی نفسک میں نفس اور جاء ربک میں آنا اور بعض سورتوں میں حروف مقطعات تشابہات کی اس قسم میں سے ہیں۔ اسی طرح تقدیر اور روح اور ان اللہ عنده علم الساعة کی آیت میں بیان کردہ امور خمسہ کو بھی تشابہات میں شمار کیا گیا ہے تو تقدیر کے بارہ میں بحث کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں والقدر سرمن اسرار اللہ تعالیٰ لم یطلع علیہ ملکا مقربا ولا نبیا مرسلًا۔ (مرقات ج ۱ ص ۱۴۵) اور تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس پر اس نے کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو بھی مطلع نہیں فرمایا اسی طرح قیامت کے علم کے بارہ میں فرماتے ہیں ان علم الساعة مما استاثر اللہ تعالیٰ بہ۔ (مرقات ج ۱ ص ۶۶) بے شک قیامت کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے۔ اور علامہ عینی حنفی قیامت کے علم سے متعلق بحث میں لکھتے ہیں قلت الاعتقاد بوجودها وبعدم العلم بوقتها لغير اللہ من الدین ایضاً (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۸۲) میں کہتا ہوں کہ قیامت کے ہونے کا عقیدہ رکھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کا وقت اللہ

تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، یہ بھی دین میں سے ہے۔ امام بخاری نے باب قائم کیا باب قول اللہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قليلا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۴) اس باب کو قائم کرنے کی وجہ واضح کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ عنوان قائم کرنے سے مقصد یہ ہے کہ وہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان من العلم شیئا لم یطلع اللہ علیہا نبیا ولا غیرہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۹۹) کہ بعض علوم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نہ کسی نبی کو مطلع فرمایا ہے اور نہ ہی کسی اور کو۔

اور پھر روح سے متعلق بحث کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں  
 فالاکثرون منهم علی ان اللہ تعالیٰ ابہم علم الروح علی الخلق  
 واستاثرہ لنفسہ حتی قالوا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن  
 عالمابہ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۱) پس ان علماء میں سے اکثر کا نظریہ یہ ہے  
 کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے روح کا علم مخلوق سے مخفی رکھا ہے اور اس کو اپنے لیے  
 مختص رکھا ہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ بھی اس کو نہیں  
 جانتے تھے۔ علامہ عینی نے اکثریت کا نظریہ یہی بتایا مگر خود اس سے اختلاف  
 کرتے ہوئے لکھا کہ حضور علیہ السلام کو روح کے بارہ میں علم تھا۔

یہود نے حضور علیہ السلام سے روح کے بارہ میں پوچھا تو اس روح  
 سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارہ میں کئی احتمالات علامہ عینی نے ذکر کیے ہیں ان  
 میں سے ایک احتمال یہ لکھا کہ ویمكن ان سوالہم عن روح بنی آدم لانه  
 مذکور فی التوراة انه لا یعلمہ الا اللہ وقالت الیہود ان فسر الروح  
 فلیس بنی فلذالک لم یجبہم (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۱) اور ہو سکتا ہے

کہ ان کا سوال انسانی روح کے بارہ میں ہو اس لیے کہ تورات میں یہ مذکور تھا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور یہود نے کہا کہ اگر اس نے روح کی تفسیر بیان کر دی تو یہ نبی نہیں ہوگا تو اسی لیے آپ ﷺ نے ان کو جواب نہ دیا۔ علامہ عینی فلا یظہر علی غیبہ احداً سے متعلق بحث میں لکھتے ہیں کہ اس میں غیب سے کیا مراد ہے تو اس بارے میں ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا علم ہے اور علامہ عینی اس قول کو ضعیف قرار دیتے ہوئے دلیل میں فرماتے ہیں لان علم الساعة مما استاثر الله بعلمه کہ قیامت کا علم تو ان چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور پھر آگے الیہ یرد علم الساعة سے متعلق فرماتے ہیں فمعناها لا یعلم متی وقت قیامها غیرہ فالتقدير الیہ یرد علم وقت الساعة (عمدة القاری ج ۲۵ ص ۸۶) تو اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی نہیں جانتا تو تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا ومنها ما قبل ما وجه الانحصار فی هذه الخمس مع ان الامور التي لا يعلمها الا الله كثيرة اجيب بانه اما لانهم كانوا سألوا الرسول عن هذه الخمس فنزلت الآية جواباً لهم واما لانهم عائدة الى هذه الخمس فافهم۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۳) اس حدیث پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ ان پانچ امور میں حصر کیوں کیا گیا حالانکہ جن امور کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا وہ امور تو بہت سے ہیں تو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے رسول اللہ

ﷺ سے ان پانچ امور سے متعلق ہی سوال کیا تھا تو یہ آیت ان کے جواب میں نازل ہوئی یا یہ کہ باقی امور ان ہی پانچ امور کی جانب لوٹتے ہیں پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

## مفتی قادری صاحب کی معصومیت

مفتی قادری بڑی معصومیت سے ہم سے پوچھتے ہیں کیا کسی نے تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ بعض متشابہات کا علم رکھتے ہیں تمام کا نہیں، کیا معمولی نوعیت کے اختلاف کو اہل علم (احناف) نے قابل اعتنا سمجھا ہے، کیا مخالفت کرنے والوں کا رد نہیں کیا؟ آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں کیا اس کو حق صواب قرار نہیں دیا۔ (ماہنامہ سوئے حجاز ص ۵۴ جنوری ۲۰۰۲ء) ہم نے جمہور احناف کا نظریہ علماء احناف ہی کی عبارت سے پیش کر دیا ہے اس لیے ہم سے دریافت کرنے کی بجائے مفتی قادری صاحب کو اگر انصاف کرنے والا دل سینہ میں حاصل ہے تو اپنے دل سے ہی پوچھ لیں کہ کیا نبی کریم ﷺ کو تمام متشابہات کا علم ہونے کا نظریہ جمہور احناف کا ہے؟ جو نظریہ جمہور کا ہے اس کو معمولی نوعیت کا اختلاف اور ناقابل اعتنا کس نے سمجھا ہے؟ کیا جمہور احناف کا نظریہ حق و صواب ہے یا ان کی مخالفت کرنے والوں کا؟ ہمارے نزدیک جمہور احناف کا نظریہ ہی حق و صواب ہے اس لیے ہم نے علماء احناف ہی کی عبارات اس بارہ میں پیش کی ہیں اور طوالت کے خوف سے ان ہی حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔

## دوسرا نظریہ

کہ نبی کریم ﷺ بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں، یہ نظریہ فخر الاسلام



امام بزدوی اور شمس الائمہ امام سرحسی کا ہے اور ان ہی کی پیروی میں بعد والے شارحین اور بعض دیگر حضرات نے اس نظریہ کو اختیار کیا ہے جیسا کہ پہلے نظریہ کی تفصیل کے تحت اس کا بھی کچھ بیان ہو چکا ہے اور اس کے متعلق کچھ حوالے مفتی قادری صاحب نے بھی دیئے ہیں جن میں سے بعض عبارات دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی پیش کیں اور ہمیں یوں خطاب کیا کہ اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے۔ (سوئے حجاز ص ۴۱ فروری ۲۰۰۲ء) عرض ہے کہ اہلسنت والجماعت ہونے کے ناطے مالکی، شافعی، حنبلی ہمارے اکابرین ہیں اور دلائل کے ساتھ ان کے نظریات سے اختلاف بھی ہے اسی طرح جن حضرات کی آپ نے ہمارے اکابرین کی حیثیت سے عبارات پیش کی ہیں وہ بے شک ہمارے اکابرین ہیں ان کے کسی نظریہ سے دلیل کے ساتھ اختلاف نہ تو ان کی شان میں گستاخی ہے اور نہ ہی ان کے اکابرین میں سے ہونے سے انکار ہے بالخصوص مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی جنہوں نے اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی کے تراجم کئے ہیں ان کو تو ان کتابوں میں کئی جگہ غلط فہمیاں ہوئی ہیں اور کئی جگہ ان کو ذہول ہوا ہے جو مدرسین اور ذہین طلبہ سے مخفی نہیں مگر اس کے باوجود ان کی محنت قابل داد ہے۔

### تیسرا نظریہ

کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ امت کے کچھ حضرات بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں، یہ نظریہ مفسر قرآن اسماعیل حقی نے بیان کیا ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی تفسیر میں امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کو لیا ہے، متشابہات کی بحث میں انہوں نے جو لکھا ہے ان کی ایک عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے محمد فیض

احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ تشابہات کا علم کسی نبی ولی کو نہیں، ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اس لیے اتارا ہے کہ اس کے بندوں کو نفع ہو اور اسے پڑھ کر اس کی مراد کو پہنچیں، اگر یہ کہا جائے کہ تشابہات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تو منکرین اسلام کا اعتراض ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا کلام عبث اور فضول ہے (معاذ اللہ) کہ جس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا وغیرہ وغیرہ۔ (فیوض الرحمن ترجمہ تفسیر روح البیان پارہ نمبر ۳ ص ۱۵۸)

مفتی قادری صاحب کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصل ذمہ داری پوری کریں ہم نے تشابہات کے متعلق علم نبوی ﷺ کے بارہ میں احناف کے تین نظریات باحوالہ بیان کئے ہیں اس لیے ہماری مفتی قادری صاحب سے درخواست ہے کہ اپنے موکل جناب مفتی احمد یار خان صاحب کی تائید میں علماء احناف سے ایسی عبارات پیش کریں جن سے ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ کو تشابہات کا علم ہونے کا نظریہ احناف کا متفقہ نظریہ ہے اور یہی ان کی اصل ذمہ داری ہے۔ اور اگر وہ اس سے پاؤں کھسکانہ چاہیں اور صرف تشابہات سے متعلق حضور علیہ السلام کو علم ہونے یا نہ ہونے سے متعلق بحث جاری رکھنا چاہیں تو پہلے واضح کریں کہ کیا مفتی احمد یار خان صاحب نے صحیح لکھا ہے یا غلط اور کیا ان پر کی گئی گرفت درست ہے یا نہیں؟ نیز اپنا نظریہ واضح کریں اس لیے کہ انہوں نے علم نبوی ﷺ اور تشابہات کے عنوان سے بحث شروع کی تھی مگر یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ علم بذریعہ وحی حاصل ہوا تھا یا کہ اس کے بارہ میں آپ ﷺ کا علم اجتہادی تھا نیز انہوں نے بعد میں ایسی عبارات بھی پیش کی ہیں جن سے راہنہ فی العلم

کے حق میں بھی متشابہات کا علم ثابت ہوتا ہے اس لیے نظریہ کی وضاحت ضروری ہے۔

ہمیں خوشی ہوئی کہ مفتی قادری صاحب نے اپنے دیگر ہم مسلک حضرات کے گالم گلوچ اور تشددانہ انداز سے ہٹ کر مناسب انداز اختیار کیا ہے (اللہ تعالیٰ ان کے حق میں خیر کے فیصلے فرمائے) اس لیے علمی انداز میں بحث جاری رکھنے میں ہمیں مزید خوشی ہوگی۔ مفتی قادری صاحب کے اب تک کے بیانات میں ان کو جو غلط فہمیاں ہوئیں ان کی نشاندہی اور انہوں نے ہماری باتوں کے جو جوابات دیئے اور اپنے نظریہ پر جو دلائل کے طور پر عبارات پیش کیں ان کا تجزیہ انشاء اللہ العزیز آئندہ پیش کیا جائے گا۔

قسط - ۲

## دلائل کا تجزیہ

مفتی محمد خان قادری صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں بعض اکابر دیوبند کی عبارات بھی پیش کیں اور عنوان قائم کیا کہ اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے، اس میں انہوں نے پہلے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا حوالہ دیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان بھید ہیں۔

ہماری مفتی قادری صاحب سے گزارش ہے کہ متشابہات سے متعلق بحث کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ نے یقیناً یہ بھی معلوم کر لیا ہوگا کہ بعض علماء نے حروف مقطعات کو متشابہات میں شمار ہی نہیں کیا، ہو سکتا ہے کہ مولانا عثمانی کا نظریہ بھی حروف مقطعات کے متعلق یہی ہوورنہ جو چیز ان کے ہاں یقیناً متشابہات میں سے ہے مثلاً قیامت کا علم تو اس کے بارہ میں وہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے چنانچہ وہ لایجلہا لوقتہا الاہو کی تفسیر میں یوں وضاحت فرماتے ہیں یہاں تمام دنیا کی اجل (قیامت) کے متعلق متنبہ فرما دیا کہ جب کسی کو خاص اپنی موت کا علم نہیں کب آئے پھر کل دنیا کی موت کو کون بتلا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سن میں آئے گی، اس کی

تعیین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کسی کے پاس نہیں، وہ ہی وقت معین و مقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا، آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کا علم بھی بہت بھاری ہے جو خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں، گو اس واقعہ کی امارات (بہت سی نشانیاں) انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے بیان فرمائی ہیں تاہم ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک اور دفعۃً ہوگا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

(تفسیر عثمانی ۹۱، ص ۲۲۵)

اس عبارت سے واضح ہے کہ مولانا عثمانی کا نظریہ کیا ہے، اگر وہ حروف مقطعات کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان بھید کہتے ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ متشابہات کا علم حضور ﷺ کے لیے مانتے ہیں۔

پھر مفتی قادری صاحب نے اصول الشاشی وغیرہ کتب کے مترجمین میں سے بعض حضرات کی عبارات پیش کی ہیں جن کے متعلق ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان حضرات نے امام بزدوی اور امام سرحسی کی پیروی کرتے ہوئے ایسا لکھ دیا ہے جبکہ متقدمین احناف اور متاخرین احناف میں سے معتد بہ طبقہ کا یہی موقف ہے کہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ میں الا اللہ پر وقف واجب ہے اور اس کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کو نہیں جانتا۔

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی کی بعض عبارات مفتی قادری صاحب نے بطور خاص دلیل میں پیش کی ہیں جن کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سکروڈوی صاحب کو ان کتابوں میں لکھتے وقت کئی مقامات میں دُھول ہوا ہے

اور جہاں ان کو ذھول ہوا اسی کو جناب مفتی قادری صاحب نے اپنے حق میں دلیل سمجھ لیا جیسا کہ ان کی ایک عبارت اپنے ہر سالہ ماہنامہ سوئے حجاز فروری ۲۰۰۴ء کے صفحہ نمبر ۴۲ میں پیش کی کہ شارح نور الانوار نے فرمایا کہ ہم حنیفوں کے نزدیک متشابہ کی مراد کا یقینی طور پر معلوم نہ ہونا امت کے حق میں ہے۔ (قوت الاخیار ج ۲ ص ۵۰) اس عبارت میں محترم سکروڈوی صاحب کو ہذا عندنا میں ہذا کے مشار ایہ کی تعیین میں ذھول ہوا ہے اس لیے کہ انہوں نے ہذا کا مشار ایہ ملا جیوں ہی کی ماقبل عبارت کو قرار دیا ہے حالانکہ اس ہذا کا مشار ایہ تو ماتن کی عبارت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحلیم لکھنوی حاشیہ نور الانوار میں فرماتے ہیں قوله وهذا ای انقطاع رجاء معرفة المراد من المتشابہ (حاشیہ نور الانوار ص ۹۳) یعنی ہذا سے مراد ماتن کی عبارت ہے جو اس نے کہا ہے کہ متشابہ اس کلام کا نام ہے جس کی مراد جاننے کی امید منقطع ہو چکی ہو۔ اور نور الانوار کے مترجمین مولانا سید عبدالاحد قاسمی صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب جلال آبادی بھی وھذا عندنا کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور متشابہ کا معلوم المراد نہ ہونا ہمارا مذہب ہے۔ (ازھر الازھار ترجمہ نور الانوار ص ۱۳۴) اس عبارت میں محترم سکروڈوی صاحب کو ذھول ہوا مگر مفتی قادری صاحب اسی کو اپنے حق میں دلیل سمجھ رہے ہیں۔

ہم نے گزشتہ قسط میں تفصیل سے حوالہ جات کے ساتھ لکھا کہ متقدمین احناف سارے اور متاخرین کا معتد بہ طبقہ مخلوق میں سے کسی کی استثناء کئے بغیر متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مانتا ہے تو ایسی حالت میں احناف کا مذہب وہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے جو سکروڈوی صاحب کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح محترم سکروڈوی صاحب نے اسی عبارت میں آگے لکھا اور جب نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا باطل ہے تو معلوم المراد ہونا ثابت ہوگا، اس کی تائید صدیق اکبر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے فی کل کتاب سرور فی القرآن۔ هذه الحروف۔ ہر کتاب میں کچھ راز کی بات ہوتی ہے اور قرآن میں اللہ اور رسول اللہ میں راز کی بات یہ حروف یعنی مقطعات قرآن ہیں پس رسول ان حروف کا راز دان اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ رسول ان کی مراد سے واقف ہو۔ الخ

یہاں بھی محترم سکروڈوی صاحب کو ذہول ہوا ہے اس لیے کہ اس بارہ میں تین قسم کے جملے استعمال کیے جاتے ہیں.....

(۱) سر من اسرار اللہ تعالیٰ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے راز ہے جس کو صرف وہی جانتا ہے۔

(۲) سر الکتاب یعنی یہ کتاب کے اندر راز ہے جس کو صرف کتاب نازل کرنے والا ہی جانتا ہے۔ ان دونوں جملوں کا مفہوم تقریباً ایک جیسا ہے۔

(۳) سر بین اللہ و بین رسوله کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

ﷺ کے درمیان راز ہے، اس جملہ کا مفہوم پہلے جملوں سے مختلف ہے، حضرت صدیق اکبر نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب کا راز ہے اس سے یہ مفہوم لینا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے یہ درست نہیں ہے، حضرت صدیق اکبر کے فرمان کا مفہوم واضح کرنے میں محترم سکروڈوی صاحب کو ذہول ہوا ہے مگر مفتی قادری صاحب اسی کو اپنی تائید میں دلیل سمجھ رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر کتاب

اتاری ہے تو کتاب کے ہر کلمہ کا علم نبی کو ہونا چاہیے مگر یہ درست نہیں ہے اس لیے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کتاب کے کسی کلمہ پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بھی آگاہ نہ کرتے اس پر امام عبدالوہاب شعرانی کی عبارت غور سے پڑھنی چاہیے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم سے پوچھا جائے کہ رب تعالیٰ کیسے تعجب کرتا ہے اور کیسے خوش ہوتا ہے مثلاً تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو آیا ہے بے شک ہم اس کی مراد سمیت اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے آیا ہے اس پر بھی اس کی مراد سمیت ایمان رکھتے ہیں اور کیفیت کو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سونپ دیتے ہیں، وقد تكون الرسل ايضاً بالنسبة الى ماياتهم من الله تعالى من ذلك الامر مثلنا فترد عليهم هذه الاخبارات من الله تعالى فيسلمون علمها الى الله تعالى كما سلمناه۔ (اليواقيت والجواهر ص ۱۰۵، ۱۰۶) اور کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسولوں پر جو چیز نازل ہوتی ہے تو اس معاملہ میں رسول بھی ہماری طرح ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر خبریں آتی ہیں تو وہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سونپ دیتے ہیں جیسا کہ ہم سونپ دیتے ہیں، امام شعرانی کی اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ نبی بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی ہر بات کو جانتا ہو بلکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ ظاہر کو تسلیم کرے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سپرد کر دے، اس لیے کتاب کا جو راز ہے وہ نبی کریم ﷺ کے لیے جاننا ضروری نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کے سرفی الکتاب کے الفاظ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز پر محمول کیا جائے۔



## ہماری گرفت اور محترم مفتی قادری صاحب کا جواب

ہم نے مفتی قادری صاحب کی عبارت پر گرفت کی تھی کہ آپ نے عبارت التنیقح کی پیش کی ہے مگر حوالہ التوضیح کا دیا ہے تو اس کے جواب میں مفتی قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے صاحب توضیح کی عبارت لکھا تھا اور التنیقح بھی صاحب توضیح کی ہے تو اسے صاحب توضیح کی عبارت کہنے میں کیا حرج ہے اور التوضیح کا حوالہ ہم نے عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا ہے اس لیے کہ اس کتاب کا نام التوضیح والتلویح ہی مشہور ہے۔ (ملخصاً ماہنامہ سوائے حجاز فروری ۲۰۰۴ء ص ۲۲، ۲۵)

ہماری مفتی قادری صاحب سے درخواست ہے کہ اتنے چکر کاٹنے کی کیا ضرورت ہے؟ لکھتے وقت بہت سے حضرات سے ذہول ہو جاتا ہے اور توجہ دلانے پر اس کی اصلاح کر لیتے ہیں اور آپ نے بھی ہماری جانب سے توجہ دلانے پر اصلاح کر لی اور دوبارہ جب وہی عبارت لکھی تو حوالہ التنیقح کا دیا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ سوائے حجاز جنوری ۲۰۰۴ء ص ۳۵ و فروری ۲۰۰۴ء ص ۴۹)

جب آپ نے اصلاح کر لی تو بات ختم تھی اس کے بعد ہم نے تو اس بارہ میں کچھ نہیں کہا مگر آپ نے خواہ مخواہ اس بات کو چھیڑا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ والا معاملہ ہے، محترم آپ نے صرف صاحب توضیح نہیں کہا تھا بلکہ ساتھ التوضیح کا حوالہ دیا تھا اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے عرف کا خیال کرتے ہوئے ایسا کہا تو یہ بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ عرف میں اس کا نام صرف التوضیح نہیں بلکہ آپ کا خود اعتراف ہے کہ اس کتاب کا نام التوضیح

والتلویح ہی مشہور ہے اس لیے آپ کی عبارت عرف کے لحاظ سے بھی درست نہیں ہے کیونکہ آپ نے صرف التوضیح کہا ہے۔

## ہماری وضاحت اور محترم مفتی قادری صاحب کا اعتراف

ہم نے لکھا تھا کہ التنقیح اور التوضیح کی عبارت میں تعارض ہے، <sup>التنقیح</sup> کی عبارت میں ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہ کو جانتے ہیں اور التوضیح کی عبارت میں ہے ولم یظہر احدا من خلقه علیہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو متشابہات پر مطلع نہیں فرمایا اور جب ایک ہی آدمی کی عبارت کا بظاہر تعارض ہو تو اس کی بعد والی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے اور التنقیح متن ہے جبکہ التوضیح اس کی شرح ہے اور شرح لازماً متن کے بعد ہوتی ہے اس لیے التوضیح کی عبارت کا اعتبار کیا جائے گا، اس پر محترم مفتی قادری صاحب نے بزعم خود آٹھ اعتراضات کئے جو درحقیقت تین اعتراضات ہی ہیں۔

## پہلا اعتراض

کہ ماتن نے پوری کتاب کی شرح لکھی اگر شرح لکھتے وقت اس کی رائے وہ بن چکی تھی جو آپ بیان کر رہے ہیں تو پھر افعال النبی ﷺ میں جا کر وہ کیوں خاموش گزر گئے؟ وہاں ان کا فرض نہیں تھا کہ وہ تصریح کرتے کہ میں نے متن میں جو یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کا علم رکھتے ہیں یہ غلط ہے، اب میری رائے یہ ہے کہ آپ کو بھی ان کا علم نہیں دیا گیا جیسا کہ میں نے ابتدا کتاب میں تصریح کر دی ہے۔

## جواب

مفتی قادری صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی صراحت کرے تو تب ہی اس کی رائے کی تبدیلی سمجھی جاسکتی ہے ورنہ نہیں حالانکہ یہ تو بالکل غلط ہے، احادیث میں ناسخ و منسوخ فقہاء کرام میں سے ایک ہی فقیہ کے ایک ہی مسئلہ کے بارے میں متعدد اقوال پائے جانے یا ایک ہی مصنف کے کسی مسئلہ میں عبارات متعارض پائی جانے کی صورت میں آخری کو قابل اعتماد اور پہلی کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے حالانکہ کسی قسم کی کوئی صراحت وہاں نہیں ہوتی کہ پہلی بات منسوخ ہے، اس لیے محترم مفتی قادری صاحب کو یہ عبارت لکھنے اور ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے اس بارے میں سلف کے طریق کار کا مطالعہ کر لینا چاہیے تھا اور پھر مفتی قادری صاحب کا یہ فرمانا کہ ماتن کی اگر شرح لکھتے وقت رائے بدل گئی تھی تو پھر افعال النبی ﷺ میں جا کر وہ کیوں خاموش گزر گئے؟

ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بھی مفتی قادری صاحب کے شارح کی عبارت پر توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے اس لیے کہ آگے شارح نے حضور علیہ السلام کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا اور اجتہاد کرنا اور پھر کسی وقت اجتہاد میں خطا کا ذکر بھی کیا ہے اگر صاحب توضیح کے ہاں يعلم المتشابہ کا یہ مطلب ہوتا جو آپ لینا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو بشمولیت مراد مشابہ ہر چیز کا علم تھا تو پھر آپ ﷺ کا حضرات صحابہ کرام سے مشورہ کرنا اور پھر آپ کے اجتہاد کا کیا مطلب؟ اور پھر رائے میں خطا کا کیا مطلب؟ اور یہ سب امور توضیح کی اگلی عبارت میں

مذکور ہیں اس کے باوجود مفتی قادری صاحب کا یہ کہنا کہ شارح خاموشی سے گزر گئے انتہائی تعجب کا باعث ہے۔

## دوسرا اعتراض

مفتی قادری صاحب فرماتے ہیں کہ عبارات میں آپ تعارض فرما رہے ہیں، مصنف کو کیوں یہ تعارض دکھائی نہ دیا؟ کسی شارح نے اس کی نشاندہی کیوں نہ کی؟

## جواب

یہ اعتراض بھی بالکل بے وزن ہے اس لیے کہ جب دونوں عبارتوں کا تعارض بالکل واضح ہے تو اس کا انکار نہیں ہو سکتا، اہل علم واضح باتوں کے درپے نہیں ہوتے کہ مطالبہ کیا جائے کہ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اور نہ ہی مصنف کی جانب سے اس بارہ میں نشاندہی ضروری ہے۔

مفتی قادری صاحب کو کتب کا مطالعہ کے دوران یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ سالہا سال بعد شارحین بعض کتابوں کی شرح لکھتے ہیں اور عبارات کی وضاحت اور ان میں تعارض و اشکالات کا اظہار کرتے ہیں مگر کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس سے پہلے لوگوں نے ایسا کیوں نہیں کیا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہنے والے کی بات درست ہے یا کہ نہیں، درست ہو تو بات کو قبول کیا جاتا ہے جب التنیح اور التوضیح کی عبارات میں واضح تعارض ہے جس کا انکار ہی نہیں کیا جاسکتا تو اس کو قبول ہی کرنا چاہیے۔

## تیسرا اعتراض

کہ اصول انتہائی کے حواشی سمیت بہت سی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام متکابرہات کا علم رکھتے تھے تو اس کا جواب ہم گزشتہ قسط میں دے چکے ہیں کہ ان حضرات نے امام بزدوی اور امام سرخسی کی پیروی میں ایسا لکھا ہے ورنہ حنفیوں میں احناف کا یہ نظریہ نہیں ہے۔

پھر مفتی قادری صاحب نے کئی صفحات پر حضور علیہ السلام کے اجتہاد سے متعلق لکھا کہ حضور علیہ السلام کے اجتہاد اور باقی اہل علم کے اجتہاد میں فرق ہے۔

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس کا کون منکر ہے؟ اس سے بھی ہمارے یہی موقف کی تائید اور مفتی قادری صاحب کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے اس لیے کہ اجتہادی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ نصوص کے نزول کے ساتھ ان کے تمام معانی کلمات و جزئیات سمیت حاصل نہیں ہوتے اسی لیے تو آپ ﷺ کو اجتہاد کی ضرورت ہوتی تھی اور آپ ﷺ نے اجتہاد کیا اور صاحب توضیح سمیت کئی فقہاء کرام نے لکھا کہ کئی مقامات میں آپ ﷺ سے بھی اجتہاد میں خطا ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو آگاہ کیا گیا، اگر نصوص کے نزول کے ساتھ تمام معانی معلوم ہو جاتے تو اجتہاد کا کیا مطلب؟

مفتی قادری صاحب نے اس ضمن میں جو حوالے دیئے ہیں وہ سب ان کے اپنے ہی نظریہ کی تردید پر شواہد ہیں۔



جواب کا تجزیہ

فصل اول



علم نبوی اور متشابہات کے حوالہ سے محترم مولانا قارن صاحب کے جواب کا تجزیہ بندہ نے چار اقساط میں کیا، اس پر ان کی طرف سے جواباً قسط ۱ اور ۲ (جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں) جو کچھ لکھا اس نشست میں ہم اس پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں، ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے۔

- ۱۔ متقدمین احناف حضور ﷺ کے لیے متشابہات کا علم نہیں مانتے۔
  - ۲۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول گرامی ”لکل کتاب سر“ کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی متشابہات سے آگاہ نہیں۔
  - ۳۔ ممکن ہے مولانا شبیر احمد عثمانی حروف مقطعات کو متشابہات سے ہی نہ مانتے ہوں۔
  - ۴۔ علماء دیوبند سے بھی ذہول ہو گیا ہے۔
  - ۵۔ علماء احناف کے متفقہ نظریہ پر کوئی حوالہ نہیں آیا۔
  - ۶۔ یہ واضح نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو متشابہات کا علم بذریعہ وحی ہے یا بذریعہ اجتہاد۔
- آئیے ہماری گزارشات ملاحظہ کیجئے۔

### اقوال صحابہ

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جمہور احناف ہی نہیں بلکہ تمام امت کا اتفاق ہے

کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اور کوئی حنفی عالم اس کا منکر نہیں نہ متقدم اور نہ متاخر، بلکہ جب کسی شافعی نے احناف پر طعن کیا کہ تمہارے قول کے مطابق تو ان کی تاویل حضور ﷺ بھی نہیں جانتے تو انہوں نے واضح دو ٹوک انداز میں یہی کہا کہ حضور ﷺ کے بارے میں ہمارا تم سے کوئی اختلاف نہیں، اختلاف صرف امت کے حوالہ سے ہے حضور ﷺ تو متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی کا مفہوم اہل علم سے نقل کرتے ہیں تاکہ واضح و آشکار ہو سکے کہ انہوں نے اس کا کیا معنی کیا ہے ان تمام نے اس کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ یہ اللہ و رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں اب اگر کسی ایک سے اس کا تعاقب ورد ملے تو اس کا کیا اعتبار؟

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

فی کل کتاب سرور اللہ فی  
القرآن اوائل السور  
ہر کتاب میں راز ہوتے ہیں،  
قرآن میں اللہ کے راز اوائل سور  
(معالم التنزیل: ۱، ۴۴) (مقطعات) ہیں۔

۲۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں

الحروف المقطعة من المکتوم  
الذی لا یفسر  
حروف مقطعات مخفی راز ہیں جن کی  
تفسیر نہیں کی جاسکتی۔

(بحر العلوم للسمرقندی، ۱، ۴۷)

۳۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مبارک ارشاد ہے:

لکل کتاب صفوة و صفوة هذا  
الکتاب حروف التهجی  
ہر کتاب میں منتخبات ہوتے ہیں،  
قرآن مجید کے منتخبات حروف  
(معالم، ۱، ۴۴) مقطعات ہیں۔

حروف مقطعات کے بارے میں یہ خلفاء راشدین کے ارشادات عالیہ

ہیں

امام بغوی نے حضرت امام شعبی تابعی کے بارے میں نقل کیا، شیخ داؤد  
بن ابی ہند نے ان سے فواتح سور کے حوالہ سے پوچھا تو فرمایا داؤد۔

ان لکل کتاب سروان سر  
القرآن فواتح السور فدعها  
وسل عما سوی ذلک  
ہر کتاب میں کچھ راز ہوتے ہیں،  
قرآن کے راز حروف مقطعات ہیں  
تم انہیں چھوڑ کر دیگر کے بارے  
میں پوچھو۔  
(ایضاً: ۱، ۴۴)

### ان اقوال کا مفہوم

یہاں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ امت کے مسلمہ اہل علم نے ان کا مفہوم  
کیا بیان کیا ہے؟ تو وہ تمام اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ یہ  
اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان راز و رموز ہیں یعنی انہیں اللہ تعالیٰ  
کے بعد صرف رسول اللہ ﷺ ہی جانتے ہیں آپ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا انہیں  
جانتا، ان کا مدعا ہرگز یہ نہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ بھی نہیں جانتے، آئیے چند  
تصریحات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام محمد بن طیفور سجاولی (۵۹۶) دوٹوک الفاظ میں کہتے ہیں

المروى عن الصدر الاول فى  
الحروف التهجى انها سر بين  
الله وبين نبىه وقد يجرى بين  
المحرمين كلمات معميات  
يشيرالى اسرار بينهما  
حروف مقطعات کے بارے میں  
صدر اول سے یہی منقول ہے کہ یہ  
اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کے  
درمیان راز ہیں جیسے دو دوستوں  
کے درمیان کچھ خاموش کلمات  
(المظہری: ۱، ۲۰)

۲- امام قاضی بیضاوی (۶۸۵) "الم ذلك الكتاب لا ريب فيه" کے  
تحت لکھتے ہیں، حروف مقطعات کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ یہ  
ایسے رموز ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

وقد روى عن الخلفاء الاربعة  
وعن غيرهم من الصحابة  
ما يقرب منه  
خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ سے  
اس کی مثل مروی ہے۔

اس کے بعد ان کے اقوال کا مفہوم اپنے ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں  
ولعلمهم ارادوا انها اسرار بين  
الله تعالى ورسوله ورموز لم  
يقصد بها افهام غيره اذ بعد  
الخطاب بما لا يفيد  
(انوار التنزيل مع شيخ زاده: ۱، ۱۲۳)

ان کی مراد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور  
اس کے رسول ﷺ کے درمیان  
اسرار و رموز ہیں جن سے آپ ﷺ  
کے علاوہ کسی دوسرے کا افہام مقصد  
نہیں کیونکہ غیر مفید خطاب بعید از  
عقل ہوتا ہے۔

۳- امام محی الدین محمد شیخ زاده حنفی (۹۵۱) نے اس عبارت کی تشریح کرتے

ہوئے پہلے تو خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وہی اقوال نقل کیے جو اوپر آچکے ہیں اس کے بعد لکھا

امام فخر الاسلام حنفی نے فرمایا ہے کوئی متشابہ ایسا نہیں جسے حضور ﷺ اللہ کی تعلیم سے نہ جانتے ہوں۔

قال فخر الاسلام لاشئ من المتشابہات الا والرسول يعلمه بتعليم الله تعالى ذلك

اس کے بعد لکھا

”قول صحابہ“ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم اپنے لیے مخصوص کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے وہ اس میں یکتا ہے کہ انہیں از خود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا یہ معنی نہیں کہ کوئی بشر انہیں جان ہی نہیں سکتا کیونکہ ممکن ہے مخلوق میں سے بعض منتخب بندے اللہ تعالیٰ کی تعلیم والہام کی بناء پر انہیں جان لیں، از خود انہیں نہیں جان سکتے..... اس کے بعد انہوں نے اس سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے (جو متشابہات کی تاویل پر انہیں متوجہ اور مجبور کر رہا ہے)۔

ومعنى قول الصحابة استاثر الله تعالى بعلمه المتشابہات اى استقل وانفرد به انه لا يعلمها احد بنفسه الا الله لا انه لا يعلمها احد من البشر اصلا لجواز ان يعلمها البعض ممن اصطفاه الله من خلقه بتعليمه والهامه تعالى وان لم يعلموه بانفسهم..... ثم بين السبب الذى حمل الذاهبين الى تاويل المتشابہات على ذلك فقال ”اذا يبعد الخطاب بما لا يفيد“ فينبغى ان يكون معنى قولهم انها سرا استاثر الله تعالى بعلمه

انہا رموز لم يقصد بها افهام  
غير الرسول لا انها لا يعلمه  
احد سوى الله تعالى فان  
الخطاب بمثله بعيد فلا وجه  
لحملة كلامهم على معنى  
مستلزم لذلك الخطاب  
البعيد

(حاشیہ شیخ زادہ، ۱: ۱۲۳)

لکھا کہ غیر مفید خطاب بعید از عقل  
ہے لہذا ”صحابہ کے قول ”یہ ایسے  
راز ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی  
مخصوص ہیں“ کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ  
ایسے راز ہیں جن سے مقصد غیر  
رسول اللہ ﷺ کا افہام نہیں، اس کا  
یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ  
انہیں کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس طرح  
کا خطاب بعید از قیاس ہے لہذا ان  
کے کلام کو ایسے معنی پر محمول نہیں کیا  
جاسکتا جو خطاب بعید کو مستلزم ہے۔

۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۱۲۵) حروف مقطعات پر ہی گفتگو کرتے  
ہوئے رقمطراز ہیں

والحق عندی انها من المتشابهات  
وهی اسرار بین اللہ تعالیٰ و بین  
رسوله لم يقصد بها افهام العامة بل  
افهام الرسول ومن شاء افهامه من  
کل اتباعه  
(المظہری، ۱: ۲۰)

میرے نزدیک حق یہی ہے کہ یہ  
متشابهات میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان  
راز ہیں، ان سے تمام مخلوق کا افہام  
مقصود نہیں بلکہ فقط رسول اللہ ﷺ  
اور آپ کے متبعین میں سے بعض کا  
افہام مقصود ہے۔

اس کے بعد امام بغوی، سمرقندی اور قرطبی وغیرہم کے حوالہ سے خلفاء کے اقوال نقل کر کے کہا

قال السجاوندی المروى عن  
الصدر الاول فى الحروف التهجى  
انها سر بين الله و بين نبیه صلی  
الله علیه وسلم وقد یجرى بين  
المحرمین کلمات معميات  
یشیر الی اسرار بینهما  
امام سجاوندی فرماتے ہیں صدر اول  
سے منقول ہے کہ حروف مقطعات  
اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کے  
درمیان راز کی باتیں ہیں، بعض  
اوقات دوستوں کے درمیان ایسے  
کوڈ ورڈ ہوتے ہیں جو ان کے  
رازوں پر دال ہوتے ہیں۔  
(المظہری: ۱، ۲۰۰)

## مخالف قول کی تردید

دلچسپ یہاں معاملہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ متشابہات اور مقطعات کا معنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی مختص ہے انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ رسول اللہ ﷺ اور نہ کوئی اور، گویا انہوں نے خلفاء راشدین کے قول کا مفہوم یہ لیا کہ یہ مقطعات اللہ تعالیٰ کا ایسا راز ہیں جنہیں وہی جانتا ہے (التقریر، ۲۰۹) قاضی ثناء اللہ حنفی نے ان کا رد کیا اور کہا ایسا قول ہرگز مقبول و پسندیدہ نہیں اگر یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ خطاب با مہمل یا خطاب ہندی مع عربی ہو، تمام قرآن سراپا ہدایت نہ رہے اور اس میں وعدہ الہی کی بھی مخالفت لازم آجائے گی یہ تمام گفتگو انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے، امام سجاوندی سے خلفاء راشدین کے اقوال کا مفہوم بیان کیا کہ یہ مقطعات اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان رموز ہیں اور یہ بات صدر اول سے منقول ہے اس کے بعد لکھتے ہیں

قيل ان لله تعالى استاثر بعلم المقطعات والمتشابهات ما فهمه النبي ولا احد من اتباعه وهذا بعيد جدا فان الخطاب للافهام فلو لم يكن فهمه كان الخطاب بالمهمل او الخطاب بالهندي مع العربي ولم يكن القرآن باسره بيانا وهدى ويلزم ايضا الخلف في الوعد بقوله تعالى "ثم ان علينا بيانه" فانه يقتضى ان بيان القرآن محكمه ومتشابهه من الله تعالى للنبي واجب ضرورى

(المظهرى، ۱، ۲۰، ۲۱)

بعض نے کہا مقطعات و متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص فرمایا ہے لہذا انہیں نہ تو حضور ﷺ جانتے ہیں اور نہ ہی کوئی آپ کا تابع لیکن یہ بات بہت ہی بعید ہے کیونکہ خطاب افہام کے لیے ہوتا ہے اگر وہ سمجھا ہی نہ جائے تو یہ خطاب بے معنی یا خطاب ہندی مع عربی ہوگا تو پھر تمام قرآن بیان و ہدایت نہ رہے گا، اس سے اس وعدہ کی خلاف ورزی بھی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے ان مقدس کلمات میں کیا "ثم ان علينا بيانه" اس کا تقاضا ہے کہ قرآنی محکمات اور متشابہات تمام کا علم حضور کو عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں لازم و ضروری ہے۔

نوٹ: انہوں نے جب مخالف قول کا رد کر دیا اور کہا یہ قابل اعتنا ہی



نہیں تو پھر حاشیہ میں اسے اکثریت کا قول قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے اس پر غور ضروری ہے۔

انہوں نے ہی سورہ آل عمران میں ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ“ کی تفسیر میں لکھا

والحق ما حققنا فی اوائل سورة البقرة ان المتشابهات هی اسرار بین اللہ تعالیٰ و بین رسول لم یقصد بها افہام العامة (المظہری، ۲، ۱۴)

حق وہی ہے جو ہم سورہ البقرہ کی تفسیر میں تحقیق کے ساتھ بیان کر آئے ہیں کہ متشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں ان سے دیگر لوگوں کا افہام مقصود ہی نہیں۔

۵۔ امام سید محمود آلوسی (۱۲۷۰) نے بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امام عامر شعبی تابعی کے اقوال نقل کر کے ان کا یہی مفہوم بیان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان رموز ہیں جنہیں قول اور قلم کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ان سے دیگر مخلوق اگرچہ آگاہ نہیں مگر رسول اللہ ﷺ بلاشبہ آگاہ ہیں، کچھ اقوال لکھنے کے بعد موصوف رقمطراز ہیں

والذی یغلب علی الظن ان تحقیق ذلک علم مستور و سر محجوب عجزت العلماء کما قال ابن عباس عن ادراکہ

غالب ظن تحقیق یہ ہے کہ ان کا علم مخفی اور راز در پردہ ہے اہل علم انہیں سمجھنے سے عاجز ہیں اور ان تک خیال کی رسائی نہیں جیسا کہ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے،  
اس لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ  
عنہ نے فرمایا ہر کتاب میں راز ہیں،  
قرآنی راز، حروف مقطعات ہیں،  
امام شعبی نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے  
رازوں کے بارے میں مت پوچھو۔  
(اہل محبت کے درمیان کچھ ایسے راز  
ہوتے ہیں جنہیں دیگر مخلوق کے  
لیے نہ تو کوئی قول واضح کر سکتا ہے  
اور نہ کوئی قلم)۔

تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد  
ماسوائے اولیاء کاملین کے کوئی نہیں  
جان سکتا، ان لوگوں کو بارگاہ اقدس  
سے ان کا عرفان نصیب ہوتا ہے،  
یہ حرف بول کر انہیں اپنے مخفی معانی  
سے آگاہ کرتے ہیں جیسے کہ آپ  
ﷺ کے لیے کنکروں نے ہاتھ میں  
تبیخ پڑھی، گوہ اور ہرن نے کلام  
کیا۔

و قصرت خیول الخیال عن  
لحاقه ولهذا قال الصديق رضى  
الله عنه لكل كتاب سروسر  
القرآن اوائل السور وقال  
الشعبى سر الله تعالى فلا  
تطلبوه

بين المحبين سر ليس يفشيه  
اقول ولا قلم للخلق يحكيه

فلا يعرفه بعد رسول الله الا  
الاولياء الورثة فهم يعرفونه عن  
تلك الحضرة وقد تنطق لهم  
الحروف عما فيها كما كانت  
تنطق لمن سبح بكفه الحصى  
وكلمه الضيب والظبي

(روح المعاني، ۱: ۱۳۶)

۶۔ ملا احمد جیون (۱۱۳۰) متشابہات اور اہل علم کا ابتلا پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں اہل علم متشابہات قرآنی اور ان میں امانت فرمودہ اسرار میں غور و فکر نہ کریں۔

فانہا سر بین اللہ تعالیٰ ورسولہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
لا یعلمہا غیرہ (نور الانوار: ۹۳)

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے  
رسول ﷺ کے درمیان رموز ہیں  
جنہیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے ”فانہا“ کا مرجع واضح کرتے ہوئے لکھا:

قوله فانہا ای فان المتشابہات کہ اس سے مراد متشابہات ہیں۔

۷۔ مولانا سید امیر علی ( ) متشابہات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کی تفسیر الہاماً کی جاسکتی ہے۔

ولذلک قیل المتشابہ سر بین  
اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ  
علیہ وسلم (التوہیح: ۱، ۲۹۵)

اسی لیے کہا جاتا ہے متشابہ، اللہ تعالیٰ  
اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان  
راز ہیں۔

۸۔ حضرت مجدد الف ثانی (۱۰۳۴) کی رائے و تحقیق بھی یہی ہے۔  
مکتوبات کے دفتر اول حصہ پنجم میں لکھتے ہیں:

از حروف مقطعات قرآنی چہ نویسند کہ ہر حرف  
قرآنی حروف مقطعات کے بارے میں کیا لکھیں  
ازاں حروف بحر یست موج از اسرار خفیہ  
ان میں سے ہر حرف ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے  
عاشق و معشوق و رمز یست غامض از

مخفی اسرار کا جو عاشق و معشوق اور رموز غامض ہیں

رموز دقیقہ محبت و محبوب

جو محبت اور محبوب کے درمیان ہوتے ہیں

(مکتوب ۲۷۶)

۹۔ خلفاء راشدین کے اقوال گرامی کی یہی تفسیر علماء دیوبند نے کی ہے کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند مولانا سید فخر الحسن نے بیضاوی پر کام کیا ہے۔ اس کا نام ”التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی“ ہے اس کے تین مقامات پر انہوں نے بھی یہی تصریح کی ہے۔

۱۔ اپنے مقدمہ میں رقمطراز ہیں

اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیات متشابہ کے معنی پر بندوں کے لیے دنیا میں مطلع ہونا ممکن ہے یا نہیں؟

تو اس میں دو فرقے ہیں ایک معمولی فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ ممکن ہے جن میں مجاہد ہیں اور امام نووی شارح مسلم ہیں اور علامہ ابن حاجب اور ابن عباس کی بھی ایک روایت ہے اور اکثر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد اہلسنت والجماعت کا فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ ممکن نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ سب آیتیں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہائے سر بستہ ہیں ان کی کھود کرید میں نہ لگنا چاہیے۔ (التقریر الحاوی: ۱، ۹)

ان کے یہ الفاظ بار بار پڑھیے کہ اکثر صحابہ تابعین اور اہلسنت کا موقف یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان رموز ہیں۔

۲۔ غیر متکلمین کی دوسری نقلی دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

تمام خلفاء اربعہ سے یہ منقول ہے کہ متشابہات اسرار ہیں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان اور راز کہتے ہیں اس کو جس کو راز دار کے علاوہ کوئی نہ جانتا ہو اور راز دار اس موقعہ پر اللہ اور اس کے رسول ہیں لہذا ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پس جب خلفائے اربعہ کا یہ فرمان ہے تو ہمیں اس کا ماننا ضروری ہے۔ (التقریر الحاوی: ۱، ۶۱)

۳۔ امام بیضاوی نے خلفاء اربعہ کے حوالہ سے لکھا

انہا اسرار بین اللہ تعالیٰ  
ورسولہ ورموز لم یقصد بہا  
افہام غیرہ اذیبعد الخطاب  
بملا یفید  
متشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے  
رسول ﷺ کے درمیان اسرار ورموز  
ہیں اور ان سے دیگر کا افہام مقصود  
ہی نہیں کیونکہ غیر مفید خطاب بعید از  
قیاس ہوتا ہے۔

اس کے تحت بھی مولانا موصوف خلفاء راشدین کے اقوال نقل کیے اور ان کی تشریح میں لکھا ہر کتاب میں کچھ انتخابات ہوتے ہیں اور اس کتاب کے انتخابات حروف ہجاء ہیں۔

یعنی خط میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کو کاتب اور مکتوب الیہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ہے اور اوائل سور بھی قرآن کے ان انتخابات میں سے ہیں جن کو غیر نہیں جانتا۔ (التقریر الحاوی: ۱، ۱۷۹)

۱۰۔ فاضل دیوبند مولانا محمد حفظ الرحمن (نسیرہ مولانا رفیع الدین مہتمم دارالعلوم ہذا) نے متعدد مقامات پر خلفاء راشدین کے مذکور اقوال کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ عرب میں یہ طریقہ تھا کہ وہ بعض خاص مواقع پر اپنے کلام کے آغاز میں یا آخر میں حروف تہجی میں سے ایک حرف کو یا چند حروف کو کوڈ ورڈز (Cord Words) کے طور پر استعمال کرتے تھے اور آج بھی زبانوں میں کوڈ ورڈز (Cord Words) کا استعمال موجود ہے۔

اس کے بعد متعدد اہل علم حضرت مجدد الف ثانی، قاضی پانی پتی اور حضرت صحابہ کرام کے اقوال نقل کیے اور لکھا۔

بعض خطوط یا بعض تحریروں میں باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں کاتب و مکتوب الیہ کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا سورتوں کے اوائل ان انتخابات میں سے معلوم ہوتے ہیں جنہیں اللہ اور محمد ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

(رموز مقطعات: ۳۳ تا ۳۵)

یاد رہے یہ کتاب ان علماء دیوبند کی صدقہ بھی ہے۔

۱۔ مولانا مفتی نظام الدین صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔

۲۔ مولانا نصیر احمد خان شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔

۳۔ مولانا افتخار الحسن کاندہلہ۔

۴۔ مولانا مفتی عبدالرحمن دہلوی

۵۔ مولانا کفیل احمد علوی استاذ دارالعلوم دیوبند۔

۱۱۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی ”الم“ کے تحت مقطعات کے بارے میں

لکھتے ہیں:

”ان کے اصل معنی تک اوروں کی رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہیں اللہ اور

رسول ﷺ کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمائے۔ (تفسیر عثمانی: ۳)

۱۲۔ مولانا عبدالغفار دیوبندی نے شرح اصولی شاشی میں تعریف متشابہ کی وضاحت میں لکھا ”امت کی قید اس لیے ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کلام کی مراد کا علم ہوتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ متشابہ، اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہوتا ہے۔ اور یہ راز امت کے لیے آخرت میں کھلے گا۔ (صفوۃ الحواشی: ۱۶۷)

جب یہ ثابت ہے

جب یہ ثابت ہے کہ صدر اول سے خلفاء راشدین اور تمام اہلسنت کا موقف یہی ہے کہ مقطعات، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں، اس کے خلاف کوئی دوسری رائے نہیں تو پھر یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ متقدمین احناف حضور ﷺ کے لیے مقطعات کا علم نہیں مانتے صرف متاخرین ہی مانتے ہیں کیونکہ کوئی حنفی بلکہ کوئی بھی مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ ایسی راہ اختیار کرے جو خلفاء راشدین کے مخالف ہو۔

کوئی مسلمان انکار کر ہی نہیں سکتا

یہی وجہ ہے کہ متعدد اہل علم نے تصریح کی ہے کہ کوئی مسلمان یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ حضور ﷺ متشابہات و مقطعات کا علم نہیں رکھتے بندہ یہاں تین حوالہ جات پر اکتفا کر رہا ہے۔

۱۔ امام ابن قتیبہ دینوری (۲۷۳) لکھتے ہیں اگر یہ قول کیا جائے کہ متشابہات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تو قرآن پر اعتراضات کا

دروازہ کھل جائے گا اور پھر

وہل يجوز لاحد ان يقول ان  
رسول الله لم يكن يعرف  
المتشابه؟ واذ اجاز ان يعرفه  
مع قول الله تعالى وما يعلم  
تاويله الا الله جاز ان يعرفه  
الربانيون من صحابته  
كيا کسی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ  
رسول اللہ متشابہ کا علم نہیں رکھتے؟  
جب ”وما يعلم تاويله الا اللہ“ پر  
وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ  
کے لیے متشابہات کا علم ممکن ہے تو  
آپ کے ربانی صحابہ کے لیے بھی  
ممکن ہوگا۔

(تاویل مشکل القرآن: ۹۹)

۲۔ امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴) نے بھی یہی بات تحریر کی ہے:

لايسوغ لاحد ان يقول ان  
رسول الله لم يعلم المتشابه  
(البرهان: ۲، ۸۴) رکھتے۔  
کسی کے لیے یہ کہنا جائز ہی نہیں  
کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں

۳۔ امام سید محمود آلوسی (۱۲۷۰) متشابہات کا علم راسخین کے لیے ماننے  
والوں کے استدلال (کہ اگر علم نہ ہو تو خطاب بالمھل لازم آجائے گا  
جو باطل ہے) کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ استدلال کرنے والا  
اگرچہ جس قدر عظیم ہو اس کا یہ قول خود مھمل ہے کیونکہ:

لانه انى اراد افهام جميع الناس  
فلا نسلم انه موجود فى العلمية  
وان اراد افهام المخاطب بها  
وهو هنا الرسول فهو مما  
اگر اس کی مراد تمام لوگوں کا افہام  
ہے تو ہم نہیں مانتے کہ علمیت میں  
اس میں پایا جانا ضروری ہے۔ اور  
اگر فقط افہام مخاطب مراد ہے جو



لايشك فيه مومن  
 یہاں رسول اللہ ﷺ کی ذات  
 (روح المعانی: ۱۳۶) اقدس ہے تو ان کے فہم و سمجھنے میں  
 کوئی مومن شک ہی نہیں کر سکتا۔

۴۔ مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ شخص انکار کر ہی نہیں سکتا

اس عبارت میں علامہ آلوسی نے تصریح کی کہ حضور ﷺ متشابہات کا  
 علم رکھتے ہیں اور اس بارے میں کوئی مومن شک نہیں کر سکتا جبکہ دوسرے مقام  
 پر اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں کہ جو شخص مقام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ ہے وہ کبھی بھی  
 اس علم کا انکار نہیں کر سکتا۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے خطاب فرمائے مگر ابتلاء  
 کے لیے انہیں اس کی معرفت حاصل نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد عبادات ہم  
 پر لازم فرمائی ہیں مگر ہم ان کی حکمت و راز سے آگاہی نہیں رکھتے، اس پر  
 اعتراض اٹھایا اگر مراد یہ ہے کہ مخلوق اپنے کسب و فکر سے نہیں جان سکتی تو یہ  
 بات درست ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ مخلوق اسے کسی طرح بھی نہیں جان سکتی نہ  
 اجمالاً نہ تفصیلاً، نہ نبی دوی، وحی والہام کے ذریعے جان سکتے ہیں۔

فوجود مثل هذا المخاطب به  
 فی القرآن فی حیز المنع  
 تو قرآن مجید میں ایسے کلام و  
 خطاب کا وجود ہم تسلیم ہی نہیں  
 کر سکتے۔

یہی وجہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ متشابہ کا علم اللہ تعالیٰ سے ہی مخصوص

ہے۔

لا يمنع تعليمه للنبي بواسطة  
الوحي مثلا ولا القاء في روع  
الولي الكامل مفصلا لكن  
لا يصل الى درجة الاحاطة  
كعلم الله تعالى وان لم يكن  
مفصلا فلا اقل من ان يكون  
مجملا

وہ بھی بواسطہ وحی حضور ﷺ کے  
لیے مفصل علم کا انکار نہیں کرتے اور  
نہ ہی ولی کامل کے دل میں القاء کا  
البتہ اللہ تعالیٰ کی طرح یہ علم محیط نہ  
ہوگا، اگر ہم مفصل علم تسلیم نہ کریں تو  
کم از کم مجمل علم ضرور مانیں گے۔

اس کے بعد وہ دو ٹوک انداز میں لکھتے ہیں:

ومنع هذا او ذاك ممالا يكاد  
يقول به من يعرف رتبة النبي  
ورتبة اولياء الله الكاملين وانما  
المنع الاحاطة ومن معرفته على  
سبيل النظر والفكر  
(روح المعاني: ۳، ۱۱۶)

ان میں سے ہر ایک کا انکار وہ آدمی  
ہرگز نہیں کر سکتا جو حضور ﷺ کے  
مقام اور اولیاء کاملین کے مقام سے  
آگاہ ہے ہاں محیط ہونے اور نظر و  
فکر سے حصول کا انکار کیا جاسکتا  
ہے۔

اگر ایسا قول ہوتا

ان تمام اہل علم نے تصریح کی ہے کہ کوئی مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا  
کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے اگر محترم قارئین صاحب کا یہ قول  
(تمام متقدمین احناف کا موقف یہی تھا کہ حضور ﷺ ان کا علم نہیں رکھتے یہ فقط  
متاخرین میں سے دو امام فخر الاسلام اور امام شمس الائمہ نے بات کر دی تو پھر

لوگوں نے ان کو پیروی کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہاں آپ ﷺ انہیں جانتے ہیں) درست ہے تو پھر کیا یہ تمام اہل علم اس معاملہ سے جاہل قرار نہیں پائیں گے؟ انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ متقدمین احناف یہ بات نہیں مانتے۔

بلکہ بطور دلیل

بلکہ انہوں نے اس معاملہ کو بطور دلیل بیان کیا ہے کہ جب تم (متقدمین احناف) ”الا اللہ“ پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے لیے متشابہات کا علم مانتے ہو تو پھر دیگر کے لیے ماننے میں تمہیں کیا رکاوٹ و پریشانی ہے؟

احناف کا اعلان تسلیم

پھر احناف نے کسی جگہ یہ نہیں کہا کہ تم ہماری طرف غلط بات منسوب کر رہے ہو ہم تو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہرگز متشابہات کا علم نہیں مانتے بلکہ احناف نے ہر جگہ تصریح کی کہ ہاں ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے ان کا علم مانتے ہیں تاکہ خطاب الہی کا لغو ہونا اور وعدہ الہی کی مخالفت لازم نہ آئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی (۱۱۲۵) لکھتے ہیں اگر مان لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے۔

وَلَمْ يَكُنِ الْقُرْآنُ بِأَسْرَهُ بَيَانًا	تو تمام قرآن بیان و ہدایت نہیں
وَهْدَىٰ وَيَلْزَمُ أَيْضًا الْخَلْفَ فِي	رہے گا اور اس وعدہ الہی ثم ان
الْوَعْدِ بِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ ”ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا	علینا بیانہ کی بھی خلاف ورزی
بَيَانَهُ“ فَانَّهُ يَقْتَضِي أَنَّ بَيَانَ	لازم آئے گی حالانکہ اس وعدہ کا

القرآن محکمہ و متشابہ من  
 اللہ تعالیٰ للنبی واجب ضروری  
 (المظہری: ۱، ۱۲)

تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے قرآن کے محکمت اور متشابہات  
 کا حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری و  
 لازم ہے۔

### خطاب بے فائدہ

احناف نے یہ کہتے ہوئے بھی اسے تسلیم کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے  
 بارے میں کہا جائے کہ آپ متشابہات قرآنی کا علم نہیں رکھتے تو خطاب کا بے  
 فائدہ ہونا لازم آئے گا، یہ تصریح تمام احناف نے کی ہے پچھلی اقساط ملاحظہ  
 کر لیجئے یہاں صرف دو حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیخ احمد جیون (۱۱۳۰) تعریف متشابہ کی شرح میں لکھتے ہیں متشابہات کا  
 علم امت کو نہیں ہو سکتا مگر حضور ﷺ کے لیے ان کا علم ماننا لازمی ہے۔

والاتبطل فائدة التخاطب  
 ویصیر التخاطب بالمہمل  
 کالتکلم بالزنجی مع العربی  
 ورنہ خطاب کا فائدہ باطل اور بے  
 معنی تخاطب ہوگا جیسے حبشی کسی عربی  
 سے گفتگو کرے۔

(نور الانوار، ۹۳)

۲۔ علامہ محمد فیض الحسن سہارنپوری نے بھی یہی بات کہی ہے ہم آپ ﷺ  
 کے لیے ان کا علم مانتے ہیں۔

کیلا بلزم السفه لان التخاطب  
 لایفہم المخاطب سفہ  
 ورنہ سفاہت و بے وقوفی لازم آئے  
 گی کیونکہ غیر مفہوم خطاب بے وقوفی  
 اور لغو ہوتا ہے۔  
 (عمدة الحواشی: ۷۲)

## ہم سب کا اتفاق ہے

احناف نے انکار تو کجا بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ ہمارا تمہارا اس معاملہ میں اتفاق ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے متشابہات کے بارے علم میں ہم تم سے اختلاف کرتے ہی نہیں، ہمارا اختلاف صرف امت کے حوالہ سے ہے یعنی راہین متشابہات کا علم نہیں رکھتے اس پر پیچھے بھی حوالہ جات آئے تھے، درج ذیل پر نظر ڈال لیجئے۔

۱۔ جب کچھ اہل علم نے کہا غیر مفہوم خطاب بعید از قیاس ہے اس کے احناف نے جو متعدد جوابات دیئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ممکن ہے اس خطاب کے مخاطب فقط رسول اللہ ﷺ ہی ہوں اور آپ اسے سمجھتے ہیں ہمارا اختلاف آپ ﷺ کے علاوہ میں ہے مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد انصاری (۱۲۲۵) نے یہی بات ان الفاظ میں کہی ہے۔

لعل المخاطب به رسول الله	ممكن ہے خطاب ہی رسول اللہ سے
وهو فاهم والنزاع انما هو فيمن	ہو اور آپ اسے سمجھتے ہیں ہمارا
سواہ	اختلاف آپ ﷺ کے علاوہ میں
(فوائح الرحموت: ۲، ۲۲)	ہے۔

۲۔ امام محمد بن ولی از میری (۱۱۰۲) کے خوبصورت الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فالمناسب ان يقول انه لانقض	ہم پر حضور ﷺ کے حوالہ سے
بالنبی اذلا نزاع فيه	اعتراض نہیں اٹھایا جاسکتا کیونکہ
(حاشیہ علی مرآة الاصول، ۱: ۳۱۵)	آپ ﷺ کے جاننے میں ہمارا
	اختلاف ہی نہیں۔

احناف نے انکار تو کجا بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ ہمارا تمہارا اس معاملہ میں اتفاق ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے تشابہات کے بارے علم میں ہم تم سے اختلاف کرتے ہی نہیں، ہمارا اختلاف صرف امت کے حوالہ سے ہے یعنی راہنہ تشابہات کا علم نہیں رکھتے اس پر پیچھے بھی حوالہ جات آئے تھے، درج ذیل نظر ڈال لیجئے۔

۱۔ جب کچھ اہل علم نے کہا غیر خطاب بعید از قیاس ہے اس کے احناف نے جو متعدد جوابات دیے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ممکن ہے اس خطاب کے مخاطب فقط رسول اللہ ﷺ ہی ہوں اور آپ اسے سمجھتے ہیں ہمارا اختلاف آپ ﷺ کے علاوہ میں ہے مولانا بحر العلوم عبد العلی محمد انصاری (۱۲۲۵) نے یہی بات ان الفاظ میں کہی ہے۔

لعل المخاطب به رسول الله  
 ﷺ وهو فاهم والنزاع انما  
 هو فيمن سواه ﷺ  
 ممكن ہے خطاب ہی رسول اللہ سے  
 ہوا اور آپ اسے سمجھتے ہیں ہمارا  
 اختلاف آپ ﷺ کے علاوہ میں  
 ہے۔ (فواتح الرحموت، ۲: ۲۴)

۲۔ امام محمد ولی از میری (۱۱۰۲) کے خوبصورت الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فالمناسب ان يقول انه لا نقض  
 بالنبي ﷺ اذ لا نزاع فيه  
 (حاشیہ علی مرآة الاصول،  
 ۱: ۴۱۵)  
 ہم پر حضور ﷺ کے حوالہ سے  
 اعتراض نہیں اٹھایا جا سکتا کیونکہ  
 آپ ﷺ کے جاننے میں ہمارا  
 اختلاف ہی نہیں۔

## امام اعظم کا موقف

ان دلائل سے آشکار ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے متشابہات کا علم رکھنے پر تمام امت کا اتفاق ہے اور اس میں تمام احناف شامل ہیں خواہ وہ متقدمین ہیں یا متاخرین، بہت سے احناف نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں، اس پر محترم قارن صاحب کے گھر کی گواہی بھی موجود ہے۔ مولانا حسین احمد پردواری مدرس دارالعلوم دیوبند شرح اصول شاشی میں متشابہ کی وضاحت کرتے ہوئے بطور فائدہ لکھتے ہیں۔

”فائدہ، متشابہ کے بارے میں امام صاحب کے نزدیک حق یہ ہے کہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بھی جانتے ہیں اور محمد ﷺ بھی جانتے ہیں ورنہ حضور ﷺ کے لیے اس کا خطاب کرنا مہمل ہو جائے گا اور علماء راسخین فی العلم اس کی مراد کو نہیں جانتے ہیں۔“

(نجوم الحواشی، ۱۶۹)

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی کوئی متقدم حنفی ہے؟ مولانا نے بھی اسی موقف کو حق قرار دیا ہے۔

## عبارات کا مفہوم

آپ نے جو عبارات ذکر کیں اور ان کا مفہوم یہ لیا کہ امام فخر الاسلام اور امام شمس الائمہ نے حضور ﷺ کو مستثنیٰ کیا ہے ورنہ پہلے احناف اس کے قائل نہیں، درست نہیں بلکہ ان کا مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے متقدمین کی ہی بات کو واضح کیا کہ وہ اگرچہ ”الا اللہ“ پر وقف مانتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ

کے علم کا انکار نہیں کرتے کیونکہ احناف پر دیگر اہل علم کی طرف سے بار بار یہ سوال اٹھایا جا رہا تھا کہ تم ”الا اللہ“ پر وقف مانتے ہو تو تم یہاں راسخین کے علم کا انکار کرتے ہو وہاں رسول اللہ ﷺ کے علم کا بھی انکار کرو تو ان دونوں آئمہ نے واضح کیا کہ ہمارے علماء احناف راسخین کے علم کا اگر چہ انکار کرتے ہیں مگر حبیب خدا ﷺ کے بارے میں انکار نہیں کرتے ورنہ خطاب بے فائدہ ہو جائے گا۔ اس پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اسے احناف نے نہ صرف اس بات کو قبول کیا بلکہ اس پر قرآن و سنت سے دلائل فراہم کیے اور اس پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دیا (سمات الاسحار از امام شامی اور التحریر از ابن امیر الحاج وغیرہ ملاحظہ کر لیجئے)۔

### اگر مخالفت کی ہوتی

اگر ان دونوں اہل علم نے متقدمین کی مخالفت کرتے ہوئے یہ بات کہی ہوتی تو تمام متاخرین احناف ان کی بات کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیتے کہ ہم متقدمین کی بات و قول کو ہی مانیں گے۔ مگر اسے ہر ایک نے قبول کیا۔ اور اسے ہی احناف کا موقف قرار دیا کتب احناف کے صفحات اس پر شاہد عادل ہیں۔

### اسے ہی حق قرار دیا

اول تو اس موقف سے کسی نے اختلاف ہی نہیں کیا ہر جگہ اس کی تائید کی اور اگر کسی نے اختلاف ذکر کیا تو وہاں اسی موقف کو حق و صواب قرار دیا۔ مختار واضح اور حق و صواب میں جو فرق ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، اگر بقول آپ کے



یہ صرف چند متاخرین کا موقف ہے تو اسے تمام نے حق و صواب کیسے کہہ دیا ہے؟ بلکہ انہیں چاہیے تھا کہ وہ واضح کرتے کہ چونکہ متقدمین کا یہ موقف نہ تھا یہ صرف ان متاخرین کا ہے اس لیے ہم اسے حق و صواب تو کجا مختار و راجح بھی قرار نہیں دیتے لیکن تمام احناف نے اسے حق و صواب ہی قرار دیا اس پر پیچھے بھی کچھ گفتگو آئی تھی۔

### تین حوالہ جات

یہاں احناف کے یہ تین حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام محمد بن ولی از میری (۱۱۰۲) ملا خسرو کی عبارت ”واما النبی علیہ السلام فر بما بعلمہ“ کے تحت لکھتے ہیں۔

اختلفوا فی ان النبی علیہ السلام هل علم المتشابہات اولاً قیل لا وقیل اتباعہ بل ہی مما لا یمکن بیانہا للعامة	اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں؟ بعض نے کہا متبعین کا افہام مقصود ہے بلکہ عوام کے لیے ان کا بیان ناممکن ہے۔
(المظہری، ۲، ۱۳)	

اگر بقول آپ کے تمام متقدمین کا یہ موقف نہیں صرف متاخرین کا ہے تو پھر ان تمام اہل علم کا اسے حق اور دوسرے موقف کو غلط قرار دینا مناسب ہوگا؟ کم از کم بندہ ان اہل علم کے بارے میں یہ تصور نہیں کر سکتا۔

امام رازی کی گفتگو

یہی بات بڑی تفصیل سے امام فخر الدین نے کی ہے امام نے سورہ

الرحمن کی تفسیر میں یہ سوال اٹھایا۔

کیف يفهم قوله تعالى علم  
القرآن مع قوله تعالى وما يعلم  
تاويله الا الله

اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ”اللہ نے  
قرآن سکھایا“ کا مفہوم کیا ہوگا جبکہ  
دوسرا ارشاد مبارکہ ہے متشابہات کی  
تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یعنی ایک آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام قرآن سکھایا لیکن  
دوسری آیت بتا رہی کہ کچھ کے بارے میں نہیں بتایا اس سوال کا جواب دیتے  
ہوئے لکھتے ہیں دوسری آیت کے بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں۔

۱۔ بعض ”الا اللہ“ پر وقف نہیں کرتے بلکہ الراحون کا اس پر عطف مانتے  
ہیں تو اب ان لوگوں کے نزدیک تمام معانی قرآن راسخین بھی جانتے  
ہیں لہذا اس صورت میں اشکال ہی ختم کیونکہ جب دیگر راسخین جانتے  
ہیں تو حضور ﷺ بطریق اولیٰ جانتے ہیں۔

۲۔ بعض لفظ اللہ پر وقف کرتے ہیں، ان پر اشکال وارد ہوگا جب کچھ  
آیات کا معنی بندے نہیں جانتے تو پھر تمام قرآن سکھانے کا کیا معنی  
ہوگا؟ اس کے دو جوابات دیئے۔

۱۔ بندے اگرچہ ان آیات کا قطعی معنی نہیں جانتے مگر بقدر طاقت و امکان  
جانتے ہیں۔

۲۔ اللہ کے سوانہ جاننے کا معنی یہ ہے۔

اما غيره فلا يعلم من تلقاء نفسه  
مالم يعلم فيكون اشارة الى ان

کہ اس کے علاوہ از خود کوئی نہیں  
جان سکتا جب تک اللہ نہ بتائے یہ اس

کتاب اللہ تعالیٰ لیس کغیرہ  
من الکتب التي ستخرج مافيها  
بقوة الذكاء والعلوم  
طرف اشارہ ہے کہ کتاب اللہ دیگر  
کتب کی طرح نہیں جن سے محض  
قوت ذکاوت و علوم کے ذریعے  
مسائل کا استنباط کر لیا جاتا ہے۔  
(مفاتیح الغیب، ۲۷: ۳۳۷)

یعنی اس کے متعدد مقامات اللہ تعالیٰ کی عطا ہی سے جانے جاسکتے ہیں۔

### حقیقت یہی ہے

اوپر ان دونوں بزرگوں نے ”وما يعلم تاويله الا الله“ کا جو مفہوم لکھا ہے کہ کوئی اپنے طور پر ان کی تاویل نہیں جان سکتا ہاں اللہ تعالیٰ کے بتانے پر کوئی پابندی نہیں۔ اور نہ ہی اس آیت کی اس پر دلالت ہے۔ متعدد اہل علم نے یہی مفہوم بیان کیا ہے اور ہمارا ذہن بھی اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ کچھ حوالہ جات احناف کے ہی حاضر ہیں۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی حنفی ہیں ان کا حوالہ اوپر گزرا۔

۲۔ امام یحییٰ رباوی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

معناه انه لا يعلمه احد الا الله  
بنفسه لانه لا يعلمه احد  
اصلا لجواز ان يعلمه بالهام  
الحق

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آیات  
متشابہات کا معنی از خود اللہ تعالیٰ  
کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کا یہ معنی  
نہیں کہ اسے کوئی جان ہی نہیں سکتا

(حاشیہ المنار، ۳۶۸)

کیونکہ اللہ کے بتانے سے آدمی  
جان سکتا ہے۔

۳۔ اس آیت مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا بحر العلوم عبدالعلی انصاری لکھتے ہیں۔

واعلم ان دلائل الفريقين  
منطقة على العلم بالكسب  
وعدمه كما في المحكمات  
فلا يبعد ان يكون النزاع فيه لا  
في العلم الكشفي الذي يناله  
من غير اختيار من العبد  
(فوائح الرحموت، ۲، ۲۴)

واضح رہے فریقین (منکر و مثبت) کے دلائل علم اور عدم علم کسی پرفٹ آتے ہیں جیسا کہ محکمات کا علم کسی ہے، اس میں نزاع و اختلاف کے بعد کوئی نہیں البتہ علم کشفی میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ تو بغیر اختیار (کسب) حاصل ہو جاتا ہے۔

۴۔ علامہ عبدالحلیم لکھنوی فرماتے ہیں وقف الا اللہ پر ہی ضروری و لازمی ہے۔ اب اعتراض اٹھا۔

يلزم على هذا ان لا يكون  
الرسول عليه السلام عالماً  
بالمتشابه  
اس سے لازم آ جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ بھی متشابہات کے عالم و جاننے والے نہیں۔

حالانکہ آپ ﷺ بالیقین نہیں جاننے والے ہیں، اس کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

ان المعنى (وما يعلم تاويله)  
بدون الوحي (الا الله) فالنبي  
ﷺ كان عالماً بتاويله بالوحي  
لاغيره

(وما يعلم تاويله) کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی تاویل بغیر وحی (الا اللہ) کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے تو نبی ﷺ وحی کے ساتھ اس

(قمر اللمار، ۱، ۱۸۵ء) کی تاویل جانتے ہیں اس کے علاوہ نہیں۔

قارئین دیگر حوالہ جات کے لیے قسط اول کا مطالعہ کریں۔

### نہایت ہی خوبصورت

مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد انصاری نے ”وما يعلم تاويله الا الله“

کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا۔

مفہوم یہ ہے کہ ٹیڑھے لوگ فتنہ کی طلب میں ان کی تاویل کرتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل اللہ تعالیٰ اور راسخین جانتے ہیں تو علم تاویل فقط ان راسخین کا حصہ ہے جو فتنہ برپا نہیں کرتے بلکہ تمام پر ایمان رکھتے ہیں۔

فيكون المعنى الله اعلم ان الزانغين يبتغون الفتنة ويبتغون تاويله مع ان التاويل لا يعلمه الا الله والراسخون في العلم فليس علم التاويل الاحظ الراسخين ولا يبتغون الفتنة بل يؤمنون بالكل.....

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

پھر اصحاب کرامات اولیاء کرام سے منقول ہے کہ وہ متشابہات کی تاویل سے آگاہ ہوتے ہیں جبکہ وہ شدید ریاضات اور قومی مجاہدات سے گزر کر اعلیٰ مقام پاتے ہیں تو اس حال

ثم انه قد نقل عن الاولياء الكرام اصحاب الكرامات انهم يعلمون تاويل المتشابہات عند رياضاتهم الشديدة والمجاهدات

میں بغیر قصد و کسب اور طلب ان پر ایسے علوم کا فیضان ہوا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اس حصول یقین کے بعد ظنون، حق کو فنا نہیں کر سکتے تو حق یہی ہے جو ہم نے تاویل آیت میں لکھ دیا ہے۔

القویمة و خلعهم ابدانهم  
وانخراطهم فی اعلی العین  
فانه یفاض علیهم عند هذه  
الحال علوم وھی من غیر قصد  
و طلب و کسب و ما لاعین  
رأت ولا اذن سمعت فعند  
طلوع شمس هذا لیقین لا  
تفنی الظنون المذكورة من  
الحق شیاء فالحق ما ذکرنا فی  
تاویل الایة

(فواتح الرحموت، ۲، ۲۴)

حضرت مجدد الف ثانی، حضرت مرزا مظہر جانانا اور دیگر اہل معرفت نے کہا ہے کہ ہمیں بھی متشابہات کا علم عطا ہوا ہے، ان تمام اولیاء کو نعوذ باللہ کوئی جھوٹا قرار نہیں دے سکتا، لہذا ضروری ہے کہ ایسی راہ تلاش کی جائے گی کہ ان تمام میں موافقت و تطبیق ہو جائے۔

### اقوال میں موافقت

اسی وجہ سے مولانا بحر العلوم نے بہت ہی خوبصورت بات کہی کہ سلف اور متقدمین جو کہتے تھے کہ ان کا مفہوم نہیں جانا جا سکتا تو ان کا مدعی یہ تھا کہ کوئی کسب و نظر سے انہیں نہیں جان سکتا وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے منکر نہ تھے اور

متاخرین نے بھی یہی بات کہی ہے کہ ہم اپنی قوت سے تو ان کا معنی نہیں جان سکتے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا سے پاسکتے ہیں لہذا ان اقوال میں موافقت ہے ہرگز اختلاف نہیں، مولانا موصوف کے الفاظ ہیں۔

والسلف انما راموا بعدم مفهو  
میه المتشابہات عدم المفهو  
میه با لكسب والنظر کیف  
وان الصحابة رضوان الله  
عليهم كانوا ينهون عن تاويل  
المتشابه لعمد الوصول اليه  
وكذا وقع في الحديث  
المرفوع وهذا يشير الى ان  
المستحيل العلم به بالرانی  
کیف والنهی لایكون الاعن  
فعل اختیاری و معنی ماروی  
عن ام المومنین وقطب زمانه  
عمر بن عبدالعزیز ان علم  
الراسخین انتهی الی هذا ای  
اعترفوا بالعجز كما هو شان  
العارف الكامل بالله

(فوائح الرحموت، ۲، ۲۳)

اسلاف نے عدم مفہوم متشابہات  
سے یہ مراد لیا کہ کسب و نظر سے  
انہیں نہیں پایا جا سکتا اور یہ کیسے ہو  
سکتا ہے جب صحابہ کرام ان کی  
تاویل سے منع کیا کرتے اور حدیث  
مرفوع میں بھی اس طرح موجود ہے  
یہ اشارہ ہے اس طرف کہ ان کا  
اجتہاد کے ذریعے علم محال ہے اور  
ایسا کیوں نہ ہو کہ نہی فعل اختیاری  
سے ہوا کرتی ہے۔ حضرت ام  
المومنین اور قطب زمانہ حضرت عمر  
بن عبدالعزیز سے جو منقول ہے کہ  
راسخین کا علم یہاں تک ہی ہے یہ  
عجز کا اظہار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ  
کے عرفاء کا ملین کی یہی شان ہے۔

معاملہ ہو جاتا ہے

اگر اہل علم کی اس رائے کو تسلیم کر لیں تو معاملہ حل ہو جاتا ہے، وقف بھی الا اللہ پر رہا، قرآن پر اعتراضات کا دروازہ، بھی بند ہو جائے گا، کلام و خطاب کا باطل، بے فائدہ اور لغو ہونا بھی لازم نہیں آئے گا اور اہل علم کے اقوال میں بھی موافقت و تطبیق ہو جائے گی۔

### متقدمین و متاخرین کا اختلاف

متقدمین و متاخرین کے درمیان جو اختلاف ملتا ہے وہ یہ ہے کہ متقدمین آیات متشابہات کی تاویل یہ کہتے ہوئے نہیں کرتے تھے۔ کہ راہنمائی العلم ان کا علم نہیں رکھتے مگر متاخرین ان کی تاویل کرتے ہیں، ان میں بشمول احناف یہ اختلاف ہرگز نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں اگرچہ کتب عقائد و تفسیر اس سے مالا مال ہیں مگر آئیے چند تصریحات احناف ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) اس حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ثم الخلف مع كون هذه الطريقة	باوجود طریق سلف زیادہ محفوظ اور
اسلم واعم نفعاً عدلوا عنها	نافع تھا لیکن خلف نے اس سے
واشتغلوا بتاویل المتشابه	اعراض کیا اور متشابہات کی تاویل
لظهور اهل البدع ولاهواء بعد	کی کیونکہ اہل بدعت و ہوائے زمانہ
انقراض زمان السلف وتمسكهم	نے سلف کے بعد اپنے باطل عقائد



بالمتشابهات فی اثبات مذاہبہم  
الباطلة فاضطر الخلف الی  
الزامہم وابطال دلائلہم  
فاحتاجوا الی التاویل ولہذا  
قيل طريقة السلف اسلم  
وطريقة الخلف احکم

(کشف الاسرار، ۱، ۱۵۴)

۲۔ علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۲) نے یہ اعتراض اٹھایا کہ کوئی آیت  
قرآنی ایسی نہیں جس کی تفسیر یہ کی گئی ہو اور اس پر کسی نے طعن بھی  
نہیں کیا، امت کا یہ عمل بتا رہا ہے کہ تشابہ میں توقف کے عدم و جوہ  
پر تقریباً اجماع ہے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

ان التوقف مذهب السلف الا  
انه لما ظهر اهل البدع  
وتمسکوا بالمتشابهة فی ادائہم  
الباطلة اضطر الخلف الی  
التکلم فی المتشابهة ابطالاً  
لاقاویلہم

توقف اسلام کا مذہب تھا مگر جب  
اہل بدعت بیدار ہو گئے اور انہوں  
نے تشابہات سے اپنے باطل عقائد  
ثابت کرنے کی کوشش کی تو  
متاخرین نے مجبور ہو کر ان کے  
اقوال کی تردید کے لیے تشابہات  
میں گفتگو کی۔

بلکہ اس پر علامہ نے خود اعتراض اٹھایا کہ ان کی تاویل خلف ہی نے  
نہیں کی بلکہ قرن اولیٰ و ثانی میں بھی ان کی تاویل ملتی ہے۔

حتى نقل تاويل المتشابهات  
 عن الصحابة والتابعين وعن  
 ابن عباس انه كان يقول  
 الراسخون في العلم يعلمون  
 تاويل المتشابه وانا ممن يعلم  
 تاويله

حتى کہ صحابہ اور تابعین سے  
 متشابہات کی تاویل منقول ہے  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
 فرمایا کرتے راسخین متشابہ کی تاویل  
 جانتے ہیں اور میں بھی ان جاننے  
 والوں میں سے ہوں۔

(التلویح: ۱، ۲۹۵)

۳۔ مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد انصاری (۱۲۲۵) مقتدین و متاخرین کے  
 اس اختلاف پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

اعلم ان مذهب السلف فی  
 امثال هذه الايات والاحادیث  
 ان یومن بها ولا یسئل عن  
 کیفیتها ..... والمتاخرین اولوا  
 تلک النصوص من کلهم  
 (فواتح الرحموت، ۲، ۲۸)

واضح رہے سلف کا مذہب ان آیات  
 و احادیث میں یہی ہے کہ ان پر  
 ایمان رکھا جائے اور ان کی تفصیل و  
 کیفیت نہ پوچھی جائے ..... لیکن  
 متاخرین نے ان تمام نصوص کی  
 تاویل کی ہے۔

۴۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) متقدمین کا موقف بیان کرنے کے بعد  
 لکھتے ہیں۔

وذهب اکثر المتاخرین الی ان  
 الراسخ یعلم تاویل المتشابه  
 (التقریر والتحیر، ۱، ۲۱۲)

اکثر متاخرین کا مذہب یہی ہے کہ  
 راسخین متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۵۔ شیخ محمد علاؤ الدین حسنی، مقطعات کی مثال ”الم“ دے کر لکھتے ہیں۔

فنؤمن بها ولا نوؤل خلافا  
لاكثر المتأخرين

(افاضة الانوار، ۹۶) اس سے اختلاف کیا۔

امام ابن عابدین شامی نے اس کی شرح میں لکھا یہی وجہ ہے کہ وہ

يحملون اسماء المقطعات  
على اسماء السور ويجعلون  
الوجه مجاز عن الرضى واليد  
عن القدرة

(نسمات الاسمار، ۹۶)

۶۔ شیخ یحییٰ رہاوی (۹۳۲) حاشیہ شرح المنار میں رقمطراز ہیں۔

ذهب اكثر المتأخرين وعامة  
المعتزلة وائمة التفسير الى ان  
الراسخ يعلم تاويل المتشابه

(حاشیہ رہاوی، ۳۶۷)

۷۔ شیخ ابن الملک (متأخرين کی مجبوری کی وجہ) واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لان انزال القران لا نفع العباد  
فلولم يعلمه غير الله تعالى  
لظعن فيه الطاعنون

قرآن کا نزول بندوں کے فائدہ  
کے لیے ہے اگر اسے اللہ تعالیٰ کے  
علاوہ کوئی نہ جانے تو طعن کرنے  
والوں کو موقع مل جائے گا۔

(شرح المنار لابن ملک، ۳۶۸)

پھر ہمیں اس پر بھی ضرور متوجہ ہونا چاہیے کہ امت کے اہل علم نے اس پر جو دلائل دیئے اور کہا اگر ہم متشابہات کا علم حبیب خدا ﷺ کے لیے تسلیم نہیں کرتے تو متعدد خرابیاں اور اسلام و قرآن پر اعتراضات بلکہ خود باری تعالیٰ کے مخاطب پر حملہ ہو جائے گا جس کا ازالہ دشوار ہوگا۔

### ۱۔ فائدہ مخاطب باطل

مثلاً تمام اہل علم خصوصاً احناف نے کہا لازم ہے کہ حضور ﷺ کے لیے متشابہات کا علم مانیں ورنہ فائدہ مخاطب باطل ہو جائے گا۔

۱۔ ملا احمد جیون (۱۱۳۰) کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ کے لیے ان کا علم ماننا لازم ہے۔

والاتبطل فائدة الخطاب  
ورنہ مخاطب کا فائدہ ہی باطل ہو جائے۔

مولانا عبدالحلیم لکھنوی (۱۲۹۵) نے واضح کیا کہ یہاں مخاطب سے مراد بالنبی علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ مخاطب ہے۔

۲۔ مولانا محمد برکت اللہ لکھتے ہیں احناف جو کہتے ہیں کہ متشابہات کا علم کوئی نہیں رکھتا اس سے مراد امت ہے۔

واما فی حق النبی ﷺ فکان معلوماً والاتبطل فائدة الخطاب  
رہا معاملہ حضور ﷺ کا تو آپ کو یہ معلوم ہیں ورنہ فائدہ مخاطب باطل ہوگا۔

(احسن الحواشی، ۲۵)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۱۲۵) کے الفاظ ہیں اگر ہم یہ بات تسلیم نہ کریں۔

والا یخلوا لخطاب عن الفائدة  
تو خطاب کا فائدہ سے خالی ہونا  
(المظہری، ۲، ۱۲) لازم آئے گا۔

۴۔ مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد انصاری (۱۲۲۵) نے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں لکھا یہ رائے کہ آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں الیق و اصوب ہے۔

کیف لا والخطاب بما لا يفهمه  
یہ کیوں نہ ہو کیونکہ جو خطاب مفہوم  
المخاطب لا یلیق بجنابہ تعالیٰ  
نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان  
(فواتح الرحموت، ۲: ۲۲) ہی نہیں۔

## ۲۔ بے عقلی و بے وقوفی

انہوں نے اسے یوں بھی بیان کیا کہ اگر ہم مان لیں کہ حضور ﷺ بھی ان آیات و کلمات کا مفہوم نہیں جانتے تو یہاں بے وقوفی لازم آئے کیونکہ ایسا مخاطب تو بے وقوفی ہی ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ یقیناً بری اور بالاتر ہیں۔

۱۔ علامہ محمد فیض الحسن سہارنپوری نے تعریف متشابہ کی وضاحت میں لکھا جس کی دنیا میں امت کو خبر نہ ہو سکے رہا رسول ﷺ کا معاملہ تو آپ ﷺ وقت نزول سے ہی انہیں جانتے ہیں آپ کے لیے ان متشابہات اور دیگر قرآن میں کوئی تفریق نہیں۔

کیلا یلزم السفه لان التخاطب      تا کہ سفاہت و بے وقوفی لازم نہ آ  
 لایفہم المخاطب سفہ      جائے کیونکہ غیر مفہوم خطاب کرنا  
 (عمدۃ الحواشی، ۷۲)      بے وقوفی ہوتا ہے۔

۲۔ حاشیہ اصول شاشی میں مولانا محمد برکت اللہ نے بھی یہی الفاظ نقل کیے  
 ہیں۔ (احسن الحواشی، ۲۵)

## ۲۔ بے معنی خطاب

بعض نے دلیل یوں بیان کی اگر ہم مان لیں کہ حضور ﷺ ان کا علم  
 نہیں رکھتے تو یہ خطاب بے معنی ہو کر رہ جائے گا اور کلام الہی کا بے معنی ہونا  
 باطل ہے تو ایسے ہو گا جیسے کوئی انگلش میں انگلش نہ جاننے والے سے گفتگو کرے  
 تو وہ اس سے کچھ نہ سمجھ پائے۔

۱۔ ملا احمد جیون (۱۱۳۰) اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

ویصیر التخاطب بالمہمل      اس سے خطاب کرنا بے معنی ہو گا  
 کالتکلم بالزنجی مع العربی      جیسے حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔

(نور الانوار، ۹۳)

۲۔ مولانا حسین احمد ہرداوری مدرس دیوبند کے شرح اصول الشاشی میں  
 الفاظ ہیں۔ ”ورنہ حضور ﷺ کے لیے اس کا خطاب کرنا مہمل ہو جائے  
 گا۔ (نجوم الحواشی، ۱۶۹)

۳۔ مولانا محمد برکت اللہ نے حاشیہ اصول شاشی یہی الفاظ لکھے۔

ویصیر التخاطب بالمہمل      ورنہ خطاب بے معنی کے ساتھ ہو گا

کالتکلم بالزنجی مع العربی  
 (احسن الحواشی، ۲۵) کرے۔  
 جیسے کوئی حبشی کسی عربی سے گفتگو

## ۴۔ وعدہ الہی کی خلاف ورزی

اہل علم نے یہ بھی تصریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے وعدہ فرمایا  
 کہ قرآن کا بیان میرے ذمہ ہے سورۃ القیامہ میں ارشاد ہے۔  
 ثم ان علينا بیانہ۔  
 پھر ہم پر ہے قرآن کا بیان۔  
 دوسرے مقام پر فرمان ہے۔

الرحمن علم القرآن  
 رحمن نے قرآن سکھایا۔

اب اگر ہم مان لیں کہ حضور ﷺ متشابہات یعنی قرآن کے کچھ حصہ کو  
 جانتے ہی نہیں تو پھر وعدہ الہی کی خلاف ورزی لازم آئے گی جو سراسر باطل ہے،  
 قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی متعدد عبارات پیچھے گزر چکی ہیں یہاں صرف ایک جملہ  
 ذکر کیا جا رہا ہے کہ اگر ہم یہ بات تسلیم نہ کریں تو۔

یلزم الخلف فی الوعد  
 وعدہ الہی کی خلاف ورزی لازم  
 (المظہری، ۱: ۱۲) آئے گی۔

## ۵۔ قرآن پر طعن

بعض اہل علم نے یہ دلیل بھی ذکر کی کہ اگر ہم مان لیں کہ حضور ﷺ  
 بھی بعض قرآنی حصص سے واقف نہیں تو کفار کو قرآن پر طعن کا موقع ہاتھ آ  
 جائے گا کہ اس میں ایسے الفاظ و آیات بھی ہیں جو بے معنی اور لغو ہیں حالانکہ یہ  
 بات ہرگز درست نہیں۔

شارح المنار امام ابن ملک نے اہل علم سے یہی وجہ یوں نقل کی ہے۔

فلولم يعلمہ غیر اللہ تعالیٰ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی انہیں

لطعن فیہ الطاعنون نہیں جانتا تو قرآن پر طعن کا

(شرح ابن الملک، ۳۸۶) دروازہ کھل جائے گا۔

انہی اعتراضات سے بچنے کے لیے ”الم“ کے تحت شیخ اشرف علی

تھانوی نے لکھا۔ ”ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی

شاید رسول اللہ ﷺ کو بتلا دیا گیا ہو۔ (بیان القرآن، ۲:۱)



## بذریعہ وحی یا بذریعہ اجتہاد

ایک معاملہ آپ نے یہ بھی اٹھایا کہ ابھی تک واضح نہیں ہوا کہ اگر آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو یہ علم بذریعہ وحی ہے یا بذریعہ اجتہاد؟ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ ہم نے سوئے حجاز فروری میں قسط نمبر ۲ کے تحت اس حقیقت کو خوب واضح کر دیا تھا کہ ان کا علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ہے، آپ ﷺ کو اس میں اجتہاد کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تمام حوالہ جات وہاں ملاحظہ کریں کچھ یہاں بھی درج کیے دیتے ہیں۔

## حضور ﷺ پر متشابہ از خود آشکار

آئمہ امت نے حضور ﷺ کے اجتہاد مبارک کے مقام و مرتبہ کو آشکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ باقی مجتہدین کو مشترک، مجمل، خفی اور متشابہ وغیرہ کی مراد سے واقفیت کے لیے زندگی بھر محنت کرنا پڑتی ہے لیکن اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس سے بالاتر فرما دیا ہے، یہ تمام آپ ﷺ پر از خود آشکار ہو جاتی ہیں اور آپ ﷺ کو ان میں کسی غور و فکر کی ہرگز محتاجی و مجبوری نہیں۔ آئیے علماء احناف ہی کی زبانی کچھ حوالہ جات سماعت کیجئے۔

۱۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) رقمطراز ہیں کہ مجتہدین امت ان مذکورہ

الفاظ و کلمات میں سدا محنت و مشقت اور اجتہاد سے کام لیتے ہیں مگر

اما النبی ﷺ فکل هذا واضح حبیب خدا ﷺ پر یہ تمام کے تمام

لديه بلا اجتہاد بلا محنت و غور و فکر آشکار و واضح

(التقریر . ۳ : ۳۹۲) ہوتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح علامہ محمد امین بادشاہ (۹۸۷) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام علمی کو یوں واضح کرتے ہیں۔

واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالمراد عنده  
ظاہر بین لایحتاج الی نظر  
واجتهاد  
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تمام کی مراد از  
خود ظاہر و روشن ہوتی ہے آپ کو کسی  
نظر و فکر کی محتاجی نہیں۔

(تیسیر التحریر، ۴، ۱۸۳)

۳۔ آگے چل کر لکھا کہ مجتہدین کو مشترک، مجمل اور ان کے دیگر ہم مثل کی معرفت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

وکل ذلک ظاہر عنده صلی اللہ علیہ وسلم  
لایحتاج الی نظر و فکر  
لیکن یہ تمام کے تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر  
ظاہر و آشکار ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو  
کسی اجتہاد و فکر کی محتاجی نہیں۔  
(ایضاً، ۱۸۴)

۴۔ یہی بات مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد انصاری (۱۲۲۵) نے ان الفاظ میں بیان کی ہے علامہ محبت اللہ بہاری کے الفاظ ”ہو فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم القیاس فقط“ کا مفہوم واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

لا معرفة المنصوصات (لان  
المرادات) من النصوص (واضحة  
عنده علیہ وآلہ الصلاة والسلام  
فواتح الرحموت، ۲، ۳۱۸) ہوتی ہے۔  
منصوصات کی معرفت کے لیے غور  
واجتہاد کی ضرورت نہیں کیونکہ تمام  
نصوص کی مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح

اس کے بعد بھی معاملہ واضح نہیں تو پھر واضح کیسے ہوگا؟

## مقطعات از قبیل متشابہات

ہم نے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کا حوالہ دیا تھا کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ نے کہا، ہو سکتا ہے، مولانا موصوف مقطعات کو متشابہات سے ہی نہ مانتے ہوں، اس معاملہ میں ہماری گزارش یہ ہے کہ یہاں دیکھنا یہ ضروری ہے کہ مقطعات کے بارے میں مختار موقف کیا ہے؟ وہ تو یہی ہے کہ یہ از قبیل متشابہات ہیں حتیٰ کہ اصول فقہ میں متشابہ کی مثال ہی مقطعات دی گئی ہے جو کسی کو مخفی نہیں۔ اس کے باوجود اس پر چند تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ امام فخر الاسلام بزدوی (۴۸۲) نے متشابہ کی مثال دیتے ہوئے لکھا۔

وهذا يقابل المحكم ومثاله  
المقطعات في اوائل السور  
متشابہ محکم کے مقابل ہے اور ان کی  
مثال اوائل سور میں مقطعات ہیں۔  
(اصول بزدوی مع الکشف، ۱: ۱۵۴)

اس کی شرح میں امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) نے لکھا مقطعات کے بارے میں دو اقوال ہیں۔

۱۔ یہ متشابہات میں سے ہیں۔

لم يطلع الله عليه الخلائق  
الامن شاء منهم فيجب الايمان  
بها ولا يطلب لها التاويل  
ان پر اللہ تعالیٰ عام مخلوق کو مطلع  
نہیں فرماتا البتہ جسے چاہے عطا  
فرماتا ہے ان پر امان رکھنا ضروری  
ہے۔ اور ان کے معانی کے درپے  
ہونا نہیں چاہیے۔

۲۔ کچھ لوگ انہیں متشابہات میں سے نہیں مانتے لہذا وہ ان کی تاویل کرتے ہیں۔ اس کے بعد قول اول کو اکثریت کا قول قرار دیتے ہوئے لکھا۔

ولما كان القول الاول قول  
الاكثر اختاره المصنف  
(كشف الاسرار، ۱: ۱۵۵)

۲۔ امام ابوالبركات عبداللہ بن احمد نسفی (۷۱۰) اپنے مشہور متن المنار میں متشابہ کی مثال یوں دیتے ہیں۔

كالمقطعات في اوائل السور  
مثلاً سورتوں کی ابتداء میں  
(المنار مع نور، ۹۴) مقطعات۔

۳۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے شیخ محمد علاؤ الدین حنفی کہتے ہیں۔

مثل الم فنؤمن بها ولا نوؤل  
خلافاً لاكثر المتأخرين  
اس کی تاویل نہیں کرتے بخلاف  
اکثر متأخرین۔  
(افاضة الانوار، ۹۶)

۴۔ مولانا محبت اللہ بہاری لکھتے ہیں

المتشابه كالحروف في اوائل  
السور واليد  
سورتوں کی ابتداء میں حروف  
مقطعات اور لفظ يد وغیرہ۔

(مسلم الثبوت مع فواتح، ۲، ۲۸)

۵۔ امام نظام الدین شاشی کے الفاظ ہیں۔

مثال المتشابه الحروف  
متشابہ کی مثال سورتوں کی ابتداء میں

حروف مقطعات ہیں۔

المقطعات من اوائل السور

(اصول الشاشی، ۲۵)

۶۔ قاضی ثناء اللہ پاتی پتی (۱۱۲۵) نے اسی قول کو مختار نہیں بلکہ حق قرار دیتے ہوئے لکھا۔

میرے نزدیک حق یہی ہے کہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں جن سے مقصود عام مخلوق کا افہام نہیں بلکہ افہام رسول ﷺ مقصود ہے۔

والحق عندی انها من المتشابہات وہی اسرار بین اللہ تعالیٰ و بین رسول ﷺ لم یقصد بها افہام العامة بل افہام الرسول ﷺ

(المظہری، ۱ : ۲۰)

۷۔ صاحب مرقاۃ الوصول نے بھی متشابہ کی پہلی قسم بیان کرتے ہوئے لکھا۔

یہ لفظاً متشابہ ہے جس سے کوئی شیء سمجھ نہیں آتی مثلاً مقطعات۔

وہو متشابہ اللفظ ان لم یفہم منہ شیء کمقطعات اوائل السور

۸۔ ڈاکٹر عبدالکریم زید ان نے متشابہ کی وضاحت کرتے ہوئے اصولیین کے حوالہ سے لکھا۔

انہوں نے متشابہ کی مثال سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات دی ہے جیسا کہ آیات صفات بھی مثال بنائی ہے۔

مثلوا الہ بالحروف المقطعة فی اوائل السور کما مثلوا الہ بایات الصفات  
(الوجیز فی اصول الفقہ، ۳۵۳)

۹۔ کچھ اہل علم تو صرف ان اوائل سور اور اقسام کو ہی قرآنی متشابہات قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ قرآن میں متشابہات موجود ہی نہیں، شیخ ابو محمد علی بن حرم اندلسی (۳۵۶) کی یہی رائے و تحقیق ہے۔ ان کے الفاظ ہیں۔

فلم نجد فی القرآن شیاء غیر  
ما ذکرنا حاشا الحروف المقطعة  
التي فی اوائل السور وحاشا  
الاقسام التي فی اوائل السور  
ایضا فعلمنا یقینا ان هذین  
النوعین هما المتشابه الذی  
نهینا عن اتباعه

ہم قرآن میں سورتوں کی ابتداء میں  
آنے والے حروف مقطعات اور  
اقسام کے علاوہ کسی متشابہ کو نہیں  
پاتے۔ ان دو انواع کو ہی متشابہ  
تسلیم کرتے ہیں اور انہی کی تاویل  
سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

(الاحکام، جز ۳ : ۱۲۳)

جب اہل علم خصوصاً احناف کے ہاں مختار یہی ہے تو پھر مولانا عثمانی احناف کا ہی موقف لیں گے نہ کہ دوسرا، البتہ اگر انہوں نے کسی جگہ تصریح کر دی ہو کہ میں انہیں متشابہات سے نہیں مانتا تو پھر الگ بات ہے۔

دلائل کا تجزیہ





محترم مفتی محمد خان قادری صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کیلئے  
 متشابہات کا علم ثابت کرنے کیلئے اپنی تحریری بحث کی چار قسطوں میں جو دلائل  
 دیئے تھے بفضلہ تعالیٰ ہم نے دو قسطوں میں ان کے جوابات دینے کے ساتھ ان  
 کے دعویٰ پر کچھ اعتراضات اور معارضات بھی پیش کئے اور ان سے وضاحت  
 طلب کی تھی کہ پہلے یہ تو واضح کریں کہ آپ حضرات حضور نبی کریم ﷺ کیلئے جو  
 متشابہات کا علم مانتے ہیں وہ علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حاصل ہوا تھا یا کہ آپ  
 نے اجتہاد کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا تا کہ اس وضاحت کے بعد آگے بحث  
 آسان ہو جائے، ہماری بحث کے کچھ حصہ کا خلاصہ محترم قادری صاحب اپنی  
 پانچویں قسط کے آغاز میں یوں پیش کرتے ہیں کہ محترم مولانا قارن صاحب کے  
 جواب کا تجزیہ بندہ نے چار اقساط میں کیا اس پر ان کی طرف سے جواباً جو کچھ لکھا  
 گیا اس نشست میں ہم اس پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں، ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ  
 ہے.....

- ۱- متقدمین احناف حضور ﷺ کیلئے متشابہات کا علم نہیں مانتے۔
- ۲- سیدنا صدیق اکبرؓ کے قول گرامی لکل کتاب سیر کا معنی یہ ہے کہ  
 حضور ﷺ بھی متشابہات سے آگاہ نہیں۔

۳۔ ممکن ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی حروف مقطعات کو متشابہات ہی سے نہ مانتے ہوں۔

۴۔ علماء دیوبند سے ذہول ہو گیا ہے۔

۵۔ علماء احناف کے متفقہ نظریہ پر کوئی حوالہ نہیں آیا۔

۶۔ یہ واضح نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو متشابہات کا علم بذرعہ وحی ہے یا بذریعہ اجتہاد۔

آئیے ہماری گزارشات ملاحظہ کیجئے۔ (ماہنامہ سوئے حجاز ص ۲۸ ماہ ستمبر ۲۰۰۲ء)

اس کے بعد محترم مفتی قادری صاحب نے ہماری اس بات کہ متقدمین احناف حضور ﷺ کیلئے متشابہات کا علم نہیں مانتے پر تبصرہ کرتے ہوئے پانچویں قسط میں اقوال صحابہ کا عنوان قائم کر کے لکھا کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جمہور احناف ہی نہیں بلکہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اور کوئی حنفی عالم اس کا منکر نہیں، نہ متقدم اور نہ متاخر۔ (ص ۲۸)

یہی دعویٰ محترم مفتی قادری صاحب پہلے بھی کر چکے ہیں جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ احناف وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف کو لازم مانتے ہیں جس کا یہ معنی ہے کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا، متقدمین میں سے کسی نے کوئی استثناء نہیں کی ہے البتہ بعد میں شمس الائمہ امام سرخسی اور فخر الاسلام امام بزدوی نے حضور علیہ السلام کی استثناء کی اور بعد والے بہت سے حضرات نے ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے ایسا نظریہ اختیار کر لیا اور اس کیلئے ہم نے شارح امیر بادشاہ حنفی کی کتاب تیسیر التحریر ج ۱ ص ۱۶۳، علامہ ابن عابدین حنفی کی کتاب نسماۃ الاسرار علی شرح افاضۃ الانوار ص ۶۸ اور

ملا نظام الدین الکیرانوی الحنفیؒ کی نظامی علی الحسامی ص ۱۰ کے حوالے دیئے تھے اور مزید لکھا تھا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ متشابہ کی مراد کو نہیں پایا جا سکتا اور اس میں رسول ﷺ اور باقی لوگ برابر ہیں۔ (حاشیہ تفسیری مظہر ج ۱ ص ۱۴)

ان دلائل کے باوجود محترم مفتی قادری صاحب کا پھر یہ دعویٰ کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اور یہ دعویٰ کہ کوئی حنفی عالم اس کا منکر نہیں تو یہ کوئے کو سفید ماننے کے دعویٰ سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔

### اقوال صحابہؓ اور ان کا مفہوم

ہم نے اس سے پہلی تحریر میں لکھا تھا کہ حروف مقطعات کے متعلق سلف نے تین قسم کے کلمات استعمال فرمائے ہیں، اول یہ کہ حروف سِرّ اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا راز ہیں۔ دوم یہ کہ یہ حروف کتاب یعنی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا راز ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا راز ہیں ان جملوں کا مفہوم تو ایک ہی ہے یعنی یہ حروف اللہ تعالیٰ کا راز ہیں جس پر اس نے کسی کو آگاہی نہیں فرمائی جبکہ تیسرے جملہ سِرّ بین اللہ ورسولہ کا مفہوم پہلے جملوں سے مختلف ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کا ارشاد ہے فی کل کتاب سِرّ و سِرّ اللہ تعالیٰ فی القرآن اوائل السور۔ ہر کتاب میں راز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مخفی راز قرآن کریم میں سورتوں کے اوائل یعنی حروف مقطعات ہیں، جب حضرت صدیق اکبرؓ کے الفاظ یہ ہیں تو ان کے مفہوم کو سِرّ بین اللہ ورسولہ کہ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں کے مفہوم میں نہیں لیا جاسکتا، اس لیے کہ دونوں کے مفہوم میں فرق ہے۔

ہماری اس بحث پر محترم قادری صاحب اقوال صحابہؓ اور ان کا مفہوم کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے فی کل کتاب سر و سر اللہ فی القرآن اوائل السور۔ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۴۴) کہ ہر کتاب میں راز کی بات ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا راز قرآن میں اوائل سور (مقطعات) ہیں اور پھر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے بھی اس بارہ میں اس قسم کے ارشادات نقل کئے اور پھر امام بیضاویؒ سے اس کا مفہوم نقل کیا اور پھر امام بیضاویؒ کی عبارت کی تشریح امام شیخ زادہ حنفیؒ سے نقل کی اور یہ ظاہر کیا کہ شیخ زادہ حنفیؒ نے امام بیضاویؒ کی تائید کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ امام شیخ زادہ حنفیؒ نے امام بیضاویؒ کے انداز تاویل پر گرفت کی ہے، امام بیضاویؒ تو شافعی المسلک ہیں اور متشابہات کے بارہ میں احناف اور شوافع کا بنیادی اختلاف ہے، حضرات صحابہ کرامؓ کے جو اقوال امام بیضاویؒ نے نقل کئے ہیں جن کا حوالہ محترم قادری صاحب نے بھی دیا ہے یہ اقوال چونکہ شوافع حضرات کے نظریہ کے خلاف تھے اس لیے امام بیضاویؒ نے ان کی تاویل کر کے اپنے ہم مسلک لوگوں کو اعتراض سے بچانا چاہا اور کہا کہ شاید ان حضرات کی مراد یہ ہو مگر امام شیخ زادہ حنفیؒ امام بیضاویؒ کے اس انداز پر یوں گرفت کرتے ہیں اول المصنف ماروی عن الخلفاء وغیرہم و صرفہ عن ظاہرہ حیث قال ولعلہم ارادوا۔ (شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۷۰ مطبوعہ استنبول) کہ مصنف نے خلفاءؓ اور دیگر حضرات سے جو روایت کی گئی ہے

اس کی تاویل کی ہے اور اس کو اپنے ظاہر سے پھیر دیا اور کہا ولعلہم ارادوا۔ کس قدر واضح الفاظ سے امام شیخ زادہ حنفیؒ نے امام بیضاویؒ پر گرفت کی ہے مگر محترم قادری صاحب نے اس کو درخور اعتناء ہی نہیں سمجھا کسی مصلحت کی خاطر اس کو چھپانا ہی مناسب سمجھا، واللہ اعلم۔

امام شیخ زادہ حنفیؒ نے فرمایا کہ امام بیضاویؒ خلفاء راشدینؓ کے اقوال کی تاویل کر رہے ہیں اور تاویل بھی ان کے ظاہری مفہوم سے پھیر کر رہے ہیں، امام شیخ زادہ حنفیؒ کی عبارت واضح کر رہی ہے کہ خلفاءؓ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کے جو اقوال امام بیضاویؒ نے نقل کئے ہیں ان کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ ان حروف کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور امام بیضاویؒ ان اقوال کے ظاہری مفہوم سے پھیر کر ان کی تاویل کر رہے ہیں۔ اور پھر محترم مفتی قادری صاحب نے شیخ زادہؒ کی جو عبارت پیش کی ہے، اس میں انہوں نے اپنا نظریہ نہیں بلکہ شارح کی حیثیت سے امام بیضاویؒ کی عبارت کی تشریح کی ہے۔

محترم قادری صاحب پر تعجب ہے کہ امام شیخ زادہ حنفیؒ کی جو بات اس بارہ میں نقل کرنے کے قابل تھی اس کو نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا، اس میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے یا انہوں نے جان بوجھ کر مطلب برآری کیلئے ایسا انداز اختیار کیا ہے یہ اللہ جانتا ہے یا وہ خود جانتے ہیں۔

غلط فہمی

محترم مفتی قادری صاحب نے اس سے پہلی قسطوں میں بھی اور اس

پانچویں قسط میں بھی لکھا قال السجاوندی المروى عن الصدر الاول۔ امام سجاوندی فرماتے ہیں کہ صدر اول سے منقول ہے (سوائے حجاز ص ۵۲ ماہ ستمبر ۲۰۰۳ء) اور پھر آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں جب یہ ثابت ہے کہ صدر اول سے خلفاء راشدین اور تمام اہلسنت کا موقف یہی ہے (رسالہ مذکورہ ۵۸) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محترم قادری صاحب صدر اول سے زمانہ مراد لے رہے ہیں، جب اس سے پہلی کسی قسط میں محترم قادری صاحب نے یہی حوالہ نقل کیا تو ہم نے بھی صدر اول کے الفاظ پر غور کئے بغیر لکھا کہ جب احناف کا مختار نظریہ، یہ ہے تو اس کے خلاف نظریہ کو صدر اول سے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے (ماہنامہ نصرت العلوم اپریل ۲۰۰۳ء) یعنی ہم نے بھی غور کئے بغیر صدر اول سے زمانہ اول ہی سمجھ لیا مگر بعد میں ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ صدر اول سے زمانہ اول مراد نہیں بلکہ صدر اول سے صدر الشریعة الاول مراد ہیں، اس لیے کہ صدر الشریعة، دو ہیں، ایک اکبر اور اول کہلاتے ہیں اور دوسرے اصغر اور ثانی کہلاتے ہیں۔ امام سجاوندی نے صدر الشریعة الاول کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایسا صدر اول سے منقول ہے۔

یقیناً اس بارہ میں غور کرنے کے بعد محترم قادری صاحب بھی اس بارہ میں ہماری تائید کریں گے، جب صدر اول سے زمانہ اول مراد نہیں تو امام سجاوندی کے حوالہ کو صحابہ اور تابعین کے اقوال کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا کہ ان صحابہ وغیرہم کے اقوال کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں اور ان اقوال کا یہی مفہوم امام بیضاوی نے بیان کیا ہے بلکہ ان اقوال کا مفہوم جیسا کہ امام شیخ زادہ حنفی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ

اقوال ظاہری مفہوم کے لحاظ سے اس مفہوم کے مخالف ہیں جو مفہوم امام بیضاویؒ  
تاول کر کے بیان کر رہے ہیں۔

### قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ

ہم نے لکھا تھا کہ قاضی صاحبؒ نے اپنا نظریہ تو یہی بتایا ہے کہ  
مقطعات کا مفہوم حضور نبی کریم ﷺ جانتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے  
رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے مگر احناف کا  
مختار مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی متشابہات کا علم نہیں رکھتے اور اس کیلئے ہم  
نے حاشیہ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۴ کا حوالہ دیا تھا۔

محترم قادری صاحب نے قاضی صاحبؒ کی ایک عبارت پیش کی جس  
میں انہوں نے اپنے نظریہ کے مخالف قول کا رد کیا ہے اور پھر محترم قادری  
صاحب لکھتے ہیں، نوٹ، انہوں نے جب مخالف قول کا رد کر دیا اور کہا کہ یہ  
قابل اعتنا نہیں تو پھر حاشیہ میں اسے اکثریت کا قول قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے  
اس پر غور ضروری ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۳)

ہم محترم قادری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ اس بارہ میں  
پریشان ہونے یا تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بات وہی ہے جو ہم نے پہلے  
کہہ دی ہے کہ قاضی پانی پتیؒ صاحب کے ہاں اپنی تحقیق کے مطابق اکثر  
احناف کا مختار مذہب یہی ہے کہ متشابہات کا علم نہ ہونے میں حضور علیہ السلام  
اور باقی لوگ برابر ہیں مگر ان کا اپنا نظریہ اس سے مختلف ہے اور اپنے نظریہ کے  
مخالف قول کا رد ان کا تحقیقی حق بنتا ہے اور دیانتداری کا حق ادا کرتے ہوئے

انہوں نے احناف کا مختار مذہب بھی الگ بیان کر دیا اس لیے پریشان ہونے یا گہرے غور میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ آلوسیؒ

مفتی قادری صاحب نے علامہ آلوسیؒ کی ایک عبارت نقل کی ہے مگر اس کا محترم قادری صاحب کو کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ آلوسیؒ نے تو شوافع حضرات کی طرح حضور علیہ السلام کے علاوہ اوروں کیلئے بھی اس کا علم مانا ہے جیسا کہ ان کی عبارت کا ترجمہ خود مفتی قادری صاحب نے لکھتے ہوئے لکھا۔ تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد ماسوائے اولیاء کالمین کے کوئی نہیں جان سکتا۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۴) حالانکہ اب تک کی بحث میں مفتی قادری صاحب کا جو نظریہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو تشابہات کا علم ہے، اگر محترم قادری صاحب حضور علیہ السلام کے ساتھ اوروں کو بھی تشابہات کے جاننے میں شریک مانتے ہیں تو پھر کم از کم پہلے اپنا دعویٰ کی وضاحت تو فرمادیں۔

ملا جیونؒ..... مولانا عبدالحلیم لکھنویؒ اور سید امیر علیؒ

محترم قادری صاحب نے ان حضرات کی عبارتیں نقل کی ہیں کہ تشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں تو اس بارہ میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ متاخرین احناف نے امام سرحسیؒ اور امام بزدویؒ کی پیروی کرتے ہوئے ایسا نظریہ اختیار کیا ہے، اس سے متقدمین احناف یا ان کے مطابق مختار نظریہ اختیار کرنے والوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔



## حضرت مجدد الف ثانیؒ

محترم قادری صاحب نے حضرت مجدد صاحبؒ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے کہ حروف مقطعات عاشق و معشوق اور محب و محبوب کے درمیان مخفی اسرار ہیں مگر اس سے بھی مفتی صاحب کو کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ اس سے چند سطریں پہلے حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ (مکتوب نمبر ۲۷۶) یہ نظریہ تو شوافع حضرات کا ہے جس کی تردید احناف فقہاء نے کی ہے، جب اس نظریہ کی تردید فقہاء احناف نے کی ہے تو مفتی صاحب اس کو اپنے حق میں کیسے دلیل بنا سکتے ہیں؟؟؟

## بعض علماء دیوبند کے حوالے سے

ہم نے لکھا تھا کہ اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی، کا ترجمہ کرنے والے حضرات سے ذہول ہو گیا ہے اس لیے وہ بعض عبارات کا مفہوم احسن انداز میں بیان نہیں کر سکے، اس سے ہماری مراد وہ دو تین شخصیات ہی تھیں جنہوں نے اصول الشاشی وغیرہ کے تراجم کئے ہیں مگر مفتی قادری صاحب ہماری اس کلام کی یوں تعبیر کرتے ہیں کہ علماء دیوبند سے بھی ذہول ہو گیا ہے حالانکہ یہ تعبیر بالکل درست نہیں، اس لیے ہم نے علی الاطلاق نہیں بلکہ دو تین شخصیات کے بارہ میں ایسا کہا ہے۔ متشابہ کی تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کو مقطعات کا علم ہے تو ہو

سکتا ہے بلکہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہ ہوں بلکہ آپ ﷺ کے علاوہ باقی لوگوں کے حق میں متشابہات ہوں جیسا کہ ایک عبارت میں ہے جاز ان یكون النبی ﷺ مخصوصاً بالتعلیم بدون اذن البیان لغيره فیبقی غیر معلوم لغيره۔ (حاشیہ نور الانوار ص ۹۳) ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو خصوصی طور پر اس کی تعلیم دی گئی ہو اور کسی اور پر اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ ہو تو یہ آپ ﷺ کے علاوہ اوروں کیلئے غیر معلوم ہی باقی رہے گا۔

اسی طرح بعض اور عبارتیں بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقطعات ان حضرات کے نزدیک حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہیں ہیں تو اسی نظریہ کو اختیار کرتے ہوئے اگر مولانا شبیر احمد عثمانی نے ترجمہ قرآن کریم کے حاشیہ میں اور مولانا فخر الحسن صاحب نے تقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی میں اور بعض دیگر حضرات نے لکھ دیا ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں تو یہ ان کی تحقیق ہے اور اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ ان حضرات کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہیں ہیں ورنہ تو متشابہ کی تعریف ہی باقی نہیں رہتی۔

ابن قتیبہ..... محترم قادری صاحب نے امام ابن قتیبہ کی عبارت پیش کی ہے جس میں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام کو بھی متشابہات کا علم نہیں تھا تو پھر قرآن پر اعتراضات کا دروازہ کھل جائے گا (رسالہ مذکورہ ص ۵۸) اس قسم کے اعتراض کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے لیے مقطعات کا علم مان بھی لیں تو اعتراضات کا دروازہ تو تب بھی کھل جاتا ہے

اور کئی قسم کے اعتراضات ہو سکتے ہیں۔

یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم تو حضور علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ہدایت اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم واضح ہو، اگر حضور علیہ السلام کیلئے مفہوم واضح اور دوسروں کیلئے غیر واضح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم کا ایک حصہ حضور علیہ السلام کی ذات کے ساتھ مختص ہے حالانکہ ایسا نظریہ تو کسی کا نہیں ہے۔

پھر یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے **يَعْلَمُكُم** الكتاب اللہ تعالیٰ کا نبی تمہیں الکتاب یعنی پوری کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اگر حروف مقطعات کا علم آپ کا تھا اور اس کے باوجود آپ نے امت کو تعلیم نہیں دی تو یہ فرمان خداوندی نعوذ باللہ صادق نہیں رہتا۔

اور یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذمہ داری لگائی لتبين للناس ما نزل اليهم کہ جو لوگوں کی طرف اتارا گیا آپ اسکی وضاحت لوگوں کے سامنے کریں اور لوگوں کی طرف سارا قرآن اتارا گیا ہے، اگر متشابہات کا علم آپ ﷺ کو تھا تو اس کی وضاحت بھی آپ کے ذمہ تھی مگر آپ ﷺ نے تو امت کو اس کو کوئی تعلیم نہیں دی، اس قسم کے اور بھی اعتراضات ہو سکتے ہیں اس لیے مفتی قادری صاحب کو اعتراضات کا دروازہ کھلنے کا بہانہ بنا کر متقدمین احناف کے نظریہ سے اعراض نہیں کرنا چاہیے۔

جن لوگوں کا نظریہ، یہ ہے کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ان کے ہاں تو مسئلہ بالکل صاف ہے کہ قرآن کریم کی جن آیات کی تلاوت اور مفہوم دونوں کے لحاظ سے وضاحت آپ ﷺ کے ذمہ لگائی گئی، آپ ﷺ نے

اس کے مطابق اپنی ذمہ داری باحسن طریق نبھائی اور جن آیات یا کلمات کی صرف تلاوت کے لحاظ سے ذمہ داری لگائی گئی اور مفہوم کا علم نہ آپ کو دیا گیا اور نہ آپ امت کو مفہوم پہنچانے کے ذمہ دار تھے تو آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کو بھی مکمل طور پر ادا کیا، اس لیے حضور علیہ السلام کی شان اور نبوت کی ذمہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے مقتدین احناف کا نظریہ ہی رائج ہے۔

### احناف کا اعلان تسلیم

جناب مفتی قادری صاحب یہی عنوان قائم کر کے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے محکمت اور تشابہات کا حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری اور لازم ہے (ص ۶۱) مگر ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ خود حضرت قاضی صاحب نے فرمایا ہے کہ اکثر احناف کا مختار مذہب یہ ہے کہ تشابہات کو نہ جاننے میں حضور علیہ السلام اور باقی لوگ برابر ہیں۔

### خطاب بے فائدہ

مفتی قادری صاحب یہی عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا جائے کہ آپ تشابہات قرآنی کا علم نہیں رکھتے تو خطاب کا بے فائدہ ہونا لازم آئے گا (۶۲)

محترم قادری صاحب سے گزارش ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب قیامت تک آنے والے لوگ ہیں اور یہ ان کیلئے ہدایت ہے تو اگر آپ والے اعتراض کو تسلیم کر لیا جائے تو یہی اعتراض عام لوگوں کے حق میں بھی ہو سکتا ہے

کہ جب وہ قرآن کریم کے مخاطب ہیں تو ان کو تشابہات کا علم کیوں نہیں دیا گیا، اس سے تو خطاب بے فائدہ ہونا لازم آتا ہے، اس کا حل اس جواب کی روشنی میں حاصل کر لینا چاہیے جو منسوخ الحکم آیات پر اعتراض وارد ہوا اور حضرات فقہاء کرام نے اس کا جواب دیا، اعتراض یہ ہوا کہ جب آیات کا حکم منسوخ ہے تو پھر اس کی تلاوت کو کیوں باقی رکھا گیا یہ تو بے فائدہ ہے، اس کا جواب دیا گیا جیسا کہ امام سرحسی نے بھی جواب دیا ہے کہ قرآنی آیات کی تلاوت کے ساتھ دو حکم مقصودی ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اس کو پڑھ کر نماز کا جواز ہوتا ہے یعنی نماز میں ان کے پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے اور دوسرا حکم یہ ہوتا ہے کہ یہ نظم معجز ہے یعنی اس جیسا مخلوق میں سے کوئی نہیں لاسکتا اور حکم منسوخ ہو جانے کے بعد بھی یہ دونوں مقصودی حکم باقی رہتے ہیں، پھر آگے امام سرحسی نے منسوخ الحکم آیات کی تلاوت باقی رکھنے کی مثال ہی تشابہات سے دی اور فرمایا

الاتری ان المتشابه فی القرآن انما یثبت هذا ان الحکمان فقط۔  
 (اصول السرخسی ج ۲ ص ۸۰) کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قرآن کریم میں جو تشابہ ہیں وہ صرف ان ہی دو حکموں کو ثابت کرتے ہیں۔ جب تشابہ سے اور منسوخ الحکم آیات کی تلاوت باقی رکھنے سے مقصود جواز صلوة اور اعجاز نظم ثابت کرنا ہے تو تشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سونپ دینے کی صورت میں بھی یہ دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں اس لیے متقدمین احناف کا نظریہ ہی بہتر ہے تا کہ اعتراضات کے دروازے نہ کھلیں، جب تشابہ کے نزول کا مقصد جو امام سرحسی نے بیان کیا ہے وہ متقدمین احناف کے نظریہ کے مطابق بھی حاصل ہو جاتا ہے تو محترم قادری صاحب کو خطاب بے فائدہ کا کرم خوردہ سہارا لے کر

متقدمین احنافؒ کے خلاف امام قتیبہؒ کی عبارت کو دلیل میں پیش کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ (بفضلہ تعالیٰ ہم نے مفتی قادری صاحب کی پانچویں قسط کا جواب مکمل کر دیا ہے، آگے جب وہ کچھ اور لکھیں گے تو اس پر بحث کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں)

جواب کا تجزیہ





ہماری ان سات اقسام میں سے پانچویں قسط کے جواب میں محترم قارئین صاحب نے (قسط ۳) جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ احناف جب الا اللہ پر وقف مانتے ہیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشابہات کا علم نہیں رکھتے کیونکہ آیت کا معنی ہے اللہ کے سوا نہیں کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ امام سجاد وندی کے الفاظ المروی عن الصدر الاول سے زمانہ اول نہیں بلکہ صدر الشریعہ اول مراد ہے۔

۳۔ ہم نے دو چار علماء دیوبند کی بات کی تھی نہ کہ تمام کی۔

۴۔ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی شافعی ہیں لہذا ان کا حوالہ کارآمد نہیں۔

۵۔ شیخ زادہ حنفی نے امام بیضاوی کی گرفت کی ہے نہ کہ تائید اور انہوں نے بطور شارح گفتگو کی ہے نہ کہ مستقل۔

۶۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ”لکل کتاب سر“ کا مفہوم یہی ہے کہ تشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے رسول اللہ ﷺ انہیں نہیں جانتے۔

۷۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ حضور ﷺ تشابہات کا علم بذریعہ وحی رکھتے ہیں یا بذریعہ اجتہاد۔

۸۔ حضرت مجدد صاحب نے شوافع کا نقطہ نظر لکھا ہے نہ کہ احناف کا لہذا ان کا حوالہ مفید مقصود نہیں۔

۹۔ اگر تشابہات کا علم حضور ﷺ کے لیے مان بھی لیں تو قرآن پر

اعتراضات کا دروازہ پھر بھی کھلا ہے۔

۱۰۔ ہو سکتا ہے ان علماء دیوبند کے ہاں مقطعات، تشابہات میں سے نہ ہوں۔

## ہماری گزارشات

۱۔ سوال نمبر ۷ کا جواب قسط نمبر ۲ اور نمبر ۷ میں تفصیل کے ساتھ آ گیا ہے کہ آپ ﷺ تشابہات کا علم بذریعہ وحی رکھتے ہیں نہ کہ بذریعہ اجتہاد۔

سوال نمبر ۶ کے جواب میں ہم نے قسط نمبر ۵ میں بارہ حوالہ جات بشمول علماء دیوبند سے ثابت کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی کا معنی یہی ہے۔ تشابہات و مقطعات، اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں۔ مزید حوالہ جات ملاحظہ کر لیجے۔

## ۱۳۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تائید

حضرت شاہ عبدالعزیز حنفی محدث دہلوی

الم کے تحت ”مقطعات کا بیان“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

قول اول یہ ہے کہ یہ حروف اسرار محبت ہیں کہ دیگر سے پوشیدہ کر کے

اپنے پیغمبر حبیب ﷺ کو نشان دیدیا لکھتے ہیں۔

التخاطب بالحروف المفردة حروف مفروde کے ساتھ دوستوں کی

سنة الاحباب فان سر الحبيب آپس میں گفتگو کا طریقہ راجح ہے

مع الحبيب يجب ان لا يطلع  
 عليه الرقيب  
 کیونکہ لازم ہے کہ حبیب کے ساتھ  
 حبیب کے راز سے رقیب آگاہ نہ ہو۔  
 اور اس قول کی تائید ان اقوال سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے۔

لکل کتاب سروسر القران  
 اوائل السور  
 ہر کتاب میں راز ہیں اور قرآن کے  
 راز اوائل سور ہیں۔

اسی طرح حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔  
 لکل کتاب صفوة و صفوة هذا  
 الکتاب حروف التهجی  
 ہر کتاب کے کچھ منتخبات ہوتے  
 ہیں، قرآن کے منتخبات حروف تہجی  
 (تفسیر عزیز اردو جلد ۱، ۱۵۴) (مقطعات) ہیں۔

غور کیجئے حضرت شاہ صاحب نے کس قدر واضح انداز میں فرمایا ہے  
 صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے اقوال کا معنی یہی ہے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے  
 رسول ﷺ کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں۔  
 ۱۴۔ مفسر قرآن مولانا سید امیر علی ملیح آبادی (۱۳۳۷) مقطعات کی بحث  
 میں لکھتے ہیں۔

پس مختار یہی ہے کہ اس قسم مشتابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے  
 کوئی نہیں جانتا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
 ﷺ کے درمیان خاص حکمت اور اسرار ہیں جن کو ہمارے عقول نہیں  
 پہنچ سکتے۔ (مواہب الرحمن، ۱: ۴۶۱)

۱۵۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے ان اقوال صحابہؓ کے تحت جو کچھ لکھا ہے

وہ بھی ہماری ہی تائید کر رہا ہے کہ مقطعات کا معنی عام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے متعدد معانی ذکر کرتے ہوئے ان کے الفاظ ہیں۔

### حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے لکل کتاب سر یعنی ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی راز کی بات ہوتی ہے یعنی ہر کتاب کی ہر چیز واضح نہیں ہوتی بلکہ اس میں کوئی نہ کوئی چیز پوشیدہ ہوتی ہے۔ جو عام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں وسر القرآن اوائل السور یعنی قرآن پاک کے اسرار اس کی ابتداء میں حروف مقطعات ہیں۔

### حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ لکل کتاب صفوة یعنی ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی چھانٹی ہوئی یا منتخب بات ہوتی ہے اور قرآن کریم میں ایسی بات حروف تہجی الم وغیرہ ہیں جنہیں ہر آدمی کا سمجھنا ضروری نہیں۔

(معالم العرفان فی دروس القرآن، ۱-۳۶)

دونوں اقوال کی تشریح میں ان کے الفاظ ”جو عام انسان کو سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے“ جنہیں ہر آدمی کا سمجھنا ضروری نہیں“ نہایت ہی قابل توجہ اور اہم ہیں یعنی ہر آدمی انہیں نہیں سمجھ سکتا لیکن رسول اللہ ﷺ عام نہیں خاص بلکہ خاص الخاص سے بھی بڑھ کر ہیں لہذا وہ جانتے ہیں۔

۱۶۔ قسط نمبر ۷ میں مولانا اشرف علی تھانوی کے الفاظ آئے تھے وہ بھی اس طرح کے ہیں۔

”ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی شاید رسول

اللہ ﷺ کو بتلا دیا گیا ہو۔ (بیان القرآن، ۱-۲)

اس قدر حوالہ جات کے باوجود اگر کسی کا ذہن ماننے کے لیے تیار نہیں

تو ہم اسے کیا کہہ سکتے ہیں؟

## ۲۔ امام بیضاوی اور شیخ زادہ حنفی

ہم نے اس موقف پر شیخ زادہ حنفی کا حوالہ بھی دیا تھا کہ وہ بھی متشابہات و مقطعات کو اللہ و رسول کے درمیان راز مانتے ہوئے خلفاء راشدین کے اقوال کی یہی توجیہ کرتے ہیں۔ اس پر محترم قارن صاحب فرماتے ہیں کہ مفتی قادری صاحب نے ان کی پوری بات نقل کی نہیں اگر نقل کرتے تو واضح ہو جاتا وہ بیضاوی کی ایسی توجیہ پر گرفت کر رہے ہیں نہ کہ تائید، آئیے ان کے الفاظ میں ہم پر گرفت ملاحظہ کریں اس کے بعد کچھ گزارشات کرتے ہیں۔

”پھر امام بیضاوی کی عبارت کی تشریح امام شیخ زادہ حنفی سے نقل کی اور یہ ظاہر کیا کہ شیخ زادہ حنفی نے امام بیضاوی کی تائید کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ امام شیخ زادہ حنفی نے امام بیضاوی کے انداز تاویل پر گرفت کی ہے۔ امام بیضاوی تو شافعی المسلک ہیں اور متشابہات کے بارے میں احناف اور شوافع کا بنیادی اختلاف ہے حضرات صحابہ کرامؓ کے جو اقوال امام بیضاوی نے نقل کیے ہیں جن کا حوالہ محترم قادری صاحب نے بھی دیا ہے یہ اقوال چونکہ شوافع حضرات کے نظریہ کے خلاف تھے اس لیے امام بیضاویؒ نے ان کی تاویل کر کے اپنے ہم مسلک لوگوں کو اعتراض سے بچانا چاہا اور کہا کہ شاید ان حضرات کی مراد یہ ہو مگر امام شیخ زادہ حنفیؒ امام بیضاوی کے اس انداز پر یوں گرفت کرتے ہیں ”اول المصنف ماروی عن الخلفاء وغیرہم و صرفہ عن ظاہرہ حیث قال ولعلمہم ارادوا۔“ (شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۷۵ مطبوعہ استنبول) کہ مصنف نے خلفاءؓ اور دیگر حضرات سے جو روایت کی گئی ہے اس کی تاویل کی ہے اور اس کو اپنے ظاہر سے پھیر دیا اور کہا ”ولعلمہم ارادوا۔ کس قدر

واضح الفاظ سے امام شیخ زادہ حنفی نے امام بیضاوی پر گرفت کی ہے مگر محترم قادری صاحب نے اس کو درخور اعتنا ہی نہیں سمجھایا کسی مصلحت کی خاطر اس کو چھپانا ہی مناسب سمجھا۔ واللہ اعلم۔

امام شیخ زادہ حنفی نے فرمایا کہ امام بیضاوی "خلفاء راشدین" کے اقوال کی تاویل کر رہے ہیں اور تاویل بھی ان کے ظاہری مفہوم سے پھیر کر رہے ہیں امام شیخ زادہ حنفی کی عبارت واضح کر رہی ہے کہ خلفاء اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کے جو اقوال امام بیضاوی نے نقل کیے ہیں ان کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ ان حروف کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور امام بیضاوی ان اقوال کے ظاہری مفہوم سے پھیر کر ان کی تاویل کر رہے ہیں اور پھر محترم قادری صاحب نے شیخ زادہ کی عبادت پیش کی ہے اس میں انہوں نے اپنا نظریہ نہیں بلکہ شارح کی حیثیت سے امام بیضاوی کی عبارت کی تشریح کی ہے۔

محترم قادری صاحب پر تعجب ہے کہ امام شیخ زادہ حنفی کی جو بات اس بارہ میں نقل کرنے کے قابل تھی اس کو نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا اس میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے یا انہوں نے جان بوجھ کر مطلب برآری کیلئے ایسا انداز اختیار کیا ہے۔ یہ اللہ جانتا ہے یا وہ خود جانتے ہیں۔ (نصرة العلوم ص ۳۸، ۳۹)

اس اقتباس میں انہوں نے یہ باتیں کہی ہیں۔

۱۔ ہم نے کچھ عبارت کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ شیخ زادہ حنفی نے امام بیضاوی کے انداز تاویل کو قبول نہیں کیا۔

۳۔ بلکہ ان پر گرفت کی ہے۔

۴۔ ان کی گفتگو یہاں بطور شارح ہے نہ کہ مستقل۔

۵۔ ہمیں شیخ زادہ کی گفتگو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے یا مطلب برآری کے لیے جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے۔

### مکمل عبارت

پہلے ہم یہاں امام بیضاوی اور شیخ زادہ حنفی دونوں کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ نہایت ہی واضح انداز میں اشکار ہو جائے کہ ڈنڈی کون مارا ہے۔ امام بیضاوی (۶۸۵) نے حروف مقطعات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے۔

قیل انه سراساثر الله بعلمه  
وقد روى عن الخلفاء الاربعة  
وعن غيرهم من الصحابة  
ما يقرب منه ولعلمهم ارادوا انها  
اسرار بين الله تعالى ورسوله  
ورموز لم يقصد بها افهام غيره  
اذ يبعد الخطاب بما لا يفيد

کہ یہ ایسا راز ہیں جو اللہ کے ساتھ  
مخصوص ہے خلفاء اربعہ اور دیگر  
صحابہ سے بھی اس کی مثل منقول  
ہے۔ ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ  
یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان  
راز و رموز ہیں جن سے آپ ﷺ  
کے علاوہ کسی کا افہام مقصود نہیں  
(اس تاویل کی وجہ یہ ہے) کہ  
خطاب کا غیر مفید ہونا بعید ہے۔

اس کی شرح میں شیخ زادہ حنفی (۹۵۱) نے یہ لکھا۔

قوله (قیل ! انه سراساثر الله  
تعالى بعلمه) ذلك. واستبدبه  
قولهم: استاثر فلان بالشيء أى  
امام بیضاوی کے الفاظ ہیں وقیل  
انه سراساثر الله تعالى بعلمه  
”اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے لیے



استبدبه والاسم الاثره  
 بالتحريك. قوله (وقد روى  
 عن الخلفاء الأربعة وعن غيرهم  
 من الصحابة ما يقرب منه) روى  
 عن أبي بكر الصديق رضى الله  
 عنه انه قال: فى كل كتاب  
 سروسر الله تعالى فى القرآن  
 أوائل السور. وعن عثمان و  
 ابن مسعود رضى الله عنهما  
 انهما قالا الحروف المقطعة  
 من المکتوم الذى لا يفسر.  
 وعن على رضى الله عنه: فى  
 كل كتاب صفوة وصفوة هذا  
 الكتاب حروف الهجاء. وما  
 كان اكثر اهل العلم على ان  
 الراسخين فى العلم يعلمون

مخصوص فرمایا۔ جب کسی شئی کو اپنے  
 لیے کوئی مخصوص کر لے تو کہا جاتا  
 ہے۔ استأثر فلان بالشئ۔ اس  
 سے مصدر اثر آتا ہے۔ ان کا قول  
 ”وقد روى عن الخلفاء الأربعة  
 وعن غيرهم من الصحابة  
 ما يقرب منه“ سے یہ اقوال مراد  
 ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضى الله  
 عنه نے فرمایا ہر کتاب میں راز  
 ہوتے ہیں۔ اللہ کے راز قرآن میں  
 اوائل سور ہیں۔ حضرت عثمان اور  
 ابن مسعود رضى الله عنہما سے ہے  
 حروف مقطعات ایسے مخفی امور ہیں  
 جن کی تفسیر نہیں کی جا سکتی۔ سیدنا  
 علی رضى الله عنه کا فرمان ہے ہر  
 کتاب میں انتخاب ہوتا ہے۔ اس

کتاب کے انتخاب حروف مقطعات  
ہیں۔ جب اکثر اہل علم کی رائے یہ  
ہے کہ راسخین فی العلم متشابہات کو  
جانتے ہیں، علماء شوائع بھی انہی میں  
سے ہیں کیونکہ یہ بھی تاویل متشابہات  
کرتے ہیں اور یہ 'وما يعلم تاویلہ  
الا اللہ' پر وقف نہیں کرتے۔

اگر راسخین کا علم متشابہات میں کوئی  
حصہ نہ ہو اور وہ بھی صرف اتنا ہی  
کہیں "امناہ کل من عند ربنا"  
تو انہیں جہال پر فضیلت نہ ہوئی  
کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اور امام فخر الاسلام (حنفی) نے فرمایا  
متشابہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے رسول  
اللہ ﷺ یقیناً جانتے ہیں اور کوئی  
متشابہ اس سے مستثنیٰ نہیں قول صحابہ  
"اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم اپنے  
لیے مخصوص فرمایا ہے" کا معنی یہ ہے  
وہ اس میں یکتا ہے اور کوئی اسے

المتشابہ. ومنہم العلماء الشافعیة!  
فانہم ممن ذہب الی تاویل  
المتشابہات ولا یقف علی قولہ  
تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ

اور استدلال ان کا یہ ہے۔

قائلین انہ لو لم یکن انہ لو لم  
یکن للراسخین فی العلم حظ  
من علم المتشابہ الا ان یقولوا  
(امناہ کل من عند ربنا) لم  
یکن فضل علی الجہال لانہم  
جمیعاً یقولون ذلک. وقال  
فخر الاسلام لا شیء من  
المتشابہات الا والرسول ﷺ  
یعلمہ بتعلیم اللہ تعالیٰ ایاہ  
ذلک. ومعنی قول الصحابة  
استأثر اللہ تعالیٰ بعلمہ "المتشابہات  
ای استقل واستفرد بہ انہ لا

اللہ تعالیٰ کے سوا از خود نہیں جان سکتا ان کے قول کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ کوئی انسان بالکل جان ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ امکان ہے اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور وحی و الہام سے اس کی مخلوق میں سے بعض منتخب بندے نہیں جان سکتے ہیں جیسا کہ علم غیب کا معاملہ ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرما رکھا ہے باوجودیکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اس کے الہام و عطا سے جانتے ہیں اگر چہ ذاتی طور پر وہ نہیں جان سکتے (اس لیے) بیضاوی نے خلفاء اور دیگر صحابہ کے قول کے ظاہری معنی میں تاویل کرتے ہوئے کہا ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو الخ پھر انہوں نے اس سبب کی نشاندہی کی ہے جو متشابہات کی تاویل پر انہیں متوجہ اور مجبور کر رہا ہے کہ خطاب غیر مفید

بعلمها أحد بنفسه إلا الله لا انه لا يعلمها احد من البشر اصلاً لجواز أن يعلمها البعض ممن اصطفاه الله تعالى من خلقه يتعليمه والهامه اياه كما في الغيب فانه تعالى قد خص بعلمه مع ان الانبياء يعلمونه بالهامه تعالى وان لم يعلموه بأنفسهم اول المصنف ماروی عن الخلفاء غيرهم و صرفه عن ظاهره حيث قال "ولعلمهم أرادوا" الخ ثم بين السبب الذي حمل الداهبين الى تأويل المتشابهاات على ذلك فقال "اذيعد الخطاب بما لايفيد" فينبغي أن يكون معنى قولهم انها سر استأثر الله تعالى بعلمه انها رموز لم يقصد بها افهام غير الرسول ﷺ لا أنها لا يعلمها احد سوى الله تعالى

فان الخطاب بمثله بعيد فلا  
وجه لحملة كلامه على معنى  
مستلزم لذلك الخطاب  
البعيد

(شیخ زادہ، ۱ = ۱۲۲)

بعید ہوتا ہے لہذا صحابہ کے قول ”یہ  
ایسے راز ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
مخصوص ہیں“ کا مفہوم یہی ہوا کہ  
یہ ایسے راز ہیں جن سے مقصود غیر  
رسول کا افہام نہیں، اس کا یہ معنی  
نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ انہیں  
کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ایسا  
خطاب بعید از قیاس ہوتا ہے لہذا  
صحابہ کے قول کو ایسے معنی پر محمول  
کرنے کی کوئی وجہ و دلیل نہیں جو  
خطاب بعید کو مستلزم ہو۔

اس عبارت میں ان چند چیزوں پر توجہ کرنا نہایت ہی لازمی ہے

دیکھیے۔

۱۔ شیخ زادہ حنفی پہلے اکثر اہل علم خصوصاً شوافع کا موقف (وقف الا اللہ  
پر نہیں) دلیل کے ساتھ لائے۔

۲۔ اس کے بعد احناف کا موقف امام فخر الاسلام حنفی سے نہایت ہی کھلے  
الفاظ میں نقل کیا متشابہات میں سے کوئی ایسا متشابہ نہیں جس کا علم اللہ  
تعالیٰ کی تعلیم و وحی سے حضور ﷺ کو حاصل نہ ہو یعنی آپ ﷺ تمام  
متشابہات سے آگاہ ہیں۔

۳۔ چونکہ صحابہ کا قول بظاہر احناف کے خلاف تھا اس سے یہی معلوم ہو رہا

تھا کہ حضور ﷺ بھی نہیں جانتے شواہح کہہ سکتے تھے تمہارا موقف صحابہ کے مخالف ہے۔ لہذا شیخ زادہ حنفی نے خود اس قول کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا اس کا معنی یہی ہے۔

انہ لا يعلمها احد بنفسه الا الله  
کہ از خود انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا  
کوئی نہیں جان سکتا

پھر لکھا۔

اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ انہیں کوئی  
انسان جان ہی نہیں سکتا کیونکہ ممکن  
ہے اللہ تعالیٰ کی تعلیم والہام سے بعض  
منتخب بندے ان کو جان سکتے ہو۔

لا انه لا يعلمها احد من البشر  
اصلاً لجواز ان يعلمها البعض  
ممن اصطفاه الله تعالى من  
خلقه بتعليمه والهامه اياه.

۴۔ اس کے بعد اس پر قرآن مجید سے مسئلہ غیب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا  
وہاں بھی حقیقت یہی ہے۔ کہ غیب اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص  
فرمایا ہے یعنی اسے از خود کوئی نہیں جان سکتا البتہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے  
انبیاء و اولیاء جان سکتے ہیں ان کے الفاظ ہیں۔

كما في الغيب فانه تعالى قد  
خص بعلمه مع ان الانبياء  
والاولياء يعلمونه بالهامه تعالى  
وان لم يعلموه بانفسهم  
جیسا کہ غیب ہے، اللہ تعالیٰ نے  
اسے اپنے لیے مخصوص فرمایا  
باوجودیکہ حضرات انبیاء علیہم السلام  
اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے الہام  
سے اسے جان لیتے ہیں اگرچہ از  
خود نہیں جان سکتے۔

۵۔ پھر انہوں نے بیضاوی کی اسی مجبوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

اول المصنف ماروی عن الخلفاء مصنف نے خلفاء اور دیگر صحابہ کے  
وغیرہم و صرفہ عن ظاہرہ حیث قول کو ظاہر سے پھیر دیا اور اس کی  
قال ولعلہم ارادوا الخ تاویل کی۔

یعنی ان کے قول کا صحیح معنی سامنے لے آئے جیسا کہ ہم نے (شیخ  
زادہ) نے کہا تھا یہ تو تائید ہے نہ کہ گرفت۔

۶۔ اس کے بعد بیضاوی کی عبارت لاتے ہیں جس میں انہوں نے تاویل  
متشابہات کا سبب بیان کیا تھا کہ خطاب کا غیر مفید ہونا لازم آتا ہے جو  
بعید از عقل ہے اس کی تشریح بھی شیخ نے سابقہ گفتگو کی روشنی میں کی۔  
کہ اس کا یہ معنی ہو سکتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا یہی پہلے خود تحریر کیا ہے۔

یہ بھی امام بیضاوی کی تائید ہے نہ کہ گرفت ورنہ وہ کہہ دیتے کہ اس کا معنی ہے کہ  
یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یوں مخصوص ہیں کہ اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جان سکتا۔

فلا وجه لحمہ کلا مہم علی صحابہ کے اقوال کو ایسے معنی پر محمول  
معنی مستلزم لذلك الخطاب کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں جو  
البعید خطاب بعید کو مستلزم ہو۔

### فوائد عبارت

۱۔ بتائیے کیا خود پہلے شیخ زادہ حنفی نے صحابہ کے قول کی ظاہر سے تاویل  
نہیں کی؟

۲۔ کیا انہوں نے آیات غیب کو سامنے لاتے ہوئے احناف کے اس  
موقف کو واضح نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم و وحی سے رسول اللہ ﷺ

متشابہات اور غیب سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

۳۔ اگر بیضاوی پر گرفت ہے تو شیخ زادہ نے جو کچھ کہا وہ تمام سراپا خطا و

غلط اور جھوٹ قرار نہیں پائے گا؟

۴۔ بلکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہی تاویل تم کرو تو درست و صحیح اور اگر کوئی

شافعی (بیضاوی) کرے تو اس پر گرفت کی جائے یہ تو سراسر تضاد و

زیادتی ہوگی۔ اس قدر بے عقلی و بے وقوفی تو ہم جیسے لوگ بھی نہیں

کرتے چہ جائیکہ شیخ زادہ حنفی جیسا عالم اور مفسر قرآن؟

۵۔ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے علاوہ اسے کسی معنی پر محمول کیا ہی نہیں

جاسکتا تھا کیونکہ اس کے علاوہ معنی خطاب بعید کو مستلزم ہے اور وہ باطل

ہے۔ اور یہی معنی شیخ زادہ حنفی خود بھی کر چکے ہیں۔

۶۔ اس تمام گفتگو سے شیخ زادہ احناف کے اس موقف کو اشکار کرنا چاہ

رہے ہیں کہ وقف الا اللہ پر ہی ہے البتہ ”وما يعلم تاویلہ الا اللہ کا

معنی یہ ہے کہ وحی کے بغیر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وحی و الہام سے

رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں۔

اگر یہ فوائد درست ہیں تو تائید ہوگی نہ کہ گرفت باقی، گرفت قرار دینے

کی صورت میں خود شیخ زادہ گرفتار ہو جائیں گے ایسی صورت سے اللہ تعالیٰ ہر

ایک کو محفوظ رکھے۔

محترم قارئین صاحب اب اپنے ان الفاظ پر ضرور کیجئے۔

”مگر محترم قادری صاحب نے اس کو درخور اعتناء ہی نہیں سمجھایا کسی

مصلحت کی خاطر اس کو چھپانا ہی مناسب سمجھا واللہ اعلم۔“

(نصرة العوم ص ۳۸)

پھر آگے لکھا۔

محترم قادری صاحب پر تعجب ہے کہ امام شیخ زادہ حنفی کی جو بات اس بارہ میں نقل کرنے کے قابل تھی اس کو نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا یہ اللہ جانتا ہے یا وہ خود جانتے ہیں۔

(ص ۳۹)

اب تو تمام عبارت سامنے آچکی کوئی گوشہ مخفی ہے تو بتائیے؟ لیکن الحمد للہ ہمارا موقف واضح و اشکار ہوا نہ کہ آپ کا۔ اس کے بعد بھی آپ اسے گرفت ہی قرار دیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی سخت گرفت سے محفوظ رکھے۔

### ضمیر حضور کی طرف

تو شیخ زادہ حنفی نے ہرگز امام بیضاوی پر تنقید و گرفت نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنے موقف کو اس سے ثابت کر لیا البتہ امام شہاب الدین خفاجی (۱۰۶۹) نے کہا کہ امام بیضاوی شوافع کا موقف ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک نہایت ہی اہم بات لکھ دی ہے جو قابل توجہ ہے۔ فرماتے ہیں انوار التنزیل کے بعض نسخوں میں عبارت یوں ہے استأثره الله بعلمه۔ اوپر دیکھ لیجئے یہی الفاظ ہیں، پھر لکھتے ہیں۔

الضمیر للرسول ﷺ اکرمہ	یہ ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف
اللہ بعلمہ دون غیرہ وھذا	لوٹ رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے
القول ارتضاه کثیر من السلف	آپ کو ان کے علم سے نواز رکھا ہے



نہ کہ دوسروں کو، اس قول کو کثیر  
اسلاف اور محققین نے اختیار کیا ہے۔

والمحققین

(عناية القاضی، ۱=۲۷۶)

## ظاہر کی تاویل

آپ نے ظاہر کی تاویل سے قارئین کو خوف میں مبتلا کر دیا حالانکہ  
یہاں مجبوری ہو وہاں ظاہر کی تاویل لازم ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات اگر تاویل  
نہ کی جائے اور ظاہری الفاظ کو ہی اپنا لیا جائے تو کفر لازم آسکتا ہے۔  
امام فخر الدین رازی (۶۰۶) لکھتے ہیں۔

اہل تحقیق نے ارشاد الہی ”ولما  
یأتھم تاویلہ“ کے تحت لکھا کہ یہ  
ارشاد مبارک واضح کر رہا ہے جو شخص  
تاویلات کا علم نہیں رکھتا وہ کفر و  
بدعت میں گر جائے گا اس لیے کہ  
نصوص بعض اوقات آپس میں  
متخالف ہوتے ہیں تو اگر آدمی ان کی  
تاویل سے آگاہ نہ ہوگا تو اس کے  
دل میں جائے گا یہ کتاب حق نہیں  
لیکن جب وجہ تاویل جانتا ہوگا تو  
ان نصوص میں موافقت ہو جائے گی  
تو اس طرح معاملہ نور علی نور ہو  
جائے گا اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے

قال اهل التحقيق قوله تعالى  
(ولما يأتهم تاويله) يدل على  
من كان غير عارف بالتاويلات  
وقع في الكفر و البدعة لان  
ظواهر النصوص. قد يوجد  
فيها ما تكون متعارضة فاذا لم  
يعرف الانسان وجه الثاويل  
فوقع في قلبه ان هذا الكتاب  
ليس بحق اما اذا عرف وجه  
الثاويل طبق التنزيل على  
الثاويل فيصير ذلك نورا على  
نور يهدى الله لنوره من يشاء  
(مفتاح الغيب، جز ۱، ۲۵۶)

اپنے نور کی جسے چاہے

تو یہاں اگر تاویل نہ کی جائے تو قرآنی خطاب کا بے فائدہ ہونا لازم آتا ہے لہذا اقوال صحابہ کی ظاہر سے تاویل لازمی تھی جو ان دونوں بزرگوں نے کی۔

بحیثیت شارح گفتگو نہیں بلکہ مستقل

آپ نے یہ بھی لکھا ہے شیخ زادہ حنفی نے یہاں بطور شارح گفتگو کی ہے، آپ کے الفاظ ہیں۔

اس میں انہوں نے اپنا نظریہ نہیں بلکہ شارح کی حیثیت سے امام بیضاوی کی عبارت کی تشریح کی ہے۔  
(نصرة العلوم، ۳۹)

پیچھے چونکہ تمام عبارت سامنے لائی جا چکی ہے لہذا اس سلسلہ میں دو باتیں عرض کیے دیتے ہیں۔

۱- کیا اس عبارت سے ہمارے موقف کی تائید نہیں ہو رہی؟ اقوال صحابہ کا معنی یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں اور یہی مطلوب تھا۔ خواہ انہوں نے بطور شارح لکھا یا مستقل۔

۲- اگر امام بیضاوی کی یہ تاویل ان کے ہاں درست نہ تھی تو کیا محض اس کی تشریح کر کے گزر جانا ان کے شایان شان ہے انہوں نے تنقید کیوں نہ کی؟

۳- بلکہ ان کی تائید کرتے ہوئے کہا اور معنی و تاویل ہو ہی نہیں سکتی۔

۴- پھر ان کی عبارت قال فخر الاسلام سے لے کر وان لم يعلموہ

بانفسہم “ تک کس کی شرح ہے؟ کیا یہ اپنے نظریہ (موقف  
احناف) کا مستقل بیان و تذکرہ نہیں۔

۵۔ کیا یہ سابقہ مستقل عبارت اس پر قرینہ نہیں کہ شیخ زادہ حضور ﷺ کے  
معاملہ میں بیضاوی کے ساتھ ہیں۔

### امام خفاجی کا رد

چونکہ ساری تفصیل سامنے آچکی ہے تو اب ایک اور حقیقت کو بھی یہاں  
اشکار کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ امام بیضاوی کے ان الفاظ پر توجہ کیجئے صحابہ  
کے اقوال کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولعلم ارادوا انها اسرار بین  
الله ورسوله ورموزلم يقصد  
بها افهام غیرہ اذی بعد الخطاب  
بما لا یفید  
ان کی مراد یہ ہے کہ مقطعات اللہ  
تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ  
کے درمیان ایسے راز و رموز ہیں جن  
سے غیر رسول کا افہام مقصود ہی نہیں  
کیونکہ خطاب غیر مفید ہے۔

(انوار التنزیل، تحت الم)

یہاں ان کے الفاظ

لم يقصد بها افهام غیرہ  
ان سے غیر رسول کا افہام مقصود ہی  
نہیں۔

کس قدر کھلے الفاظ میں امام قاضی بیضاوی نے کہا کہ ان سے صرف  
رسول اللہ ﷺ کا افہام ہی مقصود ہے۔ اور کسی کا نہیں یعنی انہیں فقط حضور ﷺ  
جانتے ہیں دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے یہاں ہرگز یہ نہیں کہا کہ راسخین فی

العلم بھی نہیں جانتے ہیں بلکہ اس کی تردید کرتے ہوئے کہا فقط رسول اللہ ﷺ ہی جانتے ہیں۔

بنظر انصاف بتائیے یہ کس کا موقف ہے شوافع کا یا احناف کا؟ یہ احناف کا ہی موقف ہے۔ چونکہ شیخ زادہ حنفی اس حقیقت کو پا گئے تھے لہذا انہوں نے گرفت کے بجائے اسے اپنی تائید کے طور پر لیا۔ امام احمد حنبلہ کا ذہن اس طرف متوجہ نہ ہو سکا تو انہیں شوافع کی تائید بنا دیا، اس وجہ سے اہل علم نے علامہ حنبلہ پر ان الفاظ میں گرفت کی۔

رحم الله العلامة تكلم على  
ما في ذهنه من الخلاف ولم  
ينظر الى كلام القاضي مصرح  
بقصر العلم على النبي ﷺ  
ومصرح انه لم يقصد منها  
افهام غيره فاي اساس لهذا  
بمذهب المسوغين للراسخين  
بل هو قطعاً بيان المذهب  
الاول كما لا يخفى

اللہ تعالیٰ علامہ حنبلہ پر رحم فرمائے  
ان کے ذہن میں جو اختلاف تھا  
اس کے مطابق انہوں نے گفتگو کر  
دی وہ قاضی کی اس تصریح کی طرف  
متوجہ نہ ہو پائے کہ ان کا علم صرف  
رسول اللہ ﷺ کو ہی ہے اور اس  
تصریح کی طرف کہ ان سے غیر  
رسول کا افہام مقصود ہی نہیں اس  
میں راسخین کے لیے علم متشابہات  
ماننے والوں کی تائید کہاں ہے؟ بلکہ  
یہ تو قطعاً مذہب اول کا بیان ہے۔

مستقل ہونے پر ایک تائید

امام شیخ زادہ حنفی کی گفتگو کے بارے میں پیچھے آیا کہ ان کی عبارت

”قال فخر الاسلام سے لے کر وان لم يعلموه بانفسهم“ تک شرح نہیں بلکہ مستقل ہے اور اس میں انہوں نے احناف کا ہی موقف ذکر کیا ہے، اس پر یوں بھی تائید موجود ہے کہ احناف نے ان کی اسی عبارت کو متعدد مقامات پر من وعن نقل کر کے اپنا موقف اشکار کیا ہے مثلاً شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی نے حاشیہ مدارک التنزیل میں موقف احناف پر یہی عبارت نقل کر دی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد (۷۱۰) نے مقطعات کے بارے میں ایک موقف

یوں بیان کیا۔

انها من المتشابهات الذی لا يعلم تاويله الا الله.  
یہ متشابہات ہیں ان کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے تحت شیخ حقانی لکھتے ہیں۔

قال فخر الاسلام لا شیء من المتشابهات الا والرسول ﷺ يعلمه بتعليم الله تعالى اياه ذلك ومن قول الصحابة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين استأثر الله تعالى بعلمه المتشابهات انه لا يعلمها احد بنفسه الا الله لا انه لا يعلمها احد من البشر اصلاً لجواز ان يعلمها البعض ممن اصطفاه الله

امام فخر الاسلام حنفی نے فرمایا ہر متشابہ کو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں اور اس سے کوئی متشابہ خارج نہیں قول صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ”اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم اپنے لیے مخصوص فرمایا ہے“ کا معنی یہ ہے کہ انہیں از خود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے قول کا یہ معنی ہرگز نہیں کوئی انہیں جان ہی نہیں سکتا کیونکہ ممکن

تعالیٰ من خلقه بتعلیمہ والہام  
ایاہ کما فی الغیب فانہ تعالیٰ  
قد خص بعلمہ مع ان الانبیاء  
والاولیاء یعلمونہ بالہامہ تعالیٰ  
وان لم یعلموہ بانفسہم۔

(الاکلیل، ۱=۲۸)

ہے اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور وحی والہام  
سے اس کے بعض منتخب بندے  
انہیں جان لیں جیسا کہ غیب کا  
معاملہ ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے  
اپنے ساتھ مخصوص فرما رکھا ہے۔  
باوجودیکہ حضرات انبیاء علیہم السلام  
اور اولیاء کرام اس کے الہام و عطا  
سے جانتے ہیں اگرچہ ذاتی طور پر  
وہ اسے نہیں جان سکتے۔

یہ بعینہ عبارت شیخ زادہ حنفی کی ہے اگر یہ عبارت بطور شارح ہی تھی اور  
ان کا یہ نظریہ مستقل نہ تھا تو کم از کم احناف تو ان کا رد کرتے نہ کہ اس کے  
ذریعے اپنے موقف کو اشکار کرتے۔

نوٹ: اس سے شیخ حقانی کا یہ موقف بھی سامنے آ رہا ہے کہ وہ ساری  
امت کی طرح اقوال صحابہ، لکل کتاب سر و سر القرآن اوائل السور  
کا مفہوم یہی مانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز کا  
درجہ رکھتے ہیں۔

### ۳۔ الا اللہ پر وقف اور احناف

محترم قارئین صاحب لکھتے ہیں کہ جب احناف نے وقف ”الا اللہ“ پر  
مان لیا ہے تو پھر ماننا پڑے گا تشابہات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لہذا

رسول اللہ ﷺ بھی انہیں نہیں جانتے۔

یہاں تک الا اللہ پر وقف کا معاملہ ہے ہم نے پہلی قسط میں ہی واضح کر دیا تھا کہ احناف کا ہی نہیں بلکہ اکثریت کا یہی موقف ہے، امام فخر الدین رازی شافعی (۶۰۶) کی یہ تحقیق نقل کر دی تھی۔

وهو المختار عندنا ہمارے نزدیک بھی یہی مختار ہے  
لیکن یہ موقف رکھنے والوں میں سے کسی نے بھی اس وقف کو حضور ﷺ کے عدم علم پر دلیل نہیں بنایا اگر کسی نے بنایا ہے تو سامنے لائیں۔ بلکہ جب بھی ”والراسخون فی العلم“ پر وقف کرنے والوں نے کہا کہ (احناف) تمہارے موقف پر تو لازم آ رہا ہے کہ متشابہات کا علم حضور ﷺ کو بھی نہ ہو حالانکہ ان الرسول ﷺ يعلم المتشابہ تم آپ ﷺ کے لیے ان کا علم عند کم مانتے ہو

تو جواباً احناف نے یہی کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے ہم بھی دیگر دلائل کی بنا پر تمہارے ساتھ ہیں البتہ راسخین کے بارے میں ہم نہیں مانتے اس پر ہر طبقہ سے متعدد حوالہ جات سابقہ اقساط میں آچکے ہیں۔

### تمام احناف کا جواب

تمام احناف کی کتب شاہد ہیں جب ان پر یہ اعتراض ہوا تو انہوں نے باقاعدہ اس کا یہی جواب دیا چند تصریحات یہاں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) نے جو گفتگو کی ہم اسے یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔

سوال۔ اگر وقف اسم جلال پر ہے جیسا کہ سلف نے کہا تو

هو يقتضى ان لا يعلمه الرسول  
كغيره من العباد  
اس کا تقاضا یہی ہے کہ رسول اللہ  
ﷺ کو بھی دوسروں کی طرح متشابہ  
کا علم نہ ہو

اور اگر وقف ”الراسخون فى العلم“ پر ہے تو لازم آئے گا۔  
لا يكون الرسول مخصوصاً  
بعلمه  
ان متشابہات کا علم آپ ﷺ کے  
ساتھ مخصوص نہ رہے۔

جواب۔ ہم وقف الا اللہ پر ہی مانتے ہیں لیکن آیت کا مفہوم یہ ہے۔  
وما يعلم احد تاويله بدون  
تعليم الله  
اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر ان کا معنی  
وتاویل کوئی نہیں جان سکتا۔

دوسری آیت مبارکہ سے تائید

پھر اس پر ایک اور آیت مبارکہ سے تائید لائے جیسا کہ ارشاد باری  
تعالیٰ ہے۔

قل لا يعلم من فى السموات  
والارض الغيب الا الله  
فرما دو نہیں جانتا آسمانوں وزمین کا  
غیب مگر اللہ  
(سورة النحل، ۲۵)

اس کا مفہوم یہ ہے۔

لا يعلم بدون تعليم الله الا الله  
غیب اللہ کی تعلیم کے بغیر، اللہ تعالیٰ  
کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو یہاں الا بمعنی غیر ہے جب صورت حال یہ ہوئی۔



جَزَّازَانِ يَكُونُ الرَّسُولُ مَخْصُوصاً  
بِالتَّعْلِيمِ بَدُونَ اِذْنِ بِالْبَيَانِ لَغَيْرِهِ  
فِي بَقِيٍّ غَيْرِ مَعْلُومٍ فِي حَقِّ غَيْرِهِ  
تُو رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَا تَعْلِيْمِ كَيْ لِيْ  
مَخْصُوصٌ هُوْنَا مُمْكِنٌ هِيَ مَكْرُوْدُوْسَرُوْ  
كَيْ لِيْ بِيَانِ كِي اِجَازَتِ نَهْ هُوْ تُو  
اِسْ كَيْ حَقِّ مِيْ يِهْ غَيْرِ مَعْلُومٌ هِيَ۔

یہاں تو حصر ہے

اِسْ پَرِ دُوْسَرَا اِعْتِرَاَضِ اُثْهَیَا كَهْ اَیْتِ مِيْ حَصْرِ تْهَا كَهْ مَتْشَابِهَاتِ كُو صَرْفِ  
اللّٰهُ تَعَالٰی هِيَ جَانْتَا هِيَ۔

اِذَا صَارَ الرَّسُولُ ﷺ عَالِماً  
بِالْمَتْشَابِهَاتِ النَّازِلَةِ قَبْلَ نَزْوِ  
هَذِهِ الْاَيَةِ بِالتَّعْلِيمِ لَا يَسْتَقِيمُ  
الْحَصْرُ  
اِكْرُرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُو تَعْلِيْمِ الْاِلهِيْ سِيْ  
اِسْ اَیْتِ كَيْ نَزْوِ سِيْ پَهْلِيْ اِنْ كَا  
عِلْمٌ حَاصلٌ هُوْ كِيَا تْهَا تُو پْهَرِ اَیْتِ مِيْ  
حَصْرٌ كِهَاں رِهَا۔

پْهَرِ مَنَاسِبِ يِهِيْ تْهَا كَهْ اِسْمِ جَلَالَتِ كَيْ سَا تْهَ لَفْظِ رَسُوْلِ كَا بْهِيْ يُوْ  
اِضَا فِهْ هُوْتَا۔

وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ  
اِنْ كِي تَاوِيْلِ وَرَسُوْلِ هِيَ جَانْتَا هِيَ

جواب اول

اِسْ كَا جَوَابِ دِيْتِيْ هُوْئِيْ رَقْمَطْرَا زِ هِيَ۔

يَجُوزُ اِنِ يَكُوْنَ التَّعْلِيْمُ حَاصلًا  
بَعْدَ نَزْوِ هَذِهِ الْاَيَةِ فَلَا يَكُوْنَ  
الرَّسُوْلُ عَالِماً بِالْمَتْشَابِهَاتِ  
قَبْلَ نَزْوِ  
مُمْكِنٌ هِيَ اِسْ اَیْتِ كَيْ نَزْوِ كَيْ  
بَعْدِ تَعْلِيْمِ حَاصلٌ هُوْئِيْ تُو اِسْ سِيْ  
پَهْلِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَتْشَابِهٌ كَا عِلْمٌ نَهْ  
رَكْهْتِيْ هُوْ۔

لہذا آیت مبارکہ میں حصر درست و قائم ہے۔

## جواب ثانی

آیت غیب کی طرح ہی اس آیت کی تاویل ہوگی جس طرح وہاں غیر کے لیے تعلیم غیب کے باوجود حصر باقی رہتا ہے اس طرح زیر بحث آیت میں بھی غیر کو تعلیم کے باوجود حصر باقی ہی رہے گا، ان کے الفاظ ہیں۔

ان الایة دلت علی حصر العلم  
 علی اللہ عزوجل وعلا وعلمہ  
 اللہ بالتاویل الذی ذکر الاتری  
 ان تلک الایة توجب حصر  
 علم الغیب علی اللہ تعالیٰ ثم  
 لا یمتنع ان یعلمہ غیر اللہ  
 یتعلیمہ کما قال تعالیٰ عالم  
 الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا  
 الا من ارتضیٰ من رسول  
 (کشف الاسرار۔ ۹۱، ۹۳)

آیت مبارکہ نشاندہی کر رہی ہے کہ  
 اللہ عزوجل ہی ان کا علم رکھتا ہے  
 اور جسے وہ ان کی تاویل سے آگاہ  
 فرما دے کیا تم جانتے نہیں آیت  
 غیب میں غیب کا حصر اللہ تعالیٰ کے  
 ساتھ ہے پھر اس میں کوئی ممانعت  
 نہیں کہ اللہ کا غیر، اس کی تعلیم سے  
 اسے حاصل کر لے جیسا کہ ارشاد  
 الہی ہے عالم الغیب فلا یظہر  
 علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ  
 من رسول۔

۲۔ انہی کے حوالہ سے یہ تمام گفتگو امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) نے بھی  
 نقل کی ہے۔ (التقریر شرح التحریر، ۱، ۲۱۴)

۳۔ محشی المنار شیخ یحییٰ رہاوی نے اس سوال کے جواب میں لکھا وقف الا

اللہ پر ہی ہے لیکن۔

معناه انه لا يعلمه احد الا الله  
 بنفسه لا انه لا يعلمه احد اصلاً  
 لجواز ان يعلمه بالهام الحق  
 (حاشیۃ المنار، ۳۶۸)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ از خود اللہ  
 تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ معنی  
 نہیں کہ اسے کوئی جان ہی نہیں سکتا  
 کیونکہ اللہ کے الہام کے ذریعہ  
 اسے جانا جا سکتا ہے۔

۴۔ یہی معنی انہی الفاظ میں شیخ زادہ حنفی نے بھی کیا، پیچھے ان کی عبارت  
 میں یہ الفاظ ملاحظہ کریں۔

انه لا يعلمها احد بنفسه الا الله  
 لا انه لا يعلمها احد من البشر  
 اصلاً لجواز ان يعلمها البعض  
 بتعليمه (شیخ زادہ، ۱=۱۲۲)

اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں از خود کوئی نہیں  
 جانتا یہ نہیں کہ کوئی انسان انہیں جان  
 ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم  
 سے بعض جان سکتے ہیں۔

۵۔ مولانا عبدالحلیم لکھنوی (۱۳۸۷) نے نہایت ہی واضح لکھا، وقف الا اللہ  
 پر ہی ضروری ہے اب اعتراض وارد ہوگا۔

يلزم على هذا ان لا يكون  
 الرسول عليه السلام عالماً  
 بالمتشابهات

اس سے لازم آ رہا ہے کہ رسول اللہ  
 ﷺ بھی متشابہات کے عالم نہ  
 ہوں۔

حالانکہ آپ ﷺ ان کے عالم ہیں، اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

ان المعنى (وما يعلم تاويله)  
 بدون الوحي (الا الله) فالنبي

(وما يعلم تاويله) کا مفہوم یہ  
 ہے کہ وحی کے بغیر انہیں اللہ تعالیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کان عالماً بتاویلہ یا لوحی ہی جانتا ہے تو نبی علیہ السلام بذریعہ وحی  
لا غیرہ جانتے ہیں البتہ ان کے علاوہ دوسرا  
کوئی نہیں جانتا۔

## امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ کا مختار

جن دو ائمہ امام فخر الاسلام اور امام شمس الائمہ کا حوالہ امت دے رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔ وہ بھی ”الا اللہ“ پر ہی وقت مانتے ہیں نہ کہ راسخون فی العلم پر، امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) لکھتے ہیں متشابہ کے بارے میں ہم یہ عقیدہ رکھیں گے اس سے جو مراد ہے وہی حق ہے۔

وہو مذهب عامة الصحابة  
والتابعين وعامة المتقدمين اهل  
السنة من اصحابنا واصحاب  
الشافعي وهو مختار القاضي  
الامام ابوزيد وفخر الاسلام  
وشمس الائمة وجماعة من  
المتأخرين رحمهم الله فعلى  
هذا وجب الوقف على قوله  
الا الله پر ہی وقف لازم ہے۔

یہی اکثر صحابہ، تابعین، اکثر اہلسنت  
متقدمین احناف اور شوافع کا موقف  
ہے اور یہی قاضی امام ابوزید، فخر  
الاسلام، شمس الائمہ اور جماعت  
متاخرین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مختار ہے  
اس مذہب کے مطابق فرمان الہی  
”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ میں

تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ

(غایۃ التحقیق شرح حسامی، ۲۷)

شرح اصول بزدوی میں لکھتے ہیں، الا اللہ پر وقف

کما هو مختار السلف والشيخين سلف اور امام فخر الاسلام اور شمس  
(کشف الاسرار، ۳: ۳۹۰) الائمه کا بھی مختار ہے۔

احناف تو بار بار کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مختار الا اللہ پر ہی وقف ہے مگر  
ہم رسول اللہ ﷺ کے علمِ متشابہات کا انکار نہیں کرتے ورنہ قرآنی مخاطب کا  
بطلان لازم آئے گا جو کسی صورت قبول نہیں۔

احناف کی اس گفتگو سے نہایت ہی اشکار ہو جاتا ہے کہ ان کی طرف  
سے ”الا اللہ“ پر وقف کو حضور ﷺ کے متشابہات و مقطعات کے عدمِ علم کی دلیل  
بنانا سراسر زیادتی ہے اور یہ ان کا ہرگز موقف نہیں۔

### اکابرین دیوبند کے حوالہ جات

اسی موقف (الا اللہ پر وقف) کو لازم و تسلیم کرتے ہوئے تمام اکابرین  
دیوبند نے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تاویل متشابہات سے آگاہ ہیں اور  
انہوں نے مذکور اہل علم کی طرح وارد شدہ اعتراضات کا جواب بھی لکھا چند  
تصریحات ملاحظہ فرمائیے جو فقط اسی معاملہ سے متعلق ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالحفیظ دیوبندی ”متشابہات حضور ﷺ پر اشکار ہیں“ پر  
گفتگو کرتے ہوئے یہی اعتراض اٹھا کر جواب دیتے ہیں۔

اعتراض۔ جب مراد صرف اللہ کو معلوم ہے تو سوال یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو  
بھی ان کی مراد معلوم تھی یا نہیں لفظ اللہ پر وقف کے وجوب کا مطلب بہر حال  
یہی ہے کہ اس کی مراد صرف اللہ کو معلوم ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی  
مراد معلوم نہیں حالانکہ یہ سابقہ بیان کے خلاف ہے جبکہ سابق میں گزر چکا ہے کہ

متشابہات کی مراد جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھی ورنہ مخاطب سے کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔

جواب۔ باری تعالیٰ کا فرمان ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ کے معنی ہیں۔

وما یعلم تاویلہ بدون الوحی الا  
یعنی متشابہات کی مراد وحی کے بغیر  
اللہ  
خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور حضور کو وحی کے ذریعے ان کی مراد معلوم تھی اس تاویل کے بعد اللہ کا استثناء بھی درست ہوگا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کا مراد سے واقف ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔  
(اشرف الانوار، ۲ = ۱۴۸)

۲۔ مولانا جمیل احمد سکروڈوی (استاذ الحدیث دیوبند) نے بھی یہی گفتگو کی ہے۔  
اعتراض۔ لیکن یہ اعتراض واقع ہوگا کہ متشابہات رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم نہ ہو اس لیے کہ الا اللہ پر وقف واجب ہونے کی صورت میں متشابہات کی مراد کا معلوم ہونا اللہ کے ساتھ خاص ہوگا اور یہ اس کا تقاضا کرتا ہے کہ متشابہات کی مراد اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہو رسول اللہ ﷺ کو اور نہ راسخین فی العلم کو حالانکہ یہ سابقہ بیان کے خلاف ہے کیونکہ سابق میں گزر چکا ہے کہ متشابہات کی مراد رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھی ورنہ مخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے قول ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ“ کے معنی ہیں۔ وما یعلم تاویلہ بدون الوحی الا اللہ۔ یعنی متشابہ کو بغیر وحی کے سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

اور رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے متشابہ کی مراد معلوم تھی پس اس صورت کے اندر آیت میں اللہ کا استثناء بھی درست ہوگا اور رسول اکرم ﷺ

کا متشابہ کی مراد سے واقف ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔

(قوت الاخیار، ۲=۵۰)

۳۔ انہوں نے شرح حسامی میں اس معاملہ پر یوں لکھا، اس کا جواب یہ ہے۔  
کہ وقف الا اللہ پر ہے اور نزول۔ آیت سے پہلے متشابہات کا علم  
صرف اللہ کو تھا لیکن نزول آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی تعلیم  
دیدی گئی اور آپ بھی متشابہات کی مراد سے واقف ہوئے اور جب ایسا ہے تو الا  
اللہ پر وقف کرنے کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی متشابہات  
کی مراد سے واقف تھے۔ (شرح حسامی)

۴۔ مولانا سید فخر الحسن (صدر المدرسین دیوبند) نے امام رازی کا ایک  
اعتراض نقل کیا۔

اگر اللہ پر وقف کر دیا جائے اور الراسخون فی العلم کا اللہ پر عطف نہ کیا  
جائے جب بھی متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آپ زیادہ  
سے زیادہ کہیں گے کہ متشابہات کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر منحصر کر لیا ہے۔  
اس کا ہمارے احناف کے پاس جواب یہ ہے۔

کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم بالا صالت دوم بالتبع اور اللہ تعالیٰ نے  
اپنے اوپر علم بالا صالت کو منحصر کیا ہے علم بالتبع کو نہیں لہذا ہو سکتا ہے۔ کہ بندوں  
کو بالتبع متشابہات کا علم ہو جیسے کہ ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے علم غیب کو اپنے  
اوپر منحصر کیا ہے تو کیا کسی دوسرے کو علم نہیں ہاں دوسروں کو بھی علم غیب ہے مگر  
بالتبع اور اللہ تعالیٰ کو بالذات ہے لہذا اللہ پر وقف کر کے بھی متشابہات کا غیر  
معلوم المراد ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ (التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی = ۱۷۹)

## متشابہ کی تعریف و تفصیل

اس طرح علماء احناف نے جب متشابہ کی تعریف و تفصیل بیان کی تو وہاں بھی واضح طور پر لکھ دیا کہ متشابہات نہ جاننا امت کا معاملہ ہے حبیب خدا ﷺ ان سے آگاہ ہیں ورنہ خطاب کا مہمل ہونا لازم آجائے گا جو سراسر باطل ہے پیچھے قسط اول میں تفصیلی حوالہ جات ملاحظہ کیجئے کچھ نہ کچھ یہاں بھی ذکر کیے دیتے ہیں۔

### امام اعظم کا موقف

۱۔ مولانا حسین احمد پردواری مدرس دیوبند شرح اصول شاشی میں متشابہ کی وضاحت کرتے ہوئے بطور فائدہ رقمطراز ہیں۔

متشابہ کے بارے میں امام صاحب کے نزدیک حق یہ ہے کہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بھی جانتے ہیں اور محمد ﷺ بھی جانتے ہیں ورنہ حضور ﷺ کے لیے اس کا خطاب کرنا مہمل ہو جائے گا اور علماء راہنہ فی العلم اس کی مراد کو نہیں جانتے ہیں۔  
(نجوم الحواشی، ۱۶۹)

۲۔ مولانا سید انظر شاہ مسعودی (بن مولانا انور شاہ کشمیری) تقریرات بیضاوی میں رقمطراز ہیں۔

نیز یہ ملحوظ رہے کہ آنحضور ﷺ مراد متشابہات پر مطلع تھے ورنہ قرآن مجید کے متشابہات کو کلام مہمل قرار دینا پڑے گا۔ (والعیاذ باللہ)

(تقریر شاہی بر تفسیر بیضاوی، ۲۹)

۳۔ مولانا عبدالغفار دیوبندی متشابہ کی بحث میں لکھتے ہیں۔



امت کی قید اس لیے ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کلام کی مراد کا علم ہونا ضروری ہے اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ متشابہ اللہ ورسول کے درمیان ایک راز ہوتا ہے اور یہ راز امت کے لیے آخرت میں کھلے گا۔

(صفوۃ الحواشی، ۱۶۷)

کیا یہ تمام اہل علم ”الا اللہ“ پر وقف سے آگاہ نہیں؟ یقیناً آگاہ ہیں لیکن وہ احناف کے اس موقف سے بھی آگاہ ہیں لہذا انہوں نے اس وقف کو مانتے ہوئے وہ ہی بات کہی جو احناف کہتے چلے آ رہے ہیں۔

آپ ان تمام سے سوال کر سکتے ہیں کہ متشابہ کی تعریف کہاں گئی؟ کیا تمہیں اس کا ذہول تو نہیں ہو گیا اگر ان کا جواب ہم پر اشکار ہے تو پھر ضد کیسی؟

### متشابہات کا علم بذریعہ وحی

یہ تمام حوالہ جات اس حقیقت کو بھی اشکار کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو متشابہات و مقطعات کا علم بذریعہ وحی حاصل تھا نہ کہ بذریعہ اجتہاد، اگرچہ آپ ﷺ کا اجتہاد بھی ظنی نہیں بلکہ قطعی و یقینی ہی ہوتا ہے مزید حوالہ جات پیچھے گزر چکے ہیں۔

### اہم نوٹ

اگر ہم تسلیم کر لیں کہ متقدمین احناف ”الا اللہ“ پر وقف کی بنا پر حضور ﷺ کے علم متشابہات کے منکر و مخالف تھے اور یہی ان کا مختار تھا جیسا کہ محترم قارن صاحب کہہ رہے ہیں تو یہ کہنا بالکل درست ہونا چاہیے کہ متاخرین احناف نے اپنے ہی متقدمین کے دلائل کا جنازہ نکال دیا۔ پھر آخر کوئی حنفی تو ہوتا جو یہ کہتا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ عقیدہ و دلیل تمہارے متقدمین احناف کی ہی ہے

لیکن ایسا دکھائی نہیں دیتا ہاں جو بھی آیا اس نے کھلے الفاظ میں الا اللہ پر وقف بھی مانا اور رسول اللہ ﷺ کے علم متشابہات کو بھی تسلیم کیا بلکہ اسے ہی حق و صواب قرار دیتے ہوئے وارد شدہ اعتراضات کا جواب بھی دیا۔ بقول محترم قارئین صاحب متقدمین اس دلیل کی بناء پر علم متشابہات کے منکر تھے اگر ایسا ہوتا تو متاخرین ان کی دلیل کا دفاع کرتے نہ کہ سارا زور اس کی تردید پر لگا دیتے۔ اس سے واضح ہو جاتا کہ یہ مذہب صرف امام فخر الاسلام بزدوی اور امام شمس الائمہ اور متاخرین کا ہی نہیں تمام احناف بلکہ تمام امت کا ہے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کے عالم ہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پیچھے آچکا ہے اور یہ بات قابل توجہ ہی نہیں کہ متقدمین کا مختار اور تھا اور متاخرین نے حق و صواب کسی دوسرے موقف کو قرار دیدیا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے مختار کو باطل اور اپنے قول کو حق قرار دے دیا جائے۔

## ۴۔ قول امام سجاوندی کا مفہوم

ہم نے اپنے موقف (مقطعات اللہ ورسول کے درمیان راز ہیں) پر جو بارہ عدد (اب ۱۶) حوالہ جات دیے ان میں پہلا امام محمد بن طیفور سجاوندی (۵۹۶) کا تھا، ان کے الفاظ ہیں۔

المروى عن الصدر الا ول فى  
الحروف التهجى انها سر بين  
الله وبين نبيه ﷺ وقد يجرى  
بين المحرمين كلمات معميات  
يشير الى اسرار بينهما

ان حروف مقطعات کے جارے  
میں صدر اول (زمانہ اول) سے یہی  
منقول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس  
کے نبی ﷺ کے درمیان راز ہیں  
جیسے دوستوں کے درمیان کچھ  
اشارات و کلمات خاموش ہوتے  
ہیں جنہیں فقط وہی جانتے ہیں۔

ہم نے صدر اول سے مراد خلفاء راشدین کا دور لیا اور اس پر حضرت  
صدیق اکبر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے اقوال شاہد ہیں۔  
مگر محترم قارن صاحب نے قسط ۳ میں ان کے الفاظ ”صدر اول“ سے  
صدر الشریعہ اول مراد لیے چنانچہ انہوں نے ”غلط فہمی کا عنوان“ قائم کر کے  
لکھا۔

”محترم مفتی قادری صاحب نے اس سے پہلی قسطوں میں بھی اور  
پانچویں قسط میں بھی لکھا قال السجاوندی المروى عن الصدر الا ول ، امام  
سجاوندی فرماتے ہیں کہ صدر اول سے منقول ہے (سوائے حجاز ص ۵۲، ستمبر

(۲۰۰۴) اور پھر آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں جب یہ ثابت ہے کہ صدر اول سے خلفاء راشدین اور تمام اہلسنت کا موقف یہی ہے (رسالہ مذکورہ، ص ۵۸) اس سے ظاہر ہوتا کہ محترم قادری صاحب صدر اول سے زمانہ اول مراد لے رہے ہیں جب اس سے پہلی کسی قسط میں محترم قادری صاحب نے یہی حوالہ نقل کیا تو ہم نے بھی صدر اول کے الفاظ پر غور کیے بغیر لکھا کہ جب احناف کا مختار نظریہ یہ ہے تو اس کے خلاف نظریہ کو صدر اول سے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے (ماہنامہ نصرت العلوم اپریل ۲۰۰۴) یعنی ہم نے بھی غور کیے بغیر صدر اول سے زمانہ اول ہی سمجھ لیا مگر بعد میں ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ صدر اول سے زمانہ اول مراد نہیں بلکہ صدر اول سے صدر الشریعۃ الاول مراد ہیں اس لیے کہ صدر الشریعہ دو ہیں ایک اکبر اور اول کہلاتے ہیں اور دوسرے اصغر و ثانی کہلاتے ہیں امام سجاوندی نے صدر الشریعہ الاول کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ایسا صدر اول سے منقول ہے یقیناً اس بارے میں غور کرنے کے بعد محترم قادری صاحب بھی اس بارہ میں ہماری تائید کریں گے جب صدر اول سے زمانہ اول مراد نہیں تو امام سجاد وندی کے حوالہ کو صحابہ اور تابعین کے اقوال کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا کہ ان صحابہ وغیرہم کے اقوال کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں اور ان اقوال کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں اور ان اقوال کا یہ مفہوم امام بیضاوی نے بیان کیا ہے بلکہ ان اقوال کا مفہوم جیسا کہ امام شیخ زادہ حنفی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اقوال ظاہری مفہوم کے لحاظ سے اس مفہوم کے مخالف ہیں جو مفہوم امام بیضاوی تاویل کر کے بیان کر رہے ہیں۔ (نصرۃ العلوم ص ۴۳ اکتوبر ۲۰۰۴)

## صدرین پر گفتگو

شیخ زادہ حنفی نے امام بیضاوی پر گرفت یا ان کی تائید کی تھی؟ اس پر تو پیچھے تفصیل سے گفتگو آگئی اس کے بعد کوئی بھی منصف نہیں کہے گا کہ یہ گرفت ہے بلکہ ان کی عبارت کا ہر ہر لفظ بول کر بتا رہا ہے کہ یہ بیضاوی کی تائید ہی نہیں بلکہ اس سے موقف احناف کو تقویت دی ہے یہاں ہم صدرین پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں۔

## مشورہ پر عمل

ہمارا ذہن اس پر گفتگو کے لیے تیار نہ تھا کیونکہ یہ بات نہایت ہی کمزور و بے بنیاد ہے چونکہ قارن صاحب نے ہمیں مشورہ دیا۔ یقیناً اس بارے میں غور کرنے کے بعد محترم قاری صاحب بھی اس بارہ میں تائید کریں گے۔ کہ امام سجاوندی کے قول میں صدر اول سے زمانہ اول نہیں بلکہ صدر اکبر مراد ہیں۔

## غور و فکر کے بعد

اس مسئلہ پر جتنی گفتگو بھی اب تک کی ہے بجز اللہ غور و فکر سے کی ہے ہر معاملہ کو ہم نے سنجیدگی سے لیا ہے۔ حسب مطالعہ پوری دیانتداری سے بات کہی ہے۔ ہم نے صدرین کے مسئلہ پر مزید غور و فکر کیا ہے اور اس کا رزلٹ ہماری ہی تائید کر رہا ہے نہ کہ محترم قارن صاحب کی۔

## دلائل یہ ہیں

۱۔ ہر مترجم نے اس کا ترجمہ زمانہ اول (قرون اولیٰ) ہی کیا ہے خواہ مترجم کوئی ہے۔

۲۔ زمانہ اول کو ہی صدر اول کہا جاتا ہے اس سے مراد شخصیت کسی نے کبھی نہیں لی بلکہ اس کیلئے صدر الشریعہ اول کی اصطلاح ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴) اصطلاح صدر اول کے بارے میں بعنوان فائدہ لکھتے ہیں۔

الصدر الاول لا يقال الا على  
السلف الصالح وهم اصحاب  
القرون الثلاثة الاول كذا في  
شن الغارة لابن حجر مكي  
(مقدمه شرح الوقايه، ۱۸=۱) ہے۔

صدر اول کا اطلاق سلف صالحین پر ہی ہوتا ہے اور یہ پہلے تین ادوار کے اہل علم ہیں جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے شن الغارة میں تصریح کی ہے۔

### ۳۔ صدرین کا تعارف

صدرین سے مراد یہ دو شخصیتیں ہیں۔

۱۔ امام احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی نیشاپوری  
انہیں صدر اول و اکبر کہا جاتا ہے۔ شیخ عمر رضا کمالہ ان کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں۔

احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم  
النیشاپوری  
صدر الشریعہ الاول فقیہ حنفی  
من تصانیفہ تلیح العقود فی  
الفروق بین اهل النقول فی

ان کا نام احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم  
نیشاپوری ہے  
یہی صدر شریعہ اول اور حنفی فقیہ ہیں  
ان کی ایک تصنیف فروع فقہ حنفی  
میں ”تلیح العقود فی الفروق بین اہل

فروع الفقہ الحنفی النقول“ ہے۔

اور ان کا سن وصال ۶۲۵ھ، ۱۲۳۲ء تحریر کیا ہے۔

(معجم الموفین، ۱، ۳۰۸)

۲۔ امام عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد بن عبید اللہ۔

انہیں صدر اصغر و ثانی کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں کمالہ نے لکھا

عبید اللہ بن مسعود بن عبد اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد

محمود بن احمد بن عبید اللہ بن عبید اللہ بخاری محبوبی حنفی اور

البخاری، المحبوبی، الحنفی صدر شریعہ اصغر ہیں

صدر الشریعۃ الاصغر

اور ان کا سن وصال ۷۴۷ھ، ۱۳۴۶ء درج کیا ہے۔

(ایضاً: ۶: ۲۴۶)

گویا صدر اول کا وصال ۶۳۵ ہجری اور صدر ثانی کا وصال ۷۴۷ ہجری

ہے، ملا علی قاری نے ۶۸۰ اور بعض نے ۷۴۵ بھی لکھا ہے۔ مگر پہلا قول ۷۴۷

ہی صحیح ہے۔ (ظفر المحصلین، ۱۶۷)

اصطلاح کا اجرا

اور یہ صدر اول اور ثانی کی اصلاح، صدر ثانی کے بعد ہی جاری ہوئی

پہلے اس کا نام و نشان تک نہ تھا کیونکہ جب تک دوسرے نہ آئے پہلے کو صدر اول

کیسے کہا جاسکتا ہے؟

امام سجاوندی کا سن وصال

بات کو واضح کرنے کے لیے یہاں امام سجاوندی کے سن وصال کا جاننا

بھی ضروری ہے ہمارے سامنے سجاوندی یہ تین شخصیات ہیں۔

- ۱۔ شیخ محمد بن طیفور غزنوی سجاوندی (معجم المؤلفین: ۱۰=۱۱۲)
- ۲۔ شیخ محمد بن محمد بن عبدالرشید سجاوندی (ایضاً، ۱۱، ۲۳۳)
- ۳۔ شیخ احمد بن محمد سجاوندی (ایضاً، ۲، ۵، ۱)

غور کیجئے

ان میں سے دو کا وصال ۵۶۰ ہجری اور تیسرے کا ۵۹۶ ہجری ہے، ہم ۵۶۰ نہیں لیتے بلکہ ۵۹۶ ہی لے لیں تو غور فرمائیے ان کے اور صدر ثانی کے وصال میں کوئی ڈیڑھ صدی کا فرق ہے گویا امام سجاوندی نے صدر ثانی کو پایا ہی نہیں۔ جب ان کے علم میں صدر ثانی کا وجود ہی نہیں تو وہ پہلے کو صدر اول کیسے کہہ سکتے ہیں؟ صدر ثانی کی عمر ایک صدی بھی قرار دی جائے پھر بھی ان کی ولادت امام سجاوندی سے پچاس سال بعد کی ہے۔ الغرض صدر اول و صدر ثانی کی اصطلاح امام سجاوندی کے دور میں تھی ہی نہیں تو پھر ان کے قول میں صدر اول سے زمانہ اول مراد نہ لینا اور دور صدر الشریعہ اول مراد لینا سراسر زیادتی اور قارئین کو شبہات میں ڈالنا ہے جو کسی بھی صاحب علم کے شایاں نہیں۔

۴۔ پھر جب تمام امت (بشمول احناف) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اقوال کا مفہوم یہی بیان کر رہی ہے کہ مقطعات، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں اس پر سولہ عدد حوالہ جات آچکے ہیں تو ظاہر ہے امام سجاوندی نے بھی علماء امت کی آواز کو بلند کرتے ہوئے لکھا کہ صدر اول یعنی خلفاء راشدین کے دور سے مقطعات کے بارے میں یہی رائے چلی آ رہی ہے۔ اس



کے علاوہ کوئی دوسری رائے نہیں، لہذا ہمیں بھی شبہات میں پڑھنے کے بجائے امت کے بیان کردہ معنی اور مفہوم کو ہی قبول کر لینا چاہیے۔

۵۔ اس پر ہمیں قاضی ثناء اللہ پتی حنفی کی تائید بھی حاصل ہے کیونکہ انہوں نے بھی امام سجاوندی کے قول کو اسی مفہوم میں لیا ہے کیونکہ حاشیہ میں انہوں نے لکھا حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

وهو المختار عندی وما يدل  
 علی هذا من اقوال الصحابة  
 مذکور فی الكتاب  
 اور میرا مختار یہی ہے کہ اور اس پر  
 کتاب میں مذکور صحابہ کے اقوال  
 شاہد ہیں۔

(المنظہری، ۱۴)

اور امام سجاوندی سے انہوں نے ان اقوال کا یہی مفہوم نقل کیا ہے کہ اس کی تائید صدر اول یعنی زمانہ اول سے ہے یعنی انہوں نے اقوال صحابہ کی وضاحت کے لیے امام سجاوندی کا قول نقل کیا، اب اس میں ان کی تائید تہی بنتی ہے جب صدر اول سے زمانہ اول مراد ہو اور اگر اس سے صدر الشریعہ اول مراد لیا جائے تو یہ ان اقوال کی وضاحت نہیں بن سکے گی حالانکہ قاضی پانی پتی حنفی انہی کی وضاحت کے لیے اسے لا رہے ہیں، بہر صورت ماننا پڑے گا کہ امام سجاوندی کے قول میں صدر اول سے زمانہ اول اور قرون اولیٰ ہی مراد ہے نہ کہ صدر الشریعہ اول۔

۵۔ علامہ محمود آلوسی کا شافعی ہونا

ہم نے اقوال صحابہ کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی کا بھی ذکر کیا کہ وہ بھی

ان کا یہی مفہوم لیتے ہیں کہ مقطعات اللہ رسول کے درمیان راز ہیں اس پر قارن صاحب لکھتے چونکہ علامہ آلوسی شافعی ہیں اس لیے ان کا حوالہ مفید نہیں اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے۔

۱۔ یہاں ہمارا مقصد فقط یہ تھا ہم ثابت کریں سیدنا صدیق اکبر اور دیگر صحابہ کے اقوال کا مفہوم یہ ہے ”مقطعات اللہ و رسول کے درمیان راز ہیں“ اسے تمام امت نے قبول کیا اور اسے ہی بیان کیا اس کی تائید ہمیں جس سے بھی میسر آئی ہم نے اس کا کھلے ذہن کے ساتھ ذکر کیا مثلاً علامہ محمود آلوسی اور امام بیضاوی وغیرہما۔

یعنی علماء احناف ہی نہیں تمام اہل علم نے یہی مفہوم لیا لہذا ان کی تائید کو شافعی ہونے کی وجہ سے مسترد کر دینا مناسب نہیں۔

اسی طرح معاملہ حضرت مجدد الف ثانی حنفی کا ہے انہوں نے بھی انہیں اللہ و رسول کے درمیان راز قرار دیا جب ساری امت یہی کہتی آ رہی ہے تو ہمیں بھی کچھ خیال کرنا چاہیے۔

۲۔ ہم نے ص ۶۰ پر علامہ محمود آلوسی کی ایسی عبارت بھی نقل کی جو انہوں نے احناف ہی کے موقف کو اشکار کرنے کے لیے لکھی تھی۔

ولعل القائل بكون المتشابه	جو لوگ (احناف) کہتے ہیں کہ
مما استأثر الله تعالى بعلمه	متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ سے ہی
لا يمنع تعليمه للنبي ﷺ	مخصوص ہے وہ بھی بواسطہ وحی حضور
بواسطة الوحي	صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی تعلیم کا انکار
(روح المعانی، ۳=۱۱۶)	نہیں کرتے۔

بتائیے یہ شوائع کا موقف ہے یا احناف کا؟ کیا علامہ آلوسی نے احناف کے حوالہ سے جھوٹ بولا ہے۔ یا انہوں نے احناف کا ہی موقف واضح کیا ہے؟

### ۳۔ کوئی صاحب ایمان شک نہیں کر سکتا

پھر ہم نے علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰) کی اس سلسلہ میں ایسی عبارت بھی نقل کی جس میں وہ فرماتے ہیں کوئی صاحب ایمان آدمی حضور ﷺ کے علم متشابہات کے بارے میں شک نہیں کر سکتا، ان کے الفاظ ہیں۔

وان اراد افهام المخاطب بها  
وهو هنا الرسول ﷺ فهو مما  
لا يشك فيه مومن

اور اگر افہام مخاطب مراد ہے اور وہ  
یہاں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس  
ہے اور ان کے فہم مقطعات کے

بارے میں کوئی صاحب ایمان شک  
ہی نہیں کر سکتا۔

(روح المعانی، ۱: ۱۳۶)

۴۔ پھر انہی کی یہ عبارت بھی سامنے لائی گئی۔

کہ جو آدمی رسول اللہ ﷺ کے مقامِ عالی سے آگاہ ہے وہ آپ ﷺ کے علم متشابہات کا انکار کر ہی نہیں کر سکتا ان کے الفاظ ہیں۔

مما لا يكاد يقول به من يعرف  
رتبة النبي ﷺ ورتبة اولياء  
الله الكاملين وانما المنع  
الاحاطة ومن معرفته على سبيل  
النظر والفكر

یہ ایسی چیز ہے کہ حضور ﷺ کے  
رتبہ و مقام اور اولیاء کاملین کے رتبہ  
سے کوئی بھی شخص اس کا انکار نہیں کر  
سکتا ہاں علم محیط اور بطریق نظر و  
استدلال کا انکار درست ہے۔

(روح المعانی = ۳، ۱۱۶)

## امام ابن قتیبہ کا حوالہ

اس طرح امام ابن قتیبہ دینوری (۲۷۴) نے لکھا۔

هل يجوز لا حد ان يقول ان  
رسول الله لم يكن يعرف المتشابه؟  
(تاویل مشکل القرآن، ۹۹)

کیا کسی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں  
رکھتے؟

## ایک اور تصریح

امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴) نے بھی تقریباً امام ابن قتیبہ کے الفاظ  
نقل کر دیئے ہیں۔

لا يسوغ لا حد ان يقول ان  
رسول الله ﷺ لم يعلم المتشابه  
(البرهان في علوم القرآن = ۸۴، ۲)

کسی کے لیے یہ کہنا جائز ہی نہیں  
کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات سے  
واقف نہیں۔

## شیخ ابن تیمیہ کی تصریح

شیخ ابن تیمیہ (۷۲۸) نے بھی متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ آج  
تک کسی امام نے ایسی بات نہیں کہی۔

ولا قال قط احد من سلف  
الامة ولا من الائمة المعتبرين  
ان في القرآن آيات لا يعلم  
معناها ولا يفهمها رسول الله ﷺ

اسلاف امت اور ائمہ مجتہدین میں  
سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ قرآن  
میں ایسی آیات ہیں جن کا معنی  
معلوم نہیں اور نہ انہیں رسول اللہ

ﷺ سمجھتے ہیں اور نہ تمام اہل علم و ایمان۔ البتہ انہوں نے بعض آیات کے حوالہ سے یہ کہا کہ انہیں بعض نہیں سمجھ سکتے اور اس میں کوئی شک

ولا اهل اعلم ولا ايمان جميع  
وانما ينفون علم بعض ذلك  
عن بعض الناس وهذا لاريب  
فيه

(مجموعۃ الفتاویٰ، ۷، ۱۵۲) نہیں یہ بات درست ہے۔

یہ تمام اہل علم واضح کر رہے ہیں کہ امت میں سے (بشمول احناف) کسی نے آج تک حضور ﷺ کے عالم متشابہات ہونے کا انکار نہیں کیا حالانکہ احناف کا موقف (الا اللہ پر وقف) یقیناً ان کے علم میں تھا چونکہ یہاں وقف کے باوجود احناف نے ایسی بات نہیں کہی تھی لہذا ان سب نے تصریح کی احناف بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے متشابہات کا علم مانتے ہیں اگر متقدمین احناف کا مختار، عدم علم ہوتا تو تمام ایسی بات کبھی نہ لکھتے کیونکہ یہ بات سراسر غلط بیانی ہے۔ اور ان اہل علم کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

یہ پہلے گزر چکا اگر احناف الا اللہ پر وقف کی بناء پر ایسا عقیدہ رکھتے تو کھلے الفاظ میں ان کا رد کرتے اور کہتے ہمارا مختار قول ہرگز یہ نہیں بلکہ ہم تو عدم علم مانتے ہیں لیکن ان کی تردید میں کوئی ایک قول بھی پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ سب احناف نے اسے تسلیم کیا اور کہا ہم رسول اللہ ﷺ کو عالم متشابہات تسلیم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ الا اللہ پر وقف بھی مانتے ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں تفصیل سابقہ اقساط میں آچکی ہے۔

## ۶۔ علماء دیوبند کا ذہول

دوسری قسط میں ہم نے ان اکابرین دیوبند کے حوالہ جات ذکر کیے۔

- ۱- مولانا شبیر احمد عثمانی  
 ۲- مفتی محمد ابراہیم  
 ۳- مولانا سید مظہر الحق سہارنپوری  
 ۴- مولانا عبدالحفیظ دیوبندی  
 ۵- مولانا جمیل احمد سکروڈوی  
 ۶- مولانا عبدالغفار دیوبندی

اس کے جواب میں محترم قارن صاحب نے فرمایا ان کو ذہول بلکہ ان میں بعض کو مغالطہ ہو گیا ہے یعنی یہ احناف کے مختار مسلک پر نہیں رہے۔ اسی بات کو جب ہم نے بیان کیا تو فرماتے ہیں۔

”اس سے ہماری مراد دو تین شخصیات ہی تھیں جنہوں نے اصول شاشی وغیرہ کے تراجم لکھے ہیں مگر مفتی قادری صاحب ہماری اس کلام کی یوں تعبیر کرتے ہیں کہ علماء دیوبند سے بھی ذہول ہو گیا حالانکہ یہ تعبیر بالکل درست نہیں اس لیے کہ ہم نے علی الاطلاق تو نہیں بلکہ دو تین شخصیات کے بارے میں ایسا کہا۔  
 (نصرۃ العلوم: ۴۱)

### ہمارے ساتھ ہیں

۱- واضح رہے آپ کے تمام علماء دیوبند ہمارے ساتھ ہیں، دوسری قسط کے علاوہ دیگر اقسام بھی اس پر شاہد ہیں چھ کا تذکرہ تو اوپر آیا کچھ اور اسماء بھی درج کیے دیتے ہیں۔

- ۷- مولانا اشرف علی تھانوی  
 ۸- مولانا سید فخر الحسن  
 ۹- مولانا حسین احمد پردواری  
 ۱۰- مولانا محمد حفظ الرحمن  
 ۱۱- مولانا سید انظر شاہ مسعودی

تو صرف دو تین کو ذہول نہیں بلکہ ان تمام کو ہوا ہے۔

۲- آپ یہی کہنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کو ذہول ہو گیا

ہے، ہم نے بھی یہی بات کہی ہے کیونکہ ہمارے کہنے کا مقصد تمام مسائل میں ذہول نہیں بلکہ صرف اسی ایک مسئلہ میں ہے۔

۳۔ دوسری قسط میں فقط دو تین نہیں تھے بلکہ چھ افراد تھے جن کے نام اوپر آئے ہیں۔

۴۔ اس قسط میں آپ نے ”ان کی تحقیق“ کہہ کر شاید اپنے الفاظ ”ان سے ذہول“ کے ازالہ کی کوشش کی ہے واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

### ۷۔ خطاب بے فائدہ

ہم نے احناف کے دلائل میں ایک دلیل یہ ذکر کی تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے لیے علم متشابہات نہ مانا جائے تو خطاب کا بے فائدہ ہونا لازم آتا ہے اس پر محترم قارن صاحب نے لکھا کہ قرآن کے مخاطب تو تا قیامت ہیں تو اعتراض پھر بھی باقی رہے گا رسول اللہ ﷺ کے جاننے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ ان کے الفاظ ہیں۔

”محترم قادری صاحب سے گزارش ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب قیامت تک آنے والے لوگ ہیں اور یہ ان کے لیے ہدایت ہے..... تو یہی اعتراض عام لوگوں کے حق میں بھی ہو سکتا ہے۔..... لہذا منسوخ الحکم آیات والا جواب ہی دینا چاہیے۔ (ملخصاً نصرۃ العلوم، ۴۳)

### بلا واسطہ مخاطب حضور ﷺ

۱۔ ہمیں یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ بلا واسطہ قرآن کے مخاطب رسول اللہ ہی ہیں البتہ ان کے واسطہ سے امت مخاطب ہے لہذا امت کو مخاطب

ہونے کا وہ درجہ حاصل ہی نہیں جو رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے لہذا امت کو آپ ﷺ پر قیاس کرنا مناسب ہی نہیں۔

۲۔ قرآنی خطاب میں فرق رکھا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کو یوں خطاب فرمایا۔  
ونزلنا عليك الكتاب تبیاناً ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو  
لکل شیء ہرشی کی تفصیل ہے۔

مگر امت کے حوالے سے فرمایا۔

لتبين للناس ما نزل اليهم آپ بیان کریں لوگوں کو جو ان کی  
(النحل، ۴۴) طرف نازل کیا گیا ہے۔

اسی فرق کی بنیاد پر مفسرین نے لکھا کہ حضور ﷺ پر امت کے لیے تمام  
قرآنی اسرار کا بیان لازم نہیں جو امت کی ضرورت و استعداد ہے اس کے مطابق  
انہیں علوم قرآنی عطا ہونگے۔ امام صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی (۶۷۲) اسی  
خطابی فرق کے راز کو یوں اشکار کرتے ہیں۔

لكن سر قوله تعالى لتبين للناس  
ما نزل اليهم ولم يقل ما نزل  
اليك ولا كل ما نزل اليك  
وغير ذلك من الاشارات  
الالهية والحكم  
ارشاد الہی "لتبين للناس ما نزل  
اليهم" میں یہی راز ہے یہ نہیں  
فرمایا وہ بیان کرو جو کہ تمہاری طرف  
نازل کیا اور نہ ہی یہ کہ وہ تمام  
اشارات و حکمتیں بیان کرو جو ہم  
نے تمہیں بیان کی ہیں (اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن، ۱۱)

۳۔ اس لیے اہل علم نے تصریح کی ہے کچھ قرآنی اسرار اللہ تعالیٰ کے بعد  
فقط رسول اللہ ﷺ ہی جانتے ہیں آپ ﷺ کے علاوہ انہیں کوئی نہیں



جانتا امام محمد بن سلیمان قدسی حنفی المعروف ابن نقیب (۶۹۸) فرماتے ہیں علوم قرآن تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

۱۔ ایسے علوم جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے خلق میں سے کسی کو نہیں دی۔

وہو ما استأثر به من علوم  
اسرار کتابہ من معرفة کنہ ذاته  
وغيوبہ التي لا يعلہما الا هو

ایسے علوم جن پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں فرمایا یہ اس کتاب کے علوم و اسرار ہیں جسے وہ ہی جانتا ہے مثلاً معرفتِ کنہ ذات اور ایسے غیوب جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا

ان کے بارے میں کوئی بالاتفاق گفتگو نہیں کر سکتا۔

۲۔ کچھ ایسے علوم ہیں۔

جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بصورت اسرار کتاب مطلع فرمایا اور انہیں آپ کے ساتھ ہی مخصوص کر دیا۔

ما اطلع اللہ نبیہ ﷺ من  
اسرار الکتاب و اختصہ بہ

ان میں آپ یا آپ کی طرف سے جسے اجازت ہو کے علاوہ کوئی گفتگو

نہیں کر سکتا۔ آگے لکھا۔

حروف مقطعات کا تعلق اسی قسم سے ہے۔

واوائل السور من هذا القسم

یعنی مقطعات کا علم حضور ﷺ کے علوم مخصوصہ میں سے ہے۔

امام ابو زید عبید اللہ بوسی حنفی (۲۳۰) نسخ بالنہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر دوسرا حکم بطریق وحی غیر متلو اگر نازل کریں گے تو آپ ﷺ پہ اس کا بیان لازم ہوگا۔

فان الزمه بيان ما نزل الى الناس  
من الاحكام و صار قوله (وانزلنا  
اليك الذكر) في معنى انا  
ارسلناك الى الناس وجعلناك  
رسولاً بما انزلنا اليك من  
الذكر تبين للناس ما نزل اليهم  
من الاحكام ولو كان المراد  
ما قاله الخصم لكان من حق  
الكلام تبين للناس ما نزل  
اليك  
(تقويم الادله، ۲۲۲) نازل ہوا۔

۴۔ پھر یہ بھی اہل علم نے تصریح کر دی ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان تشابہات کو سمجھ لیا تو اب قرآن پہ اعتراض ختم ہو گیا کیونکہ تمام مخاطبین و مکلفین کا سمجھنا ضروری نہیں بلکہ فقط بلا واسطہ مخاطب کا سمجھنا ہی ضروری ہوتا ہے اس پر تصریحات گزری بھی ہیں کچھ کا تذکرہ یہاں کر دیتے ہیں۔

۱۔ جب احناف پر اعتراض ہوا اگر مقطعات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا

ہے اس کے علاوہ ان کا علم کسی کو نہیں تو پھر خطاب بے فائدہ اور خطاب باکھمل لازم آئے گا جو بعید از قیاس ہے اس کا جواب دیتے ہوئے اہل علم نے لکھا ہے۔ ممکن ہے اس کے مخاطب صرف رسول اللہ ﷺ ہی ہوں اور آپ انہیں سمجھتے ہیں ہاں آپ کے علاوہ اگر انہیں کوئی نہیں سمجھتا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۔ مولانا بحر العلوم انصاری (۱۲۲۵) نے یہی بات ان الفاظ میں کہی۔

لعل المخاطب به رسول الله  
 ﷺ وهو فاهم والنزاع انما  
 هو فيمن سواه  
 (فوائح الرجموت، ۲: ۲۴)

ممکن ہے اس کے مخاطب فقط رسول اللہ ﷺ ہی ہوں اور آپ کی ذات اقدس انہیں سمجھتی ہے، ہمارا اختلاف دیگر کے ساتھ آپ ﷺ کے ماسوا میں ہے۔

۲۔ امام محمد بن ولی از میری (۱۱۰۲) کے بھی خوبصورت الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

فالمناسب ان يقول ان لا نقض  
 بالنبي ﷺ اذ لا نزاع فيه  
 (حاشیہ علی مرآة الاصول، ۱، ۴۱۵)

یہی کہنا مناسب ہے کہ حضور ﷺ کے حوالہ سے ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تو ہمارا اختلاف ہی نہیں۔

اہم نوٹ۔ کیا یہ احناف کا اعلان نہیں کہ حضور ﷺ کے بارے میں ہمارا شواہد وغیرہ سے کوئی اختلاف ہی نہیں بلکہ ہمارا اس بارے میں ان کے ساتھ اتفاق ہے، ادھر سے یہی بات امام ابن قتیبہ (۲۷۴) امام زرکشی (۷۹۴) اور امام آلوسی (۱۲۷۰) نے بھی احناف کا یہی موقف اشکار کرتے ہوئے لکھا۔

۳۔ شیخ احمد ملا جیون نے لکھا کہ اگر علم نہ ہو تو مخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے اس پر مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے یہ واضح کیا کہ یہاں کس کا مخاطب مراد ہے حضور کا یا ساری امت کا۔ لکھتے ہیں۔

یسیر التخطاب ای بالنبی علیہ حضور ﷺ کے ساتھ خطاب باطل السلام (حاشیہ نور، ۹۳) ہو جاتا ہے

۴۔ علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰) نے بھی احناف کا یہی موقف اشکار کرتے ہوئے لکھا۔

ان اراد امهاها جميع الناس فلا  
نسلم انه موجود في العلمية  
وان اراد افهام المخاطب بها  
وهو هنا الرسول ﷺ فهو مما  
لايشك فيه مومن  
اگر تمام لوگوں کا افہام مقصود ہے  
تو ہم نہیں مانتے کہ وہ علمیت میں  
موجود ہے اور اگر افہام مخاطب کا  
مقصود ہے اور وہ ذات رسول اللہ  
ﷺ ہے تو ان کے بارے میں کوئی  
مومن شک نہیں کر سکتا۔ (روح المعانی، ۱: ۱۳۶)

۵۔ کتب عقائد میں بھی یہی بات قرآن پر وارد اعتراضات کے جواب میں کہی گئی ہے۔ یہاں ایک حوالہ دیا جا رہا ہے۔  
شیخ محمد بن مرتضیٰ ابن الوزیر (۸۴۰) متشابہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔

فلا يجب علم جميع المكلفين  
بذلك عند الخصوم اذ في  
المتكلفين الامى والعجمى  
کہ معترضین کے ہاں بھی خطاب  
کے تمام مکلفین کا آگاہ ہونا لازمی  
نہیں کیونکہ مکلفین میں امی و عجمی

وغیرہ بھی ہوتے ہیں جب بعض کا جان لینا ہی کافی ہے اور اس کی وجہ سے خطاب بے فائدہ اور لغو ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے تو یہاں بعض سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے، اسی طرح ملائکہ اور خاصی بندے جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے۔

والله سبحانه اعلم۔

ونحوهم واذا كان علم البعض يكفى ويخرج الخطاب بذلك عن العبث جاز ان يكون ذلك البعض هو رسول الله ﷺ ومن شاء الله من ملائكته وخواص عباده والله سبحانه اعلم  
(ايتار الحق على الخلق، ۹۸)

دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں۔

متشابہ کے بارے میں یہ کہنا قطعاً جائز نہیں کہ یہ حکمت سے خالی ہیں کیونکہ بعض انہیں سمجھ جاتے ہیں اگرچہ وہ تنہا رسول اللہ ﷺ ہی ہیں

لايجوز القطع على خلوه عن الحكمة لجواز فهم البعض ولو رسول الله ﷺ وحده  
(ايضا، ۱۳۲)

۶۔ پھر اس میں کسی کو کوئی اشتباہ نہیں تمام احناف نے تصریح کر دی ہے کہ متشابہ میں ابتلا امت کے لیے ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے، اس پر ہماری پہلی قسط کا مطالعہ مفید رہے گا یہاں بھی چند تصریحات فائدہ سے خالی نہیں۔

۱۔ شارح المنار امام عزالدین عبداللطيف بن الملك (۸۰۱) متشابہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا آخرت میں ان کا معنی تمام پر منکشف

ہو جائے گا۔

لا نزال المتشابه للابتلاء ولا  
ابتلاء فی الاخرة  
متشابہ کا نزول آزمائش کے لیے ہے  
اور آخرت میں آزمائش ہی نہیں

اسی کے بعد امام فخر الاسلام کے حوالہ سے لکھا

هذا فی حقنا لان المتشابهات  
كانت معلومة للنبي عليه  
السلام  
یہ ہمارے حق میں آزمائش ہیں کیونکہ  
متشابہات حضور ﷺ کو معلوم ہیں

(شرح المنار، ۳۶۷)

۲۔ امام علاء الدین حسنی حنفی (۸۹۱) رقمطراز ہیں کہ متشابہ کی معرفت سے  
جو عدم امید ہے۔

فی حقنا دون الرسول ﷺ  
یہ ہمارے (امت) کے حق میں

(افاضة الانوار، ۹۶)

یعنی آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۳۔ اس کی شرح میں ان کی بات کو محمد ابن عابد بن شامی (۱۲۵۲) نے امام  
فخر الاسلام اور شمس الائمہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی تائید سے مزین بھی کیا۔

(نسمات الاسرار، ۹۶)

۴۔ شیخ احمد المعروف ملا جیون (۱۱۳۰) نے متشابہ کی وضاحت کرتے ہوئے

جو لکھا وہ نہایت ہی قابل توجہ و مطالعہ ہے۔

احناف اور شوافع کا موقف اور ان میں تطبیق کے بعد یہ سوال اٹھاتے

ہیں۔

فما فائدة انزال المتشابهات  
 علی مذہبکم؟

تو احناف کے مذہب پر متشابہات  
 نازل کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

اس کا جواب یوں تحریر کرتے ہیں کہ اس کا فائدہ۔

الا ابتلاء بالوقف والتسليم لان  
 الناس علی ضربين ضرب  
 يبتلون بالجهل فابتلاء هم ان  
 يتعلموا العلم ويشغلوا بالتحصيل  
 وضرب هم علماء فابتلاء هم  
 ان لا يفكروا في متشابہات  
 القرآن و مستودعات اسرارہ  
 فانها سر بين الله ورسوله لا  
 يعلمها احد غيره لان ابتلاء  
 كل واحد انما يكون علی  
 خلاف

توقف و تسلیم کے ساتھ ابتلا ہے  
 کیونکہ لوگ دو طرح کے ہیں کچھ  
 جاہل ان کا ابتلاء علم سیکھنا اور اس کی  
 تحصیل میں مشغول ہونا ہے جبکہ  
 دوسری قسم علماء ہیں ان کا ابتلا یہ ہے  
 کہ یہ قرآنی متشابہات اور ان کے  
 اندر مخفی اسرار میں غور و فکر نہ کریں  
 کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے  
 رسول ﷺ کے درمیان راز کا درجہ  
 رکھتے ہیں، ان کے علاوہ انہیں کوئی  
 نہیں جانتا تو ابتلا ہر ایک کا اس کے

خواہش و تمنا کے خلاف سے ہوتا ہے (نور الانوار، ۹۳)

مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے ”فانھا“ کی ضمیر کا مرجع اشکار کرتے ہوئے

لکھا۔

ای من المتشبهات

یعنی متشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے

(حاشیہ نور، ۹۳) رسول کے درمیان راز ہیں۔

۵۔ فاضل دیوبند مفتی محمد ابراہیم اسی حقیقت کو یوں اشکار کرتے ہیں۔

قرآن کے تمام متشابہات امت کے اعتبار سے متشابہات ہیں نبی علیہ السلام کے اعتبار سے نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام ان سب کے معانی پر واقف تھے۔  
(خلاصۃ الحواشی، ۴۶)

۶۔ مولانا جمیل احمد سکر ڈووی دیوبندی نے اس بات کو یوں اشکار کیا ہے۔  
لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو ناخاندہ اور جاہل ہیں ان کی آزمائش تو یہ ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور علم سیکھنے میں مشغول اور دوسرے لوگ عالم اور پڑھے لکھے ہیں ان کی آزمائش یہ ہے کہ وہ متشابہات اور راز و نیاز کی باتوں میں سر نہ کھپائیں کیونکہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں انہیں اللہ اور رسول کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا۔

(فیض سبحانی شرح حسامی، ۱۶۹ تا ۱۷۱)

## ۸۔ مقطعات اور علماء دیوبند

حضور ﷺ مقطعات کا علم رکھتے ہیں اور یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں اس پر ہم نے امت کے دیگر اہل علم کے ساتھ اکابرین دیوبند کے حوالہ جات بھی دیے، جس پر محترن قارئین صاحب کہتے ہیں کہ ان کے حوالہ جات قادری صاحب کو مفید نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے یہ لوگ مقطعات کو از قبیل متشابہات ہی نہ مانتے ہوں قسط نمبر ۲ میں انہوں نے یہی بات مولانا شبیر احمد عثمانی کے حوالہ پر کہی اور پھر قسط نمبر ۳ میں بھی دیگر علماء دیوبند کے حوالہ جات پر کھل کر کہی اور اسے ہی ظاہر قرار دیا، ان کی گفتگو ان کی زبان سے ملاحظہ کیجئے۔



متشابہ کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ کہ اس کے جاننے کی کوئی صورت نہ ہو اور یہ تعریف ہم نے باحوالہ پہلے نقل کی تو اس تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کو مقطعات کا علم ہے تو ہو سکتا ہے بلکہ یہی ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہ ہوں بلکہ آپ ﷺ کے علاوہ باقی لوگوں کے حق میں متشابہات ہوں جیسا کہ ایک عبارت میں ہے جاز ان یکون النبی ﷺ مخصوصاً بالتعلیم بدون اذن البیان غیر معلوم بغیرہ۔ (حاشیہ نور الانوار، ۹۳)..... اسی طرح بعض اور عبارات بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقطعات ان کے حضرات کے نزدیک حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہیں تو اس نظریہ کو اختیار کرتے ہوئے اگر مولانا شبیر احمد عثمانی نے ترجمہ قرآن کریم کے حاشیہ میں اور مولانا فخر الحسن صاحب نے تقریر الحاوی میں اور بعض دیگر حضرات نے لکھ دیا ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہیں تو یہ ان کی تحقیق ہے اور اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ ان حضرات کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہیں ہیں ورنہ تو متشابہ کی تعریف ہی باقی نہیں رہتی۔ (نصرۃ العلوم، ۴۲)

### ۱۔ متشابہ کی تعریف

سب سے پہلے انہوں نے لکھا متشابہ کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ کہ اس کے جاننے کی کوئی صورت نہ ہو۔

## یہ تعریف اور امت

- ۱- یہ تعریف آپ نے یقیناً خود نہیں کی بلکہ اہل اصول سے لی ہے اور انہوں نے ساتھ ہی وضاحت کر دی ہے کہ متشابہ کی یہ تعریف و حکم کس کے حق میں ہے، وہ بھی سامنے لے آئیں تو معاملہ حل ہو جائے گا۔
- ۲- ہماری قسط اول ملاحظہ کریں تو وہاں ہم نے تعریف متشابہ پر تفصیلی گفتگو کر دی تھی۔

۳- اس کے کچھ اقتباسات یہاں ذکر کیے دیتے ہیں ہم نے لکھا تھا۔  
المنار میں متشابہ کی تعریف ان الفاظ میں ہے۔

هو اسم لما انقطع رجاء معرفة  
المراد منه ولا يرجی بدوہ  
اصلاً (المنار مع نور، ۹۳)  
جس کی معرفت مراد کی طلب اسی  
طرح منقطع ہو کہ اس کے ظہور کی  
امید ہی نہ کی جاسکے  
بعض نے یوں تعریف کی ہے۔

هو مالا طریق لدرکہ اصلاً  
حتى سقط طلبہ  
جس کے درک کا کوئی راستہ ہی نہ  
ہو حتی کہ اس کی طلب ہی ختم

وہم کا ازالہ

اس تعریف سے جب یہ شک پیدا ہوا شاید رسول اللہ ﷺ بھی متشابہات نہیں جانتے تو ان تعریف کرنے والوں نے ہی بار بار ہر جگہ وضاحت کی کہ یہ جو متشابہ کی تعریف و حکم بیان کر رہے ہیں اس کا تعلق امت سے ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ سے، کیونکہ آپ ﷺ انہیں جانتے ہیں۔ جب تعریف کنندہ

تمام لوگوں نے یہ واضح کر دیا ہے تو پھر اسے سامنے نہ لانا یا اسے چھپانا، کہیں لا تقربوا الصلوٰۃ کے زمرہ میں تو نہیں آجائے گا؟

## کچھ تصریحات اصولیین

اصولیین کی تین تصریحات بھی ملاحظہ کر لیجئے تاکہ بات مکمل سامنے آجائے۔

۱۔ مفسر قرآن شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی ”حکمہ التوقف فیہ ابدًا“

(متشابہ میں ہمیشہ خاموشی ہی اختیار کی جائے گی) کے تحت لکھتے ہیں۔

فی حقنا لان النبی ﷺ کان  
یعلم المتشابہات

یہ حکم ہمارے (امت) حوالہ سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ

(النامی شرح الحسامی، ۲۱:۱) متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۲۔ شارح المنار امام ابن الملک (۸۰۱) نے امام فخر الاسلام بزدوی کے حوالہ سے لکھا متشابہ کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ اس کا علم دنیا میں نہیں ہو سکتا بلکہ آخرت میں ہوگا اور انزال متشابہ کا مقصد لوگوں کا ابتلا ہے۔

هذا فی حقنا لان المتشابہات  
كانت معلومة للنبي عليه  
السلام (شرح المنار، ۳۶۷)

۳۔ علامہ محمد فیض الحسن سہارنپوری نے حاشیہ اصول شاشی میں متشابہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا جس کی معرفت دنیا میں نہ ہو سکے لیکن یہ۔

بالنسبة الى الامة واما بالنسبة  
الى النبي عليه الصلاة والسلام  
معلوم وقت نزول القرآن.  
(عمدة الحواشي، ٤٢)

تعريف امت کے اعتبار سے ہے  
رہا حضور ﷺ کا معاملہ تو آپ وقت  
نزول قرآن سے ہی ان سے آگاہ  
ہیں۔

### ۳۔ تعریف بھی یوں ہے

لیجیے امام شمس الدین محمد بن حمزہ فناری (۸۳۴) نے اسی وہم کا ازالہ  
اور صحیح صورت حال واضح کرنے کے لیے متشابہ کی تعریف ہی ان الفاظ میں کر دی  
مالا طریق لدرکہ للامة اما  
النبي عليه السلام فر بما تعلمه  
باعلام الله تعالى  
جس کا علم و ادراک امت کو حاصل  
نہیں ہو سکتا ہاں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ  
کی تعلیم سے انہیں جانتے ہیں۔  
(فصول البدائع، ۱: ۸۶)

یہ ہیں وہ لوگ جو فقط تعریفات متشابہ سے ہی آگاہ نہیں بلکہ مقام رسول  
ﷺ سے بھی آگاہ ہیں، یہی وجہ ہے انہوں نے متشابہ کے تحت اہل علم کی تمام  
گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے تعریف ہی یہ کر دی کہ جس سے امت آگاہ نہ ہو، تا  
کہ اس کی تعریف سے بھی کسی کو وہم نہ ہو سکے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کے  
وہم کا ازالہ نہیں ہوتا تو اس کے لیے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

### ۲۔ علماء دیوبند کا موقف

دوسری بات انہوں نے یہ کہی ہے شاید علماء دیوبند مقطعات کو  
متشابہات سے ہی نہ مانتے ہوں اور ظاہر بھی یہی ہے۔ اس لیے انہوں نے

حضور ﷺ کے لیے ان کا علم مانتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز مانا ہے۔

## مقطعات میں مختار قول

بحمد اللہ ہم نے قسط نمبر ۷ میں بڑی تفصیل کے ساتھ اشکار کر دیا ہے کہ مقطعات کے بارے میں مختار یہی ہے کہ یہ از قبیل متشابہات ہیں اور اس پر ہم نے وہاں نو شہادتیں پیش کیں ہیں، ان میں سے اہم یہ ہے کہ علماء نے متشابہ کی مثال ہی مقطعات کے ساتھ دی ہے یعنی اصول شاشی سے لے کر آخری کتاب تک ہر ایک نے انہیں از قبیل متشابہات ہی مانا ہے۔

تین تصریحات درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام نظام الدین شاشی متشابہ کی تعریف کے بعد مثال یوں دیتے ہیں۔

مثال المتشابہ الحروف المقطعات من اوائل السور  
متشابہ کی مثال سورتوں کی ابتداء میں آنے والے حروف مقطعات ہیں۔  
(اصول الشاشی، ۲۵)

۲۔ امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نفی (۷۱۰) اپنے مشہور متن میں مثال متشابہ یوں دیتے ہیں۔

کالمقطعات فی اوائل السور مثلاً اوائل سور میں آنے والے حروف مقطعات۔

۳۔ علامہ محبت اللہ بہاری (۱۱۹) لکھتے ہیں۔

المتشابہ کالحروف فی اوائل السور ووالید  
متشابہ کی مثال اوائل سور میں حروف اور یہ ہے۔

(مسلم الثبوت مع فواتح، ۲: ۲۸)

## فیصلہ کن بات

محترم قارئین صاحب کے اس اقتباس سے ہمیں خوشی ہو رہی ہے کہ اس میں انہوں نے تسلیم فرمایا ہے کہ علماء دیوبند مقطعات کا علم حضور ﷺ کے لیے مانتے ہیں اور ان کی تحقیق یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز و نیاز کا درجہ دیتے ہیں۔

## اب تو فیصلہ ہو چکا

جب مقطعات کا علم حضور ﷺ کو حاصل ہے تو دیگر قرآنی تشابہات کا علم تو بطریق اولیٰ آپ ﷺ کو حاصل ہو گا کیونکہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مقطعات، تشابہات سے زیادہ غامض و دقیق ہیں کیونکہ الفاظ تشابہات کے کم از کم معانی تو سمجھ آ جاتے ہیں مگر ان کی کیفیات کا علم نہیں ہو سکتا مثلاً استویٰ علی العرش کا معنی معلوم مگر کیفیت مجہول ہے لیکن مقطعات الم، حم، عسق، ص، طہ تو ایسے حروف و کلمات ہیں جن کا لفظی معنی ہی سمجھ نہیں آتا چہ جائیکہ ان کی کیفیت معلوم ہو، جس سے اشکار ہو جاتا ہے کہ مقطعات کا معاملہ تشابہات سے ڈھڈ اور گہرا ہے تو جو ذات اقدس مقطعات کے رموز سے آگاہ ہے وہ دیگر تشابہات سے بطریق اولیٰ آگاہ ہوگی۔

## مقطعات، تشابہات سے زیادہ غامض

مقطعات کے دیگر تشابہات سے زیادہ غامض و دقیق اور گہرا ہونے پر درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شیخ احمد ملا جیون (۱۱۳۰) اس حقیقت کو ان لفاظ میں اجاگر و بیان کرتے ہیں کہ تشابہ کی دو اقسام ہیں۔

نوع لا يعلم معناه اصلاً  
 كالمقطعات في اوائل السور  
 مثل الم حم فانهم يقطع كل  
 كلمة عن الاخر في التكلم ولا  
 يعلم معناه لا نه لم يوضع في  
 كلام العرب لمعنى ما الا  
 لغرض التركيب و نوع يعلم  
 معناه لغة لكن لا يعلم مراد الله  
 تعالى لان ظاهره يخالف  
 المحكم مثل قوله تعالى يد الله  
 ووجه الله والرحمن على  
 العرش استوى ووجه يومئذ  
 ناضرة الى ربها ناظرة وامثاله  
 يسمى هذه آيات الصفات

(نور الانوار، ۹۴)

۲۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، الم کے تحت آیات کی تین اقسام محکمات، تشابہات اور مقطعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”آیات کی دوسری قسم تشابہات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے

الفاظ کا معنی تو معلوم ہے مگر ان کی حقیقت پوشیدہ ہے مثلاً آیت کریمہ ”الرحمن علی العرش استوی“ میں رحمن، عرش اور استوی کے معانی معلوم ہیں مگر اس کی حقیقت انسانی ذہن میں نہیں آسکتی۔ غامض اور دقیق ہے گویا معنی تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے مگر جلوہ گر ہونے کی کیفیت ذہن انسانی کے بس کی بات نہیں ایسی آیات متشابہات کہلاتی ہیں۔

تیسری قسم کی آیات مقطعات کہلاتی ہیں یہ مفرد حروف ہیں جو قرآن پاک کی انتیس سورتوں کے ابتداء میں آئے ہیں سورۃ بقرہ بھی انہیں میں سے ہے جو الم سے شروع ہوتی ہے دوسرے مقامات پر ن، ق، ص، المر، یس، طسم وغیرہ کے حروف آئے ہیں۔ مقطعات کا مطلب یہ ہے کہ نہ ان کا متن واضح اور نہ ان کی مراد معلوم ہے۔ (معالم العرفان، ۱: ۳۴)

۳۔ شیخ محمد بن فراموز ملا خسرہ (۸۸۰) متشابہ کی اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اس کی دو اقسام ہیں۔

الاول متشابہ اللفظ ان لم يفهم منه شیء كالمقطعات فی اوائل السور نحو طه ..... قيل انها لیت من المتشابہ ..... والاکثرون علی الاول الثانی متشابہ المفهوم ان استحال ارادته كالا ستواء	اول متشابہ اللفظ اس سے کوئی شیء سمجھ نہ آئے مثلاً اوائل سور میں مقطعات جیسے طه ..... بعض نے کہا یہ متشابہات میں سے نہیں ..... اکثر انہیں متشابہات میں شامل مانتے ہیں دوسری متشابہ المفهوم کہ ان کی مراد محال مثلاً استواء علی العرش۔
--	--

(مرقاۃ الوصول، ۱: ۳۱۲)



نوٹ: یہاں بھی انہوں نے واضح کیا کہ مقطعات کا از قبیل تشابہات ہونا اکثریت کا اور مختار موقف ہے۔

### ۴۔ متشابہ فی الاصل

بلکہ اہل علم نے مقطعات کو متشابہ فی الاصل اور دیگر کو متشابہ فی الوصف قرار دیا ہے صاحب المنار نے متشابہ کی مثال حروف مقطعات سے دی تو اس کی تفصیل میں امام عزالدین عبداللطیف ابن الملک (۸۰۱) لکھتے ہیں۔

كقوله تعالى 'ق ، ن ، الم هذا  
متشابہ فی الاصل وقد يكون  
تشابہ فی الوصف كروية الله  
تعالى في الاخرة  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان 'ق، ن،  
الم، اصلاً متشابہ ہیں کبھی متشابہ وصف  
میں ہوتا ہے جیسے آخرت میں دیدار  
الہی۔

(حاشیہ المنار، ۳۶۹)

### ۹۔ منسوخ الحکم آیات اور متشابہ

قرآنی تشابہات پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے تو پھر ان سے اللہ تعالیٰ کا خطاب فرمانا مہمل و بے فائدہ ہو جائے گا اور یہ نہایت ہی بعید بات ہے، اس کا جواب اہل علم خصوصاً احناف نے یہی دیا کہ تمام مخاطبین کا جاننا ضروری نہیں بلکہ بعض کا جاننا ہی کافی و وافی ہوتا ہے۔ چونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں اور وہی اولین مخاطب ہیں لہذا اعتراض ساقط و ختم، اس کی تفصیل اوپر گزری۔

محترم قارئین صاحب کا کہنا ہے کہ اس جواب (جو تمام اہل علم نے دیا)

کے بجائے منسوخ الحکم آیات والا جواب دیا جائے۔ لکھتے ہیں۔

اس کا حل اس جواب کی روشنی میں حاصل کر لینا چاہیے جو منسوخ الحکم آیات پر اعتراض وارد ہوا اور حضرات فقہا کرام نے اس کا جواب دیا۔  
اعتراض، یہ ہوا کہ جب آیات کا حکم منسوخ ہے تو پھر ان کی تلاوت کو کیوں باقی رکھا گیا یہ تو بے فائدہ ہے اس کا جواب امام سرحسی نے بھی یہی دیا کہ قرآنی آیات کی تلاوت کے ساتھ دو حکم مقصودی ہوتے ہیں۔

ایک یہ اس کو پڑھ کر نماز کا جواز ہوتا ہے۔

دوسرا حکم یہ ہوتا ہے کہ یہ نظم معجز ہے۔

پھر آگے امام سرحسی نے منسوخ الحکم آیات کو باقی رکھنے کی مثال ہی

متشابہات سے دی اور فرمایا الا تری ان المتشابہ فی القرآن انما ثبت  
هذا ان حکمان فقط۔ (اصول سرحسی، ۲، ۸۰)

### متشابہ اور امام سرحسی

پہلے ہم امام شمس الائمہ سرحسی کا موقف ”رسول اللہ ﷺ اور علم  
متشابہات“ کے بارے میں واضح کر دیتے ہیں تاکہ حقیقت حال سے خوب آگاہ  
ہو سکے، آپ نے تمام اقسام میں ملاحظہ کیا ہو گا علماء احناف جب کہتے ہیں کہ  
رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو اپنے دو بزرگوں امام فخر الاسلام  
بزدوی (۴۸۲) اور امام شمس الائمہ سرحسی (۴۹۰) کا حوالہ بھی دیتے ہیں کیونکہ  
ان دونوں نے احناف کے موقف کو بڑے ہی عمدہ پیرائے میں بیان کر دیا ہے۔  
یہاں ہم صرف امام سرحسی کا حوالہ لا رہے ہیں۔

شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد سرحسی (۴۹۰) حضور ﷺ کے اجتہاد مبارک کی شان اشکار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، اجتہاد معانی نصوص کے علم پر مبنی ہوتا ہے۔

ولا شك ان درجته في ذلك اعلى من درجة غيره وقد كان يعلم المتشابه الذي لا يقف احد من الامة بعده على معناه. (اصول سرحسی، ۲، ۹۴)

یقیناً بلاشبہ حضور ﷺ کا درجہ اس میں دوسروں سے کہیں بلند ہے آپ ہیں جس کے معانی سے آپ ﷺ تو متشابہات کا علم بھی رکھتے کے بعد کوئی امتی آگاہ ہی نہیں ہو سکتا۔

## اشکال میں فرق

یاد رہے متشابہ اور مسنوخ الحکم آیات کے حوالہ سے مخالفین قرآن نے جو اشکال اٹھایا اس میں بھی فرق ہے متشابہات، کے حوالہ سے اشکال یہ ہے کہ جب ان کا مفہوم ہی کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تو ان کا انزال بے فائدہ اور ان سے خطاب لغو اور خطاب باکھمل قرار پائے گا اسی لیے اصولیین نے اسے مثال سے یوں سمجھایا۔

كالتكلم بالذنجی مع العربی جیسے کوئی حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔

تو انہیں ایک دوسرے کی زباں نہ سمجھنے کی وجہ سے کچھ سمجھ نہیں آتا، اسی طرح اگر متشابہ سے بھی کسی کو کچھ سمجھ نہ آئے تو اس خطاب کا فائدہ ہی باطل

ٹھہرے گا۔

جبکہ منسوخ الحکم آیات پر یہ اعتراض نہیں بلکہ وہاں اشکال یہ ہے کہ جب یہ حکم سے خالی ہیں تو انہیں باقی رکھنے کا فائدہ کیا؟ وہاں یہ اشکال نہیں کہ یہ کسی کے فہم و سمجھ میں نہیں آتیں کیونکہ ان کا معنی و مفہوم واضح و اشکار ہے، اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ان پر عمل ہوتا رہا، ان کے احکام جاری رہے ہاں بعد والی وحی نے ان کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

اگر ہم کہیں کہ یہ بھی سمجھ نہ آتی تھیں تو پھر ان پر عمل اور ان کے احکام کا اجراء کیسے ہوا؟ یقیناً ہم سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان آیات مبارکہ پر دوسرا حکم آنے تک عمل ہوتا رہا۔

الغرض تشابہ میں خطاب کا عدم فہم اور منسوخ الحکم آیات میں عدم حکم اور بقا کا معاملہ ہے تو جب اشکال ایک نہیں تو جواب بھی یہ نہ ہو گا بلکہ جواب وہی ہونا چاہیے جو تمام اہل علم نے دیا کہ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں اگرچہ امت نہیں سمجھ پاتی۔

مثال کیوں دی؟

ہاں اب سوال یہ پیدا ہو گا جب اشکال میں فرق ہے تو جواب میں امام سرحسی نے تشابہات سے مثال کیوں دی؟ تو اس کا جواب بھی سن لیجئے تاکہ معاملہ نہایت ہی اشکار ہو جائے۔ پیچھے ابھی آپ جان چکے امام سرحسی نے تصریح کی ہے کہ تشابہات کو امت نہیں جان سکتی رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو وہی سوال اٹھا کہ جب امت ان کا معنی نہیں جان سکتی تو پھر انہیں باقی رکھنے کا کیا

فائدہ؟ گویا اب اشکال دونوں (متشابہ اور منسوخ الحکم آیات) پر ایک ہے اس کا جواب امام سرحسی نے دیا۔ ان کی بقا میں یہ فوائد ہیں۔

الغرض اما سرحسی کے متشابہ کو درمیان میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دونوں مشترک ہیں کہ انہیں باقی کیوں رکھا گیا؟

اسے ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ امام سرحسی کی یہ گفتگو متشابہات پر دوسرے اعتراض (جب امت نہیں جانتی تو باقی کیوں؟) کے جواب میں ہے نہ کہ اس بنیادی اعتراض پر (کہ اگر یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے) تو ان سے خطاب بے فائدہ باطل ہوگا) اس بنیادی سوال کا جواب پیچھے گزر چکا کہ تمام امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں لہذا خطاب بے فائدہ نہیں۔

### اہم تائید

اس پر ایک تائید بھی موجود ہے، شوافع کے بارے میں ہم سب (بشمول قارن صاحب) جانتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو متشابہات کا عالم مانتے ہیں انہوں نے بھی انزال متشابہات کی جو حکمتیں اور فوائد بیان کیے ہیں ان میں بھی منسوخ الحکم آیات کا حوالہ موجود ہے۔

امام بدرالدین زرکشی (۷۹۴) رقمطراز ہیں۔

انزالہ ابتلاءً و امتحاناً بالوقف	ان کا انزال بطور ابتلا و امتحان ہے تا
فیہ والتعبد بالاشتغال من جهة	کہ ان میں خاموشی اختیار کی جائے
التلاوة وقضاء فرضها وان لم	انہیں تلاوت کر کے عبادت اور

يقفوا على ما فيها من الاسرار  
الذی يجب العمل به اعتباراً  
بتلاوة المنسوخ من القرآن  
وان لم یجز العمل بما فيه من  
المحکم

فرائض کی ادائیگی ہو اگرچہ ان کی  
مراد سے آگاہی نہیں کہ اس پر عمل  
کریں جیسے کہ وہ آیات محکمہ جن کا  
حکم منسوخ ہے ان پر عمل جائز نہیں  
مگر ان کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(البرہان، ۲، ۸۶)

الغرض یہ تمام گفتگو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے نہیں امت کے حوالہ

سے ہے۔

## منسوخ الحکم کے بارے میں محقق رائے

منسوخ الحکم آیات (بمعنی آیت بالکل حکم سے خالی) کیا قرآن میں  
موجود ہیں؟ اس بارے میں جو محققانہ رائے ہے اسے بھی سامنے لانا چاہیے۔  
محققین نے اس رائے کو قبول کیا ہے یا نہیں؟ تو واضح یہی ہے کہ محققین نے اس  
رائے کو قبول نہیں کیا، اگرچہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں تاہم ایک اشارہ ضروری ہے،  
سید انور شاہ کشمیری کا یہ نوٹ قابل دید ہے۔

انکرت النسخ رأساً و ادعیت  
ان النسخ لم یرد فی القرآن  
رأساً اعنی بالنسخ کون الایة  
منسوخة فی جمیع ماحوته  
بحیث لا تبقی معمولة فی

میں نسخ کا بالکل انکاری ہوں اور  
اعلان کرتا ہوں کہ قرآن میں نسخ  
ہرگز نہیں اور اس نسخ سے میری مراد  
کسی آیت کا اپنے تمام مشولات  
سے منسوخ ہونا ہے کہ وہ اپنے

جزئیات میں سے کسی جزئی میں بھی  
 عندی غیر واقع وما من اية  
 منسوخة الا وهی معمولة بوجه  
 من الوجوه وجهة من الجهات  
 قابل عمل نہ ہو اس کا میرے  
 نزدیک ہرگز وقوع نہیں جو بھی آیت  
 منسوخ ہے وہ کسی نہ کسی وجہ اور  
 جہت کے اعتبار سے معمول بہا ہے۔

اگر آپ کہیں شاہ صاحب کا یہ مقام تمہاری سمجھ میں نہیں آیا تو ہم مولانا  
 بنوری کی شرح بھی نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ معاملہ بہت ہی اشکار ہو جائے لکھتے  
 ہیں۔

والشيخ يقول لا يكاد يوجد  
 شیء من القرآن المتلو منسوخاً  
 بحيث لا يبقی حکمہ فی وجه  
 الوجوه او محمل من المحامل  
 بل لاجرم يوجد حکمہ  
 مشروعاً فی مرتبة من المراتب  
 وحال من الاحوال و زمن من  
 الازمان. (یتیمۃ البیان، ۷۹)

شیخ نے فرمایا کہ قرآن متلو کی کوئی شی  
 اس طرح منسوخ نہیں کہ اب اس  
 میں کسی قسم کا کوئی حکم یا اس کا کوئی  
 محمل ہی نہیں رہا بلکہ لازم ہے کہ  
 اس میں حکم ہو خواہ وہ کسی مرتبہ،  
 حال اور زمانہ میں ہو۔

بندہ کا شاہ صاحب سے سو فیصد اتفاق ہے اب قرآن میں ایسی کوئی  
 آیت نہیں جو حکم سے خالی ہو۔

تو جب منسوخ حکم آیات کا اپنا معاملہ بایں معنی قابل غور اور محل نظر  
 ہے تو انہیں دوسری آیات پہ اعتراض کے جواب کی مثال بنانا مناسب نہیں بلکہ

مخالف کو اور شیر بنانے والی بات ہے پھر یہ بنیادی سوال کا جواب بھی نہیں جیسا کہ اوپر تفصیلاً آچکا ہے۔

## ۱۰۔ دروازہ کھلا رہتا ہے

رہی محترم قارئین صاحب کی یہ بات کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے مقطعات و متشابہات کا علم مان بھی لیں تو قرآن پر اعتراضات کا دروازہ پھر بھی کھلا ہی رہے گا، ان کے الفاظ ہیں۔

اگر حضور ﷺ کے لیے مقطعات کا علم مان بھی لیں تو اعتراضات کا دروازہ تب بھی کھلا ہی رہتا ہے اور کئی قسم کے اعتراضات ہو سکتے ہیں۔

(نصرۃ العلوم، ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۴)

## حقیقت حال سے آگاہی

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ معاملہ اعتراضات کا دروازہ کھلا رہنے کا نہیں بلکہ حقیقت حال کو سامنے لانے کا ہے اگر کسی کا معقول اعتراض ہو تو اس کا جواب دینا ضروری ہے جبکہ لایعنی اعتراضات کا جواب دینا ہی مناسب نہیں ہوتا یعنی اگر طلب حق ہو تو پھر دلائل اور اگر مقصد محض عناد اور کٹ جھتی ہو تو قرآنی طریق ”قالوا سلاما“ ہے۔

## وزنی اعتراض

یہاں تک بندہ کی سمجھ ہے مخالفین قرآن کی طرف سے متشابہات کے حوالہ سے جو بنیادی سوال تھا اگر یہ کسی کو بھی سمجھ نہیں آتے تو خطاب کا کیا معنی؟ وزنی اور معقول اعتراض تھا، مگر اللہ کا شکر ہے امت کے اہل علم نے اس کا جو



جواب دیا وہ اس اعتراض سے کہیں بڑھ کر معقول ہے جب کسی منصف کے سامنے یہ سوال و جواب آئے گا تو وہ فیصلہ امت مسلمہ کے حق میں ہی دے گا، اور سنت الہیہ بھی یہی ہے۔ معقول بات کو لیا جائے اور غیر معقول کو نظر انداز کر دیا جائے یہی وجہ ہے جب حضور سے مخالفین نے کہا۔

لولا يكلمنا الله او تأتينا اية

اللہ تعالیٰ ہم سے خود کیوں نہیں کلام

(البقرہ، ۱۱۸) کرتا یا تم اور کوئی نشانی لاتے۔

تو اس کے جواب میں فرمایا سابقہ لوگوں نے بھی یہ بات کہی تھی (مگر

وہ ایمان نہ لائے)

اس کے تحت امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے خوب لکھا، کیا وجہ انہیں

مزید کوئی نشانی اور مخاطبہ کیوں عطا نہ کر دیا، اس کی تین وجوہ لکھیں ان میں پہلی

یہ ہے، جو دلائل بصورت قرآن اور بصورت رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے رکھے۔

اگر ان مخالفین کی نیت طلب حق

ہوتی تو ان کے لیے یہ دلائل کافی

تھے لیکن جب انہوں نے ان پر

اکتفا کرنے کے بجائے اور دلائل

مانگے تو معلوم ہو گیا یہ مطالبہ عناد

اور جدال کے لیے ہے تو اب ان کا

فلو كان غرضه طلب الحق لا

كتفى بتلك الادلة فحيث لم

يكتف بها وطلب الزائد عليها

علمنا ان ذلك للطلب من

باب العناد واللجاج فلم تكن

اجابتها واجبة

(مفتاح الغیب، جز ۴، ۲۷) جواب لازم نہیں رہا۔

اسی طرح ہم نے بھی یہی دیکھنا ہے اگر کسی کا معقول اعتراض ہے تو

اس کا جواب معقول انداز سے دیا جائے گا اور اگر کوئی محض کٹ جتنی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو پھر اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

## مخالفین کی خاموشی

بندہ کے مطالعہ کے مطابق متشابہات قرآنی پر مخالفین کے اس اعتراض کا جب اہل علم نے جواب دیا تو وہ اس قدر معقول تھا کہ اس پر مخالفین نے خاموشی اختیار کر لی البتہ دیگر حوالوں سے اور اعتراضات بھی ہیں مثلاً انہیں باقی رکھنے کا کیا فائدہ؟ تو اس کا جواب بھی دیا گیا جیسا کہ پیچھے گفتگو آچکی ہے، لہذا صرف یہ کہہ کر گزر جانا ”چونکہ اعتراضات کا دروازہ پھر بھی کھلا رہے گا۔ ہرگز مناسب نہیں، الغرض یہاں تک ممکن ہو اعتراضات کا دروازہ بند کرنے کی ہی کوشش ہونی چاہیے، بحمد اللہ، امت مسلمہ نے اسی راہ کو اپنا رکھا ہے۔

## تین اعتراضات

محترم قارئین صاحب نے صرف اعتراضات کا دروازہ کھلا رہنے کی بات ہی نہیں کی بلکہ تین ممکنہ اعتراضات بھی تحریر کر دیئے لہذا ہم پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ ہم ان کی بھی خبر لیں اگرچہ پیچھے بات ضمناً آچکی ہے مگر انہوں نے صراحتاً سوالات کیے ہیں تو جواب بھی صراحتاً ہی آنا چاہیے۔

## ان کا جائزہ

انہوں نے پہلا اعتراض یہ اٹھایا ہے۔

قرآن کریم تو حضور علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم واضح ہو

اگر حضور علیہ السلام کے لیے مفہوم واضح اور دوسروں کے لیے غیر واضح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم کا ایک حصہ حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مختص ہے حالانکہ ایسا نظریہ تو کسی کا نہیں ہے۔  
(نصرۃ العلوم، ۴۲)

کچھ قرآنی علوم کا حضور ﷺ کے ساتھ مختص ہونا

قرآن و سنت کی روشنی میں امت کا عقیدہ ہے کہ جو قرآنی اسرار و معارف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب ﷺ پر کھلے وہ تمام کسی بھی امتی پر نہیں کھل سکتے۔ تمام مخلوق کے علم کو جمع کریں تو وہ آپ ﷺ کے علم کے مقابلہ میں قطرہ کی حیثیت نہیں رکھتا کچھ قرآنی علوم ایسے ہیں جو صرف آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہیں اور ان کے بتانے کا آپ ﷺ کو پابند نہیں کیا گیا، چند دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام ابو بکر بن حسین بیہقی (۴۵۸) نے امام ابو العباس احمد بن القاص (۳۳۵) سے حضور ﷺ کا یہ خاصہ مبارکہ نقل کیا۔

کلف رسول اللہ ﷺ من العلم  
وحده ما کلف به الناس  
باجمعهم  
حضور ﷺ کو تنہا اس قدر علوم کا  
مکلف بنایا گیا ہے جس کا تمام  
لوگوں کو مکلف ٹھرایا ہے۔

پھر اس پر یہ حدیث ”بینما انا نالم اذ رأیت قدحاً رأیت به فیہ  
لبنا“ نقل کی۔

۲۔ امام حافظ قطب الدین حیضری (۸۹۴) نے مذکورہ حدیث سے وجہ  
استدلال واضح کرتے ہوئے لکھا۔

جو بھی علوم آپ ﷺ کی ظاہری حیات اور تا قیامت تمام زماوں میں ظہور پذیر ہوئے یہ حضور ﷺ کے علم مقدس کا ایک چھوٹا سا جز ہیں امام بوصیری صاحب البردہ نے خوب کہا، یا رسول اللہ، دنیا و آخرت آپ کے جود کا جز ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا جز ہیں۔

فكل حق من العلم ظهر في عصره ﷺ وفي سائر الاعصار بعده الى ان تقوم الساعة فهو جزء يسير من علمه ﷺ .....  
لقد احسن البوصيري ناظم البردة في قوله فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم  
(اللفظ المكرّم، ۵۸)

۳۔ حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۳) نے اس شعر کی تشریح میں تحریر کیا، لوح و قلم کا علم۔

یکون سطرًا من سطور علمه ونهرًا من بحور علمه  
آپ ﷺ کی علمی سطور سے ایک سطر اور آپ کے سمندر سے ایک نہری کی مثل ہے۔  
(الذبدة، ۱۱۷)

۴۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۸۴۹) اس شعر کے تحت لکھتے ہیں۔

ای دنیا والاخرہ قطرة من جودک (وعلم اللوح والقلم)  
قلیل من علومک الدینیة التي یعنی دنیا و آخرت آپ کے بحر جود و سخا سے ایک قطرہ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم دینیہ کی نسبت بہت کم

ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے  
یا لوح و قلم کے علم کی حد ہے مگر آپ  
کے علوم باطنیہ کی کوئی حد نہیں کیونکہ  
اس کا علم آپ کے علم کے سمندر

(شرح بردہ، ۳۳۳) سے ایک چشمہ ہے۔

۵۔ مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد لکھنوی (۱۲۲۵) حضور ﷺ کی شان علمی کا

اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو علوم  
عطا فرمائے ہیں قلم اعلیٰ، کے علوم  
اس کا جز ہیں اور لوح کامل ان کا  
احاطہ نہیں کر سکتی، ازل سے آپ کی  
مثل پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی ہوگا،  
آسمانوں اور زمین میں آپ کی مثل  
اور ہم پلہ ہے ہی نہیں۔

وعلمہ علوما بعضہ ما احتوی  
علیہ القلم الاعلیٰ وما استطاع  
علی احاطتها اللوح الاذنی لم  
یلد الدھر مثلہ من الازل ولم  
یولد الی الابد فلیس لہ فی  
السموات والارض کفواحد  
(حاشیہ الدولۃ المکیۃ، ۳۰)

۶۔ امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی (۷۹۰) تذکرہ قواعد میں  
آپ ﷺ کے بارے میں ذکر کرتے ہیں قاعدہ و اصول یہ ہے۔

امت کو جو کمالات، کرامات،  
مکاشفات، تائیدات اور دیگر فضائل  
نصیب ہوئے وہ تمام ہی حضور ﷺ  
کے چراغ سے مستنیر ہیں ہاں حسب

ان جمیع ما اعطیتہ ہذہ الامۃ  
من المزایا والکرامات والمکاشفات  
والتأییدات وغیرہا من الفضائل  
انما ہی مقتبسۃ من مشکاة نبینا

ﷺ لكن على مقدار الاتباع فلا  
 يظن ظان انه حصل على خير  
 بدون وساطة نبوته كيف وهو  
 السراج المنير الذي يستضيء به  
 الجميع ..... كل ما نقل عن  
 الاولياء والعلماء او ينقل الى يوم  
 القيامة من الاحوال والخوارق  
 والعلوم والفهوم وغيرها فهي  
 افراد جزئيات داخلية تحت  
 كليات ما نقل عن النبي ﷺ  
 ..... فكذلك الاوصاف الظاهرة  
 على الامة لم تظهر الا من جهة  
 النبي ﷺ  
 (الموافقات، ۲، ۲۵۹، ۲۶۰) ہیں۔

ان حوالہ جات سے بات تو واضح ہو جاتی ہے مگر چند تصریحات ضروری  
 ہیں۔

### چند تصریحات

۱۔ پیچھے امام محمد بن سلیمان قدسی حنفی المعروف ابن نقیب (۶۹۸) کے حوالہ  
 سے گزرا علوم قرآن کی تین اقسام ہیں۔

اول۔ ایسے علوم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص فرمائے ہیں اور وہ معرفت کنہ ذات اور مخصوص غیوب کا علم ہے۔

ثانی۔ ان میں سے دوسری قسم یہ بیان کی۔

ماطلع اللہ نبیہ ﷺ من اسرار  
الكتاب واختصه به وهذا  
لايجوز الكلام فيه الا له ﷺ  
اولمن اذن له و اوائل السور  
من هذا القسم

ایسے علوم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بصورت اسرار کتاب عطا فرمائے اور انہیں آپ ﷺ کا خاصہ بنایا، اس میں حضور ﷺ یا جسے آپ اجازت دیں کے علاوہ کوئی کلام و گفتگو نہیں کر سکتا اور اوائل سور (مقطعات) اسی دوسری قسم (حضور کے علوم مخصوصہ) میں شامل ہے

بعض نے انہیں قسم اول (اللہ کے مخصوص علوم) میں شامل کیا۔

ثالث۔ اس کے بعد تیسری قسم علوم قرآنی کی ان الفاظ میں بیان کی۔

علوم علمها الله نبیہ ﷺ لما  
اودع كتابه من المعاني الجليلة  
والخفية وامره بتعليمها  
(الاتقان)

ایسے علوم جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ودیعت فرمائے حضور ﷺ کو ان کی تعلیم دی خواہ وہ جلی ہیں یا خفی اور آپ ﷺ کو ان کو آگے بتانے اور تعلیم دینے کا حکم فرمایا۔

۳۔ علامہ سید محمود آلوسی (۱۲۷۰) امام مرسى سے علوم قرآن کے بارے میں

نقل کرتے ہیں۔

جمع القرآن علوم الاولین والآخرین بحیث لم یحط بہا  
علماء حقیقۃ الا المتکلم بہا ثم  
رسول اللہ ﷺ خلا ما استأثر  
به سبحانہ ثم ورث عنہ سادات  
الصحابة  
قرآن میں اولین و آخرین کے علوم  
جمع ہیں ان کا علمی احاطہ حقیقۃ کلام  
فرمانے والا (اللہ) ہی کر سکتا ہے  
اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو علوم  
حاصل ہیں ماسوائے ان کے جو اللہ  
نے اپنے لیے مخصوص فرما رکھے پھر  
آپ سے سادات صحابہ وارث بنے۔  
(روح المعانی)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵) کی جو عبارات پیچھے گزری ہیں ان میں  
بھی یہی الفاظ تھے کہ تمام قرآن کے بیان کا وعدہ صرف حضور کے  
ساتھ ہے۔ لکھتے ہیں

”ثم ان علينا بيانه“ کا تقاضا یہ ہے۔

ان بيان القرآن محكمه  
ومتشابهه من الله تعالى للنبي  
ﷺ واجب ضروري  
ان اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن  
کے محکمات اور متشابہات کا  
حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری و  
لازم ہے۔  
(المنظہری، ۱۱۴، ۱)

دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں۔

لا يجوز ان يكون شيء منها غير  
مبين له عليه السلام والايخلو  
الخطاب عن الفائدة ويلزم  
اور یہ جائز نہیں کوئی شی قرآن کی  
آپ ﷺ پر واضح نہ ہو ورنہ خطاب  
فائدہ سے خالی اور وعدہ کی خلاف



ورزی لازم آئے گی۔

خلف الوعد

(المنظہری، ۲: ۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے تمام قرآن کے بیان کا وعدہ فرمایا نہ

کہ امت کے ساتھ۔

۴۔ امام ابن قتیبہ (۲۷۴) متشابہ کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ممکن ہے متشابہات سے کچھ کا علم

فقط رسول اللہ ﷺ کو ہی ہوا اس

لیے کہ آپ ﷺ علم میں تمام

راستخین سے ارسخ ہیں۔

قد يجوز ان يكون عنه شيء

يعلمه رسول الله ﷺ وحده

لانه ﷺ ارسخ الراسخين في

العلم (المسائل والاجوبة، ۲۱۶)

۵۔ امام بواسحاق ابراہیم بن موسی شاطبی (۷۹۰) حضور ﷺ کے علوم غیبی

کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ضرورت کے

تحت غیبی خبریں دیں اور یہ واضح

ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے تمام

حاصل شدہ غیب کی خبر نہیں دی

بلکہ بعض اوقات اور حسب ضرورت

ایسی خبروں سے نوازتے۔

وقد كان رسول الله ﷺ يخبر

بالمغيبات للحاجة الى ذلك

و معلوم انه عليه الصلاة

والسلام لم يخبر بكل مغيب

اطلع عليه بل كان ذلك في

بعض الاوقات وعلى مقتضى

الحاجات

(الموافقات، ۲: ۲۷۴)

## ۶۔ مخفی رکھنے کا حکم

پھر متشابہات میں بھی علماء احناف نے جب یہ لکھا، حق یہی ہے۔ کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو وہاں انہوں نے مخالف قول کا رد بھی کیا اور لکھا آپ ﷺ کو جاننے کے باوجود ان کی مراد مخفی رکھنے کا حکم تھا۔

۱۔ علامہ محمد بن ولی (۱۱۰۲) ملاخسر وکی عبارت ”واما النبی علیہ السلام یعلمہ“ کے تحت لکھتے ہیں۔

اختلفوا فی ان النبی ﷺ هل علم المتشابہات اولا قیل لا وقیل علم ولكن الله تعالى امره بكتمه وعدم اظهاره وقیل وهو الحق

(حاشیہ علی المرأة، ۱، ۲۲۱)

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں؟ بعض نے کہا نہیں، بعض نے کہا رکھتے ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسے مخفی رکھنے اور عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے اور اسی کو حق قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ شیخ محمد عبدالرحمن محلاوی حنفی بحث المتشابہ میں لکھتے ہیں کیا حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ قیل لا وقیل علم ولكن الله امره بكتمه وعدم اظهاره وهو الحق

بعض نے کہا نہیں رکھتے، بعض کے نزدیک رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسے مخفی اور اس کے عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے اور حق قول بھی یہی ہے۔

(تسهیل الوصول، ۹۱)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵) حروف مقطعات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

والحق عندی انہا من  
المشتابہات وہی اسرار بین  
اللہ تعالیٰ و بین رسولہ ﷺ  
میرے ہاں حق یہی ہے کہ یہ  
متشابہات میں شامل ہیں اور اللہ  
تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے  
(المظہری، ۱:۱۳) درمیان راز ہیں۔

۴۔ خلفاء راشدین کا قول موجود ہے لکل کتاب سروسر القرآن  
اوائل السور اور اس کا تمام امت نے یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ  
مقطعات، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان راز کا درجہ  
رکھتے ہیں پچھلی اقساط میں متعدد حوالہ جات گزرے چند یہاں بھی  
ملاحظہ کر لیں۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے 'الم' کے تحت مقطعات کے  
بارے میں لکھا۔

قول اول یہ ہے کہ یہ حروف اسرار محبت میں کہ دیگر سے پوشیدہ کر کے  
اپنے پیغمبر حبیب ﷺ کو نشان دیدیا۔ لکھتے ہیں۔

التخاطب بالحروف المفردة  
سنة الاحباب فان سرا الحبيب  
مع الحبيب يجب ان لا يطلع  
عليه الرقيب  
حروف مفردہ کے ساتھ دوست و  
احباب سے گفتگو کرنا راجح و معمول  
ہے کیونکہ لازم ہے کہ حبیب کے  
ساتھ حبیب کے رازوں سے رقیب  
آگاہ نہ ہوں۔

اور اس قول کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لکل کتاب سروسر القرآن اوائل السور اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے لکل کتاب صفوة و صفوة هذا الكتاب حروف التهجی (ہر کتاب کے کچھ منتخبات ہوتے ہیں، قرآن کے منتخبات حروف مقطعات ہیں)

(تفسیر عزیزی اردو جلد ۱ ص ۱۵۴)

۲۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے 'الم' کے تحت لکھا۔

ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصل معنی تک اوروں کی رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہیں اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمائے۔ (تفسیر عثمانی، ۳)

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اسی مقام پر لکھا۔

ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی شاید رسول اللہ ﷺ کو بتلا دیا گیا ہو۔ (بیان القرآن، ۲۱)

۴۔ مولانا جمیل احمد سکروڈی دیوبندی، متشابہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان کی مراد سے رسول اللہ ﷺ واقف ہیں اس کی تائید صدیق اکبر کے اس قول سے ہوتی ہے فی کل کتاب سروسر القرآن هذه الحروف (کتاب میں کچھ راز کی باتیں ہوتیں ہیں اور قرآن میں اللہ اور رسول کے درمیان راز کی باتیں یہ حروف ہیں۔) (اجمل الحواشی، ۱۳۰)

۶۔ آپ نے قسط نمبر ۳ میں علماء دیوبند کے حوالہ سے تسلیم کیا اور لکھا کہ ان کی تحقیق یہی ہے کہ حضور ﷺ مقطعات سے آگاہ ہیں پھر ان کی یہ

عبارت بھی نقل کی۔

جَزَّازَانِ يَكُونُ النَّبِيُّ ﷺ  
مَخْصُوصًا بِالتَّعْلِيمِ بَدُونَ اِذْنِ  
الْبَيَانِ لِغَيْرِهِ فَيَبْقَى غَيْرُ الْمَعْلُومِ  
لِغَيْرِهِ (حاشیہ نور الانوار، ۹۳)

ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو خصوصی  
طور پر اس کی تعلیم دی گئی اور پر اس  
کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ ہو تو یہ  
آپ ﷺ کے علاوہ اوروں کے  
لیے غیر معلوم ہی باقی رہے گا۔

اسی طرح بعض اور عبارات بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ  
مقطعات ان حضرات (دیوبند) کے نزدیک حضور علیہ السلام کے حق میں  
متشابہات میں سے نہیں ہیں تو اس نظریہ کو اختیار کرتے ہوئے اگر مولانا شبیر احمد  
عثمانی نے ترجمہ قرآن کریم کے حاشیہ میں اور مولانا فخر الحسن صاحب نے تقریر  
الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی میں اور بعض دیگر حضرات (دیوبند) نے لکھ دیا ہے  
کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں تو یہ ان کی  
تحقیق ہے۔

ان تمام دلائل کے بعد آپ کے اس جملہ کا کیا معنی رہ جاتا ہے۔  
مطلب یہ ہو گا کہ قرآن کریم کا ایک حصہ حضور ﷺ کی ذات کے  
ساتھ ہی مختص ہے۔ حالانکہ ایسا نظریہ تو کسی کا نہیں ہے۔ (نصرة العلوم، ۴۲)  
ہم نے حوالہ جات سے واضح کر دیا کہ یہ تمام امت کا نظریہ ہے، اگر  
یہ نظریہ نہیں آپ دکھائیں کسی نے لکھا ہو کہ علوم قرآن میں امت اور حبیب  
خدا ﷺ برابر ہیں یہ بات امتی تو کجا کوئی ادنیٰ شعور رکھنے والا بھی نہیں کہہ سکتا۔  
اگر کوئی ضد کرتے ہوئے کہے یہ تو ہم مانتے ہیں مگر یہ کس نے لکھا ہے کہ قرآن

کا کچھ حصہ حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے تو اسے امت کے اس موقف پر ضرور نظر ڈال لینی چاہیے کہ مقطعات کا علم حضور ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہے تو گویا قرآنی مقطعات والی تمام آیات آپ کے ساتھ مخصوص ہیں تو ان کا مخصوص ہونا قرآن کے کچھ حصہ کا ہی مخصوص ہونا ہے۔

نوٹ: محترم قارن صاحب کی نقل کردہ عربی عبارت پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

## بالفرض مان لیں

آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان علماء دیوبند نے مقطعات کو متشابہات میں سے نہیں مانا اس لیے آپ کے لیے مفید نہیں، ہم عرض کرتے ہیں یہاں ہم بالفرض مان لیتے ہیں کہ یہ لوگ انہیں متشابہات میں سے نہیں مانتے لیکن انہوں نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ مقطعات کا علم حضور ﷺ کو حاصل ہے اور وہ فقط آپ کو ہی حاصل ہے کسی اور کو حاصل نہیں تو کیا اس سے ہمارے موقف کو تائید حاصل نہیں ہو جاتی کہ کچھ قرآنی علوم آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہیں۔

باقی آپ کی یہ ذمہ داری ضرور بنتی ہے کہ ان کی تصریح دکھائیں، ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ لوگ احناف کے مختار قول (مقطعات، متشابہات میں سے ہیں) کے ہی قائل ہیں۔

## دوسرا اعتراض

محترم قارن صاحب نے دوسرا اعتراض یہ اٹھایا ہے۔

کہ قرآن کریم میں ہے يعلمکم الكتاب، اللہ تعالیٰ کا نبی تمہیں

الکتاب یعنی پوری کتاب کی تعلیم دیتا ہے اگر حروف مقطعات کا علم آپ کو تھا اور اس کے باوجود آپ نے امت کو تعلیم نہیں دی تو یہ فرمان خداوندی نعوذ باللہ صادق نہیں رہتا۔

## تیسرا اعتراض

انہوں نے تیسرا اعتراض یہ اٹھایا

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذمہ داری لگائی لتبین للناس ما نزل الیہم کہ جو لوگوں کی طرف اتارا گیا آپ اس کی وضاحت لوگوں کے سامنے کریں اور لوگوں کی طرف سارا قرآن اتارا گیا اگر متشابہات کا علم آپ کو تھا تو اس کی وضاحت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ (نصرۃ العلوم، ۴۲)

## جواب سنئے

ان دونوں اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کو مقطعات و متشابہات کا علم تھا تو آپ نے لوگوں کو بتا کر اپنی ذمہ داری کیوں پوری نہ کی۔ اس کے جواب میں ہماری گزارش صرف اتنی ہے کہ ان کے بتانے کی ذمہ داری آپ پر تھی ہی نہیں اگر ان کے بیان کے ذمہ داری ہوتی پھر اعتراض ہو سکتا تھا لیکن جب یہ ذمہ داری ہی نہیں تو اعتراض کیوں؟

## خطاب میں فرق

بلکہ اگر قرآن کے یہ دو مقامات سامنے ہوتے تو سوال ہی نہ ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کرنے کے بات کی تو قرآن کو

تمام اشیاء کی تفصیل بتانے والا کہا فرمایا نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لكل شیء  
لیکن جب لوگوں سے بیان کرنے کا حکم دیا تو فرمایا لتبین للناس

ما نزل الیہم

یہ نہیں فرمایا جو تجھ پر نازل کیا ہے وہ تمام بیان کر دے۔

اسی فرق کو امام صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی (۶۷۲) نے یوں

واضح کیا۔

لکن سر قولہ تعالیٰ لتبین للناس  
ما نزل الیہم ولم یقل ما نزل  
الیک

راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم  
بیان کرو جو ان کے لیے نازل کیا  
گیا (یہ نہیں فرمایا) وہ تمام بیان کرو

(اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن، ۱۱) جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

یعنی آپ ﷺ کے لیے قرآن تمام کائنات کی تفصیل ہے اور امت کو

اس کی ضرورت کے مطابق بیان فرما دیا اور یہی آپ کی ذمہ داری تھی۔

۲۔ پھر ”فاوحی الی عبدہ ما ووحی“ کے مقدس الفاظ بھی اللہ تعالیٰ اور

اس کے حبیب ﷺ کے درمیان راز و نیاز پر شاہد ہیں، اہل علم نے

تصریح کی ہے یہ ایسے راز ہیں جن کا علم صرف رسول اللہ ﷺ کو ہی ہے۔

امام ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی (۴۱۲) ان مبارک الفاظ کی تفصیل

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوں ذکر کرتے ہیں۔

بلا واسطۃ فیما بینہ و بین سرہ  
الی قلبہ لا یعلم بہ احد سواہ

جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو  
بلا واسطہ علوم عطا فرمائے انہیں آپ

کے سوا کوئی نہیں جانتا۔



انہوں نے امام واسطی سے بھی اس بارے میں نقل کیا۔

وما كان مخصوصاً به كان  
مستوراً وما بعثه به الى الخلق  
كان ظاهراً

جو علوم آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص  
کیے وہ مخفی ہی رہے اور جو مخلوق کے  
لیے دے کر بھیجا انہیں ظاہر کر دیا۔

(حقائق التفسیر، ۲، ۲۸۴)

۳۔ اس حوالہ سے علامہ سید محمود آلوسی (۱۲۷۰) نے ”یایہا الرسول بلغ  
ما انزل“ کے تحت جو گفتگو کی ہے وہ نہایت ہی علمی و تحقیقی ہے اس  
کے چند اقتباسات سے استفادہ ضروری ہے۔ لکھتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے تمام امت نے یہ استدلال کیا ہے کسی وحی کو  
آپ ﷺ چھپایا نہیں، کچھ بد عقیدہ لوگ کہتے ہیں۔ بطور تقیہ آپ ﷺ نے بعض  
ضروری چیزوں کو چھپایا، بعض صوفیا کہتے ہیں یہاں ”ما انزل“ سے۔

المیراد تبلیغ ما يتعلق به مصالح  
العباد من الاحكام وقصد  
بانزاله اطلاقهم عليه واما  
ما خص به من الغيب ولم يتعلق  
به مصالح امته فله بل عليه  
كتمانہ

مراد ان احکام کی تبلیغ ہے جن کا  
تعلق مصالح عباد سے ہے اور ان  
سے مقصود ان پر اطلاع ہے مخصوص  
غیبی علوم اور جن کا تعلق مصالح  
امت سے نہیں وہ آپ کے لیے ہی  
ہیں۔ بلکہ انہیں مخفی رکھنا آپ پر

لازم ہے۔

اس کے بعد اس پر امت کے مسلمہ اہل معرفت کے اقوال ذکر کرتے  
ہوئے امام طیبی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ”میں نے

حضور ﷺ سے دو طرح کا علم سیکھا“ سے استدلال ذکر کیا۔ اس کے بعد لکھا۔

والتحقيق عندى ان جميع  
ما عند النبى ﷺ من الاسرار  
الالهية وغيره من الاحكام  
الشرعية قد اشتمل عليه  
القرآن المنزل فقد قال سبحانه  
(ونزلنا عليك الكتاب تبيانا  
لكل شىء) وقال تعالى (ما فرطنا  
فى الكتاب من شىء)

میرے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے  
حضور ﷺ کے جمیع علوم خواہ وہ اسرار  
الہیہ ہیں یا احکام شرعیہ ان تمام پر  
قرآن مشتمل ہے۔ جو آپ پر نازل  
کیا گیا ارشاد الہی ہے (اور ہم نے  
نازل کی کتاب آپ پر جو ہر شئی کی  
تفصیل ہے) دوسرا فرمان ہے (ہم  
نے کتاب میں کوئی شئی چھوڑی نہیں)

پھر اس پر احادیث، اقوال صحابہ و ائمہ نقل کیے کہ اہل علم نے قرآن سے  
ہی حضور ﷺ کی تریسٹھ سالہ عمر مبارک کا بھی استخراج تک کیا ہے، اس کے بعد لکھا۔

وهذا مما لا يكاد ينتطح فيه  
كباشان فاذا ثبت ان جميع  
ذلك فى القرآن كان تبليغ  
القرآن تبليغاً له غاية ما فى  
الباب ان التوقيف على تفصيل  
ذلك سرّاً سرّاً و حكماً حكماً  
لم يثبت بصريح العبادة لكل  
احد وكم من سر و حكم نبهت  
عليها الاشارة ولم تبينها العبارة

یہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس  
میں کوئی بھی سینگ نہیں پھسائے گا  
تو جب ان تمام کا قرآن میں ہونا  
ثابت ہے تو تبلیغ قرآن، ان تمام کی  
تبلیغ قرار پائے گی (یعنی آپ ﷺ  
نے قرآن کا ایک ایک لفظ امت کو  
پہنچا دیا) زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا  
ہے کہ ہر ایک کیلئے اس کے ایک  
ایک راز اور ایک ایک حکمت کی

تفصیل سے آگاہی صریح الفاظ میں نہیں بہت سارے ایسے اسرار و حکم ہیں جنہیں اشارہ واضح کر دیتا ہے مگر الفاظ کام نہیں آتے البتہ جنہوں نے یہ بدگمانی کی کہ کچھ اسرار قرآن سے باہر ہیں جو صوفیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور طریق سے حاصل ہو جاتے ہیں تو ایسی بات سراسر جھوٹ، فراڈ اور گمراہی ہے۔

ومن زعم ان هناك اسرار خارجة عن كتاب الله تعالى فلقاها الصوفية من ربهم من اى وجه كان فقد اعظم القرية وجاء باضلال ابن السبيل بلا مریة

پھر فرماتے ہیں کہ صوفیاء کو حاصل ہونے والے اسرار خارج سے نہیں بلکہ قرآن ہی سے اس فہم قدس کی بنا پر حاصل ہوتے ہیں۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر ودیعت ہوتا ہے اس پر تائید حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے لائے کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا۔

هل عندكم كتاب خصكم به رسول الله ﷺ؟  
کیا تمہارے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے صرف تمہیں ہی دی تھی؟

فرمانے لگے ایسا نہیں ہے ہمارے پاس

الا كتاب الله تعالى اوفهم اعطيه رجل مسلم  
صرف کتاب اللہ (قرآن) ہے یا وہ فہم ہے جو کسی مسلمان کو بطور خصوصی عطیہ دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ويفهم منه، كما قال القسطلاني،  
جواز استخراج العالم من  
القرآن بفهمه ما لم يكن منقولاً  
عن المفسرين اذا وافق اصول  
الشريعة

اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے  
(جیسا کہ امام قسطلانی نے فرمایا)  
کہ کسی عالم کا قرآن سے اپنے فہم  
سے ایسے حکم کا استخراج جائز ہے جو  
مفسرین سے منقول نہیں بشرطیکہ وہ

(روح المعانی، جز ۶، ۲۸۹) اصول شریعت کے موافق ہو۔

یہی وجہ ہے علوم قرآن میں صحابہ کے بھی مختلف درجات ہیں مثلاً  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جو علوم قرآنی میں مہارت و درجہ حاصل ہے وہ  
کسی میں کہا؟ اور اس کی وجہ حضور ﷺ کی یہ دعا تھی۔

اللهم علمه تاويل الكتاب  
اے اللہ اسے قرآنی تاویل کا علم عطا

فرما۔

## کس کے پہنچانے کی ذمہ داری ہے؟

پچھے علامہ سید محمود آلوسی (۱۲۷۰) کی ”یایہا الرسول بلغ ما انزل  
الیک“ کے تحت خوب گفتگو گزری، اسی آیت مبارکہ کے تحت چند دیگر مفسرین  
کی تصریحات بھی ملاحظہ ہوں جس میں انہوں نے نہایت ہی واضح اور دو ٹوک  
انداز میں اس حقیقت کو اشکار کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور ﷺ پر کس چیز کی  
امت کو پہنچانے کی ذمہ داری ہے اور کس کی نہیں، آپ ﷺ نے قرآنی وحی کا  
ایک ایک لفظ امت تک پہنچا دیا اور ان کی ضرورت کے مطابق ان کی معانی سے

آگاہ بھی کیا، اسے مفسرین نے یوں تعبیر کیا، جو احکام اور ان کے متعلقات تھے وہ تمام کے تمام آپ ﷺ نے امت تک پہنچا دیے لیکن کچھ ایسے اسرار بھی ہیں جن کی تبلیغ امت کے لیے آپ پر لازم تھی، آئیے چند تصریحات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ امام ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی (۹۵۱) اس حقیقت کو اپنے ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے میرے رسول

(بلغ ما انزل الیک) یعنی تم پر جو

تمام احکام اور ان کے متعلقات

نازل کیے گئے ہیں خواہ وہ کوئی ہیں

انہیں لوگوں تک پہنچاؤ (وان لم

تفعل) اور اگر تم نے نہ پہنچائے جن

کا تمام بمعنی مذکور (احکام اور ان

کے متعلقات) کا حکم دیا گیا ہے

جیسا کہ یہ ارشاد اس پر دال ہے

(فما بلغت رسالتہ) تو تم نے

پیغام نہیں پہنچایا کیونکہ جن چیزوں کا

تعلق احکام سے بالکل نہیں مثلاً مخفی

اسرار ان کی لوگوں تک تبلیغ مقصود ہی

نہیں۔

(بلغ ما انزل الیک) ای جمیع

ما انزل الیک من الاحکام وما

یتعلق بہا کائناً ما کان ..... (وان

لم تفعل) ما امرت بہ من تبلیغ

الجمیع بالمعنی المذكور کما

بنی عنہ قولہ تعالیٰ (فما بلغت

رسالته) فان مالا تعلق بہ

الاحکام اصلاً من الاسرار

الخفية لیست مما یقصد تبلیغہ

الی الناس

(ارشاد العقل السلیم، ۳-۶۰)

۲۔ امام سلیمان الجمل (۱۲۰۴) نے انہی کی گفتگو کا خلاصہ ان الفاظ میں

ذکر کر دیا ہے، امام جلال الدین محلی نے ”یا ایہا الرسول بلغ“ کے تحت کہا جمیع (ما انزل الیک من ربک) اس جمیع کی تشریح کرتے ہوئے لکھا۔

ای من الاحکام وما يتعلق بها  
واما الاسرار التي اختصت بها  
فلا يجوز لك تبليغها  
(الفيوضات الالهية، ۱-۱۵۰)

یعنی تمام احکام اور ان کے متعلقات،  
مراد ہیں ایسے اسرار جو صرف  
حضور ﷺ کا خاصہ ہیں ان کی تبلیغ  
آپ ﷺ کے لیے جائز نہیں۔

۳۔ امام قاضی بیضاوی (۶۸۵) اس حقیقت کو یوں اشکار کرتے ہیں۔

وظاهر آية يوجب تبليغ كل  
ما انزل ولعل المراد به تبليغ  
ما يتعلق به مصالح العباد وقصد  
بانزاله اطلاعهم عليه فان من  
الاسرار الالهية ما يحرم افشائه  
(انوار التنزيل، ۲-۳۳۸)

ظاہر آیت سے تو تمام نازل شدہ کی  
تبلیغ کا لزوم ہو رہا ہے۔ لیکن ممکن  
ہے یہاں ان کی تبلیغ مراد ہو جن کا  
تعلق بندوں کے مصالح سے ہو اور  
ان کا مقصد نزول بندوں کو مطلع کرنا  
ہو کیونکہ بعض اسرار الہیہ کا افشاء و  
اظہار حرام ہوتا ہے۔

۴۔ امام احمد صاوی (۱۲۳۱) نے کتاب و سنت کی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے تفصیلی نوٹ لکھا جو نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔

اعلم ان ما وحي الى رسول الله  
ﷺ ينقسم الى ثلاثة اقسام  
ما امر بتبليغه وهو القرآن

واضح ہو رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ  
نازل ہوا اس کی تین اقسام ہیں پہلی  
قسم جس کی تبلیغ کا حکم ہے وہ قرآن

والاحكام المتعلقة بالخلق  
عموماً فقد بلغه ولم يزد عليه  
ولم يكتم منه حرفاً ولو جاز  
عليه الكتم لكتم آيات العتاب  
الصادرة له من الله كاية عبس  
وتولى واية ما كان لنبى ان  
يكون له اسرى وسورة تبت يدا  
ابى لهب ولفظ قل يا ايها  
الكفرون وقل هو الله احد وقل  
اعوذ برب الفلق وقل اعوذ  
برب الناس وقد شهد الله له  
بتمام التبليغ حيث انزل قبيل  
وفاته (اليوم اكملت لكم  
دينكم) وورد انه قال لعزرائيل  
حين قبض روحه اقبض فقد  
بلغت وما امر بكتمه فقد كتمه  
ولم تبلغ منه حرفاً وهو اسرار  
التى لا تليق بالامة وما خير فى  
تبليغه وكتمه فقد كتم البعض

اور مخلوق سے متعلقہ احكام ہیں  
جنہیں آپ نے پہنچا دیا، ان میں  
ایک حرف بھی نہ اضافہ کیا اور نہ  
اسے چھپایا اگر اس میں کسی کا چھپانا  
جائز ہوتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے نازل کردہ عتابی آیات کو  
چھپا دیتے مثلاً یہ آیت ہیں عبس  
وتولى، ما كان لنبى ان يكون له  
اسرى، سورة تبت يد الفظ قل يا  
ايها الكافرون، قل هو الله احد،  
قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ  
برب الناس، پھر اللہ تعالیٰ نے  
آپ کی کامل تبليغ پر وصال سے  
پہلے یوں گواہی دی (آج میں نے  
تمہارے لیے دین مکمل کر دیا)  
احادیث میں ہے جب حضرت  
عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے  
لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے  
فرمایا قبض کر لو کیونکہ میں نے کام

مکمل کر لیا ہے، دوسری قسم جس کے مخفی رکھنے کا حکم ہے اسے آپ ﷺ نے مختص ہی رکھا، ان میں سے ایک حرف کی بھی آپ نے تبلیغ نہیں کی اور وہ ایسے اسرار ہیں جن کا امت کو بتانا مناسب نہیں تیسری قسم، اس میں مخفی رکھنے اور بیان کرنے کا اختیار دیا تو آپ ﷺ نے بعض کو بتایا اور بعض کو نہیں بتایا اور وہ ایسے اسرار ہیں جو امت کے لائق ہیں اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مجھے میرے حبیب ﷺ نے دو قسم کے علوم عطا فرمائے ان میں سے ایک کے بارے میں تمہیں بتاؤں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔

وبلغ البعض وهو الاسرار التي تليق بالامة ولذا ورد عن ابي هريرة انه قال اعطاني جيبى جرابين من العلم لو بششت لکم احدهما لقطع منى هذا الحلقوم

(حاشیۃ الصاوی علی جلالین، ۲: ۱۳۲)

اسرار مخصوصہ کی تبلیغ جائز ہی نہیں

کچھ علماء دیوبند کے حوالہ جات کا ذکر بھی کیے دیتے ہیں تا کہ بات خوب پختہ ہو جائے، انہوں نے بھی تصریح کی ہے کہ اسرار مخصوصہ کی امت کو تبلیغ



لازم ہونا تو کجا ان کا بیان آپ ﷺ کے لیے جائز ہی نہیں۔

۱۔ مولانا محمد نعیم دیوبندی (استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند) اسی سورہ مائدہ کی آیت کے تحت تحقیق و ترکیب کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

ما انزل ، اس سے پہلے لفظ جمیع نکال کر اس طرف اشارہ ہے کہ ماموصولہ بمعنی الذی ہے مانکرہ موصوفہ مراد نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام احکام کی تبلیغ کے مامور ہیں نہ کہ بعض کے اور نکرہ سے مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، اس سے مراد احکام اور متعلقات احکام ہیں، رہے اسرار مخصوصہ تو ان کی تبلیغ جائز نہیں ہے۔ (کمالین شرح جلالین، ۲: ۹۷)

۲۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اسی آیت مبارکہ کے درس میں فریضہ تبلیغ دین کے عنوان کے تحت امام بیضاوی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

اس چیز سے مراد وہ تمام احکام ہیں جو انسانوں کی مصلحت اور بہتری سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام چیزیں جن کا تعلق انسان کے عقیدے اور عمل کے ساتھ ہے وہ لوگوں کے سامنے بیان کر دیں البتہ بہت باریک نکات جو اسرار الہیہ کہلاتے ہیں انہیں ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی چیزوں کا بندوں کی مصلحت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ایسے رموز و نکات کو خواص تو سمجھ لیتے ہیں مگر ان کا سمجھنا عوام کے بس میں نہیں ہوتا لہذا انہیں تمام لوگوں تک پہنچانا مناسب نہیں ہوتا، مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے ما انت بمحدث قوماً حدیثاً لا تبلغہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ (جس بات کو عام لوگوں کی عقلیں سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں ان کا بیان کرنا بعض لوگوں کے لیے فتنے اور گمراہی کا

ذریعہ بن جائے گا) لہذا ان کا عام بیان درست نہیں ہے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے البتہ جو باتیں انسانوں کی اصلاح کے لیے ضروری ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرنے کی اجازت نہیں وہ سب کی سب لوگوں تک پہنچانا ہونگی۔  
(معالم العرفان فی دروس القرآن، ۶: ۳۱۳)

## ایسی طاقت کسی بھی بشر میں کہاں؟

امام ابو بکر واسطی "بلغ ما انزل الیک" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔  
ان مقدس الفاظ کے ذریعے آپ ﷺ کو وحی رسالت بیان کرنے کا حکم دیا جو اتارا گیا ہے اور معارف بیان کرنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ حقائق رسالت اگر پہاڑ پر رکھے جائیں تو وہ پگھل جائے مگر اہل عالم کو بقدر ان کی طاقت تھوڑا ظاہر کیا جاتا ہے تم نے دیکھا نہیں یوں فرمایا ہے۔

"بلغ ما انزل الیک من ربک" اور یوں نہیں فرمایا "ما تعرفنا بہ الیک" یعنی تمام معرفت بیان کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اور وہ انوار عرفان جو قلب محمد ﷺ پر ظاہر ہوئے ان کی کوئی بشر طاقت نہیں رکھتا اور وحی رسالت نہیں اور نہ قابل بیان ہے بلکہ عین معرفت ہے۔ (مواہب الرحمن، پ ۶ = ۱۵۳۶)  
اسی قول کو علامہ سید محمود آلوسی (۱۲۷۰) نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

وقد فهم بعضهم کون المراد	بعض اہل علم کے نزدیک مراد ان
تبلیغ الاحکام وما يتعلق بها من	احکام اور ان کے متعلقات کی تبلیغ
المصالح دون ما يشمل علم	ہے جو بندوں کے مصالح کے لیے
الاسرار من قوله سبحانه	ہیں، اسرار کی تبلیغ مراد نہیں کیونکہ

(ما انزلنا اليك) دون ما تعرفنا  
 به اليك ، وذكر ان علم  
 الاسرار لم يكن منزلاً بالوحي  
 بل بطريق الهام والمكاشفة  
 الفاظ کا مفہوم ہے ، ”ما انزلنا  
 اليك“ یہ نہیں ماتعرفنا به  
 اليك اور لکھا کہ اسرار کا علم  
 بذریعہ وحی نہیں بلکہ الہام و مکاشفہ  
 سے ہے۔ (روح المعانی پ ۶-۱۹۰)

اور نبی کا الہام و مکاشفہ بھی قطعی و یقینی ہی ہوتا ہے۔

امام ابو بکر محمد بن ابراہیم کلابازی (۳۸۴) نے فکان قاب قوسین

او ادنی کے تحت لکھا۔

وطوی عن الافہام سرہ الیہ  
 (امرہ بان یبلغ ما انزل الیہ دون  
 ماتوقف سرہ الیہ فقال) بلغ  
 ما انزل الیک من ربک) ولم  
 یقل بلغ ماتعرفنا بہ الیک  
 (بحر الفوائد، ۲۷۷)

امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ کا حوالہ کیوں؟

قارئین آپ نے دیکھا ہے ہر جگہ احناف جب بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو وہ امام فخر الاسلام بزدوی اور امام شمس  
 الائمہ سرحسی کا حوالہ ضرور دیتے ہیں مثلاً شیخ زادہ حنفی نے جب حاشیہ بیضاوی میں  
 اس مسئلہ پر گفتگو شروع کی تو لکھا۔

قال فخر الاسلام لاشئ من  
المتشابهات الا والرسول ﷺ  
يعلمه بتعليم الله اياه ذلك  
امام فخر الاسلام نے فرمایا ہر متشابہ کو  
اللہ تعالیٰ کی خصوصی تعلیم سے  
حضور ﷺ یقیناً جانتے ہیں۔  
(شیخ زادہ، ۱۳۲۱ء)

امام محمد بن عابدین شامی نے بھی لکھا۔

ان فخر الاسلام وشمس الائمة  
استثيا النبي ﷺ فذكرا ان  
المتشابه وضع له دون غيره  
(نسمات الاسرار، ۹۶)  
امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے  
حضور ﷺ کی ذات اقدس کو مستثنیٰ  
قرار دیتے ہوئے لکھا متشابہات  
اگرچہ دوسروں پر اشکار نہیں مگر آپ  
ﷺ ان سے آگاہ ہیں۔

اسی طرح امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) اور مولانا بحر العلوم (۱۲۲۵) نے  
بھی انہی بزرگوں کا نام لیا ہے (دیکھیے تقریر والتجیر، ۲۱۳، ۱- فواتح الرحموت، ۲۲۲، ۲)  
وجہ کیا ہے؟

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس پر غور نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ  
تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ دونوں شخصیتیں مذہب (اصول) احناف  
سے خوب آگاہ ہیں بلکہ جس قدر متقدمین احناف کی اراء سے یہ آگاہ ہیں کوئی  
دوسرا نہیں یعنی جب کوئی بات امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ کہیں گے تو وہ  
متقدمین احناف کی ہی ترجمانی ہوگی۔

## صاحب طریقتہ المذہب

اس پر اہل علم کی چند تصریحات بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (۷۴۹) امام بزدوی کے بارے میں لکھتے ہیں ان کی کنیت ابوالحسن نام علی بن محمد بزدوی ہے یہ احناف کے اس قدر شیخ ہیں کہ

صاحب الطریقتہ فی المذہب  
آگے چل کر لکھتے ہیں۔  
یہ مذہب میں صاحب طریقتہ ہیں

وکان احد من یضرب بہ المثل  
فی حفظ المذہب  
حفظ مذہب حنفی میں ضرب المثل کا  
مقام رکھتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ۱۴: ۱۰۰)

۲۔ کشف الاسرار کے محقق شیخ محمد المعتمد باللہ بغدادی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے۔

ذلک لما کان علی سعة اطلاعه  
علی المذہب  
کہ یہ مذہب حنفی سے خوب آگاہ و  
مطلع تھے۔

(مقدمہ، ۸)

۳۔ امام علاء الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری (۷۳۰) امام بزدوی اور ان کی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قد تبصر مع ذلک فی الاحکام  
والفروع واحاط بما جاء فیها  
یہ احکام و فروع کے میٹر عالم اور  
اپنی کتاب میں نقلی و سمعی دلائل کا

من المنقول والمسموع احاطہ کرنے والے ہیں۔

(مقدمہ کشف الاسرار، ۱۱۶)

۴۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۵) انہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الامام الكبير الجامع بين اشتات العلوم امام الدنيا في الفروع والاصول  
کبیر امام، مختلف علوم کے جامع اور فروع و اصول میں علمی دنیا کے امام ہیں۔

(نظراً لمحصلین، ۳۸۹)

پھر شمس الائمہ سرخسی جیسا امام بھی انہی کے ساتھ ہے جن کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

كان اماما علامة حجة نظار ا متكلما اخذ من شمس الائمة الحلواني وصار اوحد زمانه  
یہ امام علامہ، حجت، محقق، متکلم، شمس الائمہ حلوانی کے شاگرد، اپنے دور کے یکتا عالم تھے۔

(مقدمہ شرح وقایہ، ۴۱)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

كان صلباً في مذهب ابي حنيفة  
یہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب میں نہایت ہی متصلب تھے۔

(مقدمہ، ہدایہ، ۲، ۳)

اسی لیے تمام احناف نے ان کا مذہب نقل کیا تا کہ کوئی یہ کہہ نہ سکے کہ یہ مقتدین کا موقف نہیں۔

## کیا احناف کے نمائندہ ہم ہیں؟

یہاں ہمیں یہ فیصلہ بھی کر لینا چاہیے کہ علماء احناف کے نمائندے امام فخر الاسلام بزدوی (۲۸۲) اور امام شمس الائمہ سرحسی (۲۹۰) جیسے لوگ ہیں یا ہم؟ اگر نمائندہ یہ لوگ ہیں اور یقیناً ہیں اسی لیے تمام نے انہی کا حوالہ دیا۔ تو پھر انہی کا فیصلہ دل و جان سے قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جو کتاب و سنت کا مطالعہ ان کا ہے وہ ہمارا ہرگز نہیں اور متقدمین کی آراء سے جس قدر وہ آگاہ ہیں ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اگر نمائندہ ہم ہیں تو پھر مرضی چل چل سکتی ہے لیکن کم از کم بندہ یہ کہنے کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا۔

## حنفی اصول کے مدونین

ہمارے علم میں یہ بات بھی آ جانی چاہیے کہ یہ دونوں حضرات امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ سرحسی فقہ حنفی کے اصول مدون کرنے والوں میں شامل ہیں، شیخ محمد ابوزہرہ مصری نے اس پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ حاضر ہے۔

متاخرین احناف کی کتب میں تفصیلاً اصول موجود ہیں اور وہ ان کے بارے میں یہی کہتے ہیں مذہب حنفی کا امتیاز نہیں اصولوں سے ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا ہے۔ ہم نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان ان اصولوں کی وجہ سے اختلاف ہے جو کتاب بزدوی وغیرہ میں ہیں حالانکہ بات یوں نہیں۔

انما الحق ان اکثرها اصول      حق یہی ہے کہ ان میں سے اکثر

مخرجة علی قولہم      ان کے اقوال سے مستنبط ہیں

مثلاً امر و جوہ کے لیے ہے۔ عام حکم میں خاص کی طرح قطعی ہے، کثرت رواۃ کی بناء پر ترجیح نہیں ہو سکتی اور دیگر

اصول مخرجة علی کلام  
الائمة وانها لاتصح بها رواية  
عن ابی حنیفة وصاحبیه  
ایسے اصول ہیں جو کلام آئمہ سے  
مستنبط ہیں ان اصولوں کا امام ابو  
حنیفہ اور صاحبین سے مروی ہونا  
ثابت نہیں۔

اس سے استدلال کرتے ہوئے شیخ محمد ابوزہرہ کہتے ہیں شاہ صاحب کی۔  
گفتگو یقیناً یہ بتا رہی کہ وہ اصول  
جن کا ذکر احناف کرتے ہیں کہ  
مذہب حنفی کے یہ اصول ہیں یا وہ  
اصول ہیں جن کی بناء پر ائمہ احناف  
نے مسائل کا استنباط کیا یہ ائمہ کے  
وضع کردہ نہیں حتیٰ کہ کہا جائے کہ  
انہوں نے استنباط مسائل کے لیے  
انہیں خود وضع کیا۔

هذا الکلام يدل بلا ريب على  
ان الاصول الذی يذكرها  
الحنيفة على انها اصول المذهب  
الحنفی او الاصول التي بنى  
عليها ائمتہ استنباطهم ليست  
من وضع ائمتہ حتى يقال انهم  
وضعوها انفسهم بالا استنباط  
على اساسها

پھر یہ اصول تفصیلی شکل میں کہاں سے آئے؟

بلکہ یہ ان علماء مذہب حنفی کے وضع  
کردہ ہیں جو ائمہ اور ان کے تلامذہ  
کے دور کے بعد آئے وہ ان قواعد کو  
سامنے لائے کہ ان سے فروع

بل هي وضع العلماء في ذلك  
المذهب الذين جاؤا بعد عصر  
الائمة وتلاميذهم اتجهوا الى  
استنباط القواعد التي يضبط بها



استنباط فروع المذهب فہمی  
جاءت متأخرة عن الفروع

مذہب کا استنباط ہو تو اس طرح یہ  
اصول، فروع سے متأخر ٹھہرے۔

### تین امور

اس کے بعد تین امور کی نشاندہی کی۔

۱۔ یہ کہنا درست نہیں کہ اصول تھے ہی نہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ مدون  
شکل میں نہ تھے اور مدون نہ ہونا عدم وجود کی دلیل نہیں اس لیے کچھ کا  
ذکر کتب امام یوسف وغیرہ میں ہے۔ اور مسائل کے استنباط کے وقت  
اصول ان کے سامنے تھے۔

۲۔ لوگوں نے جو اصول مدون کیے وہ انہی کے اقوال اور ان سے منقول  
فروعات کو سامنے رکھ کر کیے، ان کے الفاظ ہیں۔

ان العلماء الذين استنبطوا الاصول  
الملونة کا بزدوی وغیرہ کانوا  
یتعلمو نہا من اقوال الائمة  
والفروع الماثورة عنہم

جن علماء نے اصول مدون مستنبط  
کیے مثلاً امام بزدوی وغیرہ تو انہوں  
نے ائمہ کے اقوال اور ان سے  
منقول فروعات سے ہی انہیں  
حاصل کیا۔

پھر آگے چل کر لکھا، حنفی اصول جن کتب میں خوبصورت انداز میں  
مدون و جمع ہیں۔

عما دھا اصول فخر الاسلام  
البزدوی فلم نجد فی هذا

ان میں مرکزی کتاب اصول  
فخر الاسلام بزدوی ہے اس معاملہ

المقام اوفیٰ منہ میں اس سے کامل کتاب کوئی نہیں۔

(ابوحنیفہ، ۲۳۵، ۲۳۸)

دوسرے مقام پر طبقاتِ احناف کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں ان میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے۔

ان کا درجہ و مقام

اس طبقہ کا درجہ و مقام ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

لو كان السابقون موجود دين اگر سابقہ ائمہ موجود ہوتے تو انہی  
لافتوا بمثل قولہم کی تحقیق کے مطابق فتویٰ جاری  
فرماتے۔

اس کے بعد بتاتے ہیں کہ ان کا کام دو طرح کا ہے۔

۱۔ ان قواعد و اصولوں کو سامنے لانا جنہیں امام اعظم اور ان کے تلامذہ نے  
استنباطِ فروعات کے وقت سامنے رکھا۔

۲۔ انہی قواعد پر ایسے مسائل کا استنباط کرنا جن پر ان ائمہ سے تصریح نہ ہو۔

اس طبقہ میں شامل

اسی مقدس طبقہ میں کون کون شامل ہیں؟ ان کے اسماء امام محمد امین بن  
عابدین شامی نے تحریر کیے ہیں۔

زید امام خصاف (۲۶۱) امام طحاوی (۳۲۱) امام کرخی (۳۴۰) شمس

الائمہ حلوائی (۴۵۶) امام شمس الائمہ سرخسی (۴۹۰) امام فخر الاسلام بزدوی

(۴۸۲) امام فخر الدین قاضی خاں (۵۹۳) وغیرہم۔

اور آگے لکھتے ہیں۔

فانهم لا يقدرّون على مخالفة  
الامام في الاصول ولا في الفروع  
(عقود رسم المفتي، ۱۲) میں۔  
یہ لوگ اپنے ائمہ کی مخالفت نہیں کر  
سکتے نہ اصول میں اور نہ فروع

دیکھے امام فخر الاسلام بزدوی اور امام شمس الائمہ سرخی دونوں اصول فقہ  
حنفی کے مدونین میں شامل ہیں چونکہ اس سلسلہ میں ان لوگوں کی کاوشیں قابل  
قدر و معتبر تھیں اس لیے ہر جگہ انکا ہی حوالہ دیا تا کہ احناف کا صحیح موقف لوگوں  
کے سامنے آجائے۔

### متاخرین کا موقف

اس پر بھی تمام احناف کی تصریحات موجود ہیں کہ اگر متقدمین کی کسی  
مسئلہ پر تصریح نہ ہو تو جس پر متاخرین کا اتفاق ہو اسے ہی لیا جائے گا۔  
۱۔ امام قاضی خاں حنفی (۵۹۳) کے الفاظ ہیں۔

وان لم يجد لها رواية عن اصحابنا  
واتفق فيها المتأخرون على شيء  
يعمل به  
اگر ہمارے اصحاب سے کسی مسئلہ  
پر روایت و تصریح نہ ہو تو متاخرین  
جس پر اتفاق کر لیں اسی پر عمل کیا  
(فتاویٰ خانیہ، ۱، ۱۳) جائے گا۔

۲۔ امام ابن عابدین شامی، حاوی قدسی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ اگر کسی  
مسئلہ میں امام صاحب سے روایت نہ ہو تو قول امام ابو یوسف ..... پھر

درجہ بدرجہ

واذا لم يوجد في الحادثة عن  
واحد منهم جواب ظاهر  
وتكلم فيه المشائخ المتأخرون  
قولاً واحداً يؤخذ به

جب کسی مسئلہ کا ان ائمہ سے جواب  
ظاہر نہ ہو لیکن مشائخ متأخرین کا  
اس پر قول واحد (اتفاق) ہے تو  
اسے ہی اپنایا جائے گا۔

(عقود رسم المفتی، ۳۳)

### ناقلین کا مرتبہ

جن ائمہ کا پیچھے ذکر آیا یہ اصول مدون کرنے والے اور مسائل کی تخریج  
و استنباط کرنے والے ہیں ان کا مرتبہ و درجہ تو بہت بلند ہیں، امام شامی فرماتے  
ہیں جو طبقات صرف مسائل نقل کرنے والے ہیں ہم تو ان کے بھی پابند ہیں یعنی  
اگر پہلے اہل علم سے کوئی تصریح و ترجیح موجود نہیں تو ہم ناقلین کی بات مان لیں  
گے اگرچہ وہ غیر قول امام کی ہو۔

لانہم لم يرجحوا ما رجحوه جزافاً  
وانما رجحوا بعد اطلاعهم علی  
الماخذ كما شهدت مصنفاتهم  
بذلك.

اس لیے کہ وہ جسے ترجیح دیں گے  
محض اٹکل سے نہیں دیں گے۔  
انہوں نے دلیل و ماخذ پر اطلاع یا  
دلیل پر ترجیح دی ہوتی ہے۔

(عقود رسم المفتی - ۳۲)

مشابہات کا حضور ﷺ کو علم ہے اس پر ہم نے مدونین اصول فقہ حنفی  
سے لے کر آج تک ہر طبقہ کے اہل علم کے حوالہ جات دیے ہیں اور یہ تمام لوگ  
جس قدر اپنے موقف اور متقدمین سے آگاہ ہیں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا لہذا ہمیں  
بھی دل و جاں سے اسی موقف کو اپنالینا چاہیے۔

## عربی عبارت پر گفتگو

ہم نے پیچھے وعدہ کیا کہ ہم مولانا قارن کی نقل کردہ عربی عبارت پر گفتگو کریں گے تو آئیے وعدہ نبھاتے ہیں۔

موصوف نے قسط نمبر ۳ میں علماء دیوبند کے حوالے سے کہا

ان کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں تشابہات میں سے نہ ہوں بلکہ آپ ﷺ کے علاوہ باقی لوگوں کے حق میں تشابہات ہوں جیسا کہ ایک عبارت میں ہے جاز ان یكون النبی ﷺ مخصوصاً بالتعلیم

بدون اذن البیان لغيره فيبقى غير معلوم لغيره (حاشیہ نور الانوار، ۹۳)

ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو خصوصی طور پر اس کی تعلیم دی گئی ہو اور کسی اور پر اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ ہو تو یہ آپ ﷺ کے علاوہ اوروں کے لیے غیر معلوم ہی باقی رہے۔ (نصرة العلوم، ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

## عبارت کا حوالہ

- ۱۔ مولانا نے عربی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے حاشیہ نور الانوار لکھا ہے۔ ہم نے مشہور حاشیہ قمر الاقمار ص ۹۳ دیکھا وہاں تشابہات کی بحث تو ہے مگر حاشیہ میں یہ عبارت کہیں نہیں۔
- ۲۔ معلوم ہوتا ہے یہ کسی اردو حاشیہ کا حوالہ ہے تو مناسب یہی تھا کہ اس محشی کا نام لکھ دیا جاتا تا کہ اس کے اس مقام کا ملاحظہ آسان ہو جاتا۔

## عبارت کا ماخذ

ہمارے مطالعہ کے مطابق یہ عبارت امام علاء الدین عبدالعزیز بخاری

(۷۳۰) کی ہے (ملاحظہ کیجئے کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام، جلد ۳ ص ۳۹۱) تو کسی محشی نے وہاں سے نقل کی مگر ان کا حوالہ نہیں دیا بحمد اللہ اس عبارت کے ملنے پر بھی ہم اپنے رب کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

### عبارت کا پس منظر

اس عبارت کے پس منظر سے بھی آگاہی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی ہمارے ہی مدعی (حضور ﷺ) متشابہات کا علم رکھتے ہیں) پر دلیل و تصریح ہے اس کا پس منظر یوں ہے کہ امام فخر الاسلام بزدوی (۲۸۲) نے اجتہاد نبوی ﷺ پر دلائل دیتے ہوئے کہا

ان الرسول ﷺ اسبق الناس	رسول اللہ ﷺ علم میں تمام لوگوں
فی العلم حتی وضح له ما خفی	سے کہیں آگے ہیں حتی کہ آپ ﷺ
علی غیرہ من المتشابہ فمحال	پر متشابہ بھی واضح تھیں جو دوسروں پر
ان یخفی علیہ معانی النص واذا	مخفی ہیں تو آپ ﷺ پر معانی
وضح له لزومه العمل به	نصوص کا مخفی ہونا محال ہے تو جب
	آپ پر یہ واضح ہیں تو عمل لازم
	ہوگا

اس کی شرح میں امام عبدالعزیز بخاری (۷۳۰) نے لکھا کہ یہ سرور عالم ﷺ کے اجتہاد پر دلیل عقلی ہے کہ اجتہاد معانی نصوص کے علم پہ مبنی ہوتا ہے۔

ورسول اللہ ﷺ اسبق الناس	رسول اللہ ﷺ علم میں لوگوں سے
فی العلم ای اکملہم فیہ حتی	کہیں آگے ہیں یعنی اس میں تمام

سے اکمل ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ متشابہات  
کا علم بھی رکھتے ہیں جنہیں آپ  
کے سوا امت میں سے کوئی نہیں

جانتا

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہاں امام فخر الاسلام بزدوی نے تصریح کی

دی ہے۔

متشابہات، رسول اللہ ﷺ پر واضح  
ہیں نہ کہ دوسروں پر

ان المتشابہه وضح للرسول  
عليه السلام دون غيره

اس کے تائید یوں لاتے ہیں۔

امام شمس الائمہ رحمہ اللہ نے بھی اس  
طرح ذکر کیا ہے

هكذا ذكر شمس الائمة رحمه  
الله

سوال۔ اس کے بعد اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو ظاہر کتاب کے مخالف محسوس  
ہوتا ہے۔

اگر وقف ارشاد الہی، وما يعلم  
تاویلہ الا اللہ، پر ہے جیسا کہ  
اسلاف اور ان دونوں شیوخ کا  
مذہب ہے تو اس کا یہی تقاضا ہے  
کہ اسے رسول اللہ ﷺ نہ جانیں  
جیسا کہ اسے دیگرے بندے نہیں  
جانتے

لان الوقف ان وحب على قوله عز  
وجل وما يعلم تاويله الا الله كما  
هو مختار السلف والشيخين  
فذلك يقتضى ان لا يعلمه الرسول  
كما لا يعلمه غيره من العباد

اور اگر وقف والرسخون فی العلم پر ہے جیسا کہ خلف کا مختار ہے تو لازم آئے گا کہ یہ حضور ﷺ کا خاصہ نہ ہو بلکہ دیگر اسخین بھی اس کا علم رکھتے ہیں تو ہر صورت میں رسول اللہ ﷺ کا جاننا اور دیگر کا نہ جاننا، نص کے مخالف ہے۔

جواب۔ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان معنی الایة علی تقدیر  
الوقوف علی الا اللہ وما یعلم  
احد تاویلہ بدون تعلیم اللہ الا  
اللہ کما فی قوله تعالیٰ، قل لا  
یعلم من فی السموات والارض  
الغیب الا اللہ، ای لا یعلم بدون  
تعلیم اللہ الا اللہ

معنی آیت بصورت وقف الا اللہ پر  
یہ ہے کہ ان کا معنی اللہ کی تعلیم کے  
بغیر اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جیسے  
اس ارشاد الہی میں ہے کہ اعلان کر  
دو نہیں جانتا جو آسمانوں اور زمین  
میں غیب ہے مگر اللہ یعنی اللہ کی تعلیم  
کے بغیر سوائے اللہ کے اسے کوئی  
نہیں جانتا

اس کے بعد کہتے ہیں جب معاملہ یونہی ہے تو

جاز ان یکون الرسول ﷺ  
مخصوصاً بالتعلیم بدون اذن  
بالبیان لغيره فیبقی غیر معلوم  
فی حق غیره

ممکن ہے رسول اللہ ﷺ اس تعلیم  
کے ساتھ مخصوص ہوں لیکن دوسروں  
کے لیے بیان کی اجازت نہیں  
تو دوسروں کے حق میں یہ نا معلوم  
ہی ہونگے

سوال۔ اس کے بعد پھر یہ سوال اٹھایا و ما یعلم تاویلہ الا اللہ کے الفاظ میں



حصر ہے اگر رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو حصر باقی نہ رہے گا۔

جواب۔ اس کے دو جوابات دیئے ہیں۔

۱۔ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کو متشابہات کا علم اس آیت کے نزول کے

بعد دیا گیا ہو اور اس سے پہلے نہ جانتے ہو تو حصر قائم رہا۔

۲۔ دوسرا جواب ان الفاظ میں دیا۔

آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور جیسے وہ تاویل مذکور کے مطابق تعلیم دے تک ہی علم منحصر

ان الایة دلت علی حصر العلم

علی اللہ عز و جل و علی من

علمہ اللہ بالتاویل الذی ذکر

ہے

اس پر آیات غیب سے یوں تائید لاتے ہیں۔

کیا تمہیں علم نہیں کہ یہ آیت، علم

غیب کا اللہ تعالیٰ میں ہی حصر بتاتی

ہے لیکن اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرا تعلیم الہی

سے ہے اسے جان لے جیسا کہ

ارشاد الہی ہے اللہ عالم الغیب وہ

اپنے غیب پر کسی دوسرے کو مطلع

نہیں کرتا مگر اپنے منتخب رسول کو

الا ترى ان ذلک الایة توجب

حصر علم الغیب علی اللہ

تعالیٰ ثم انه لا یمنع ان یعلم

غیر اللہ بتعلیمہ کما قال تعالیٰ

وعالم الغیب فلا یظهر علی

غیبہ احدا الامن ارتضی من

رسول

فرماتے ہیں جب معاملہ آیات غیبیہ میں تسلیم ہے تو وما یعلم تاویلہ

الا اللہ میں

بھی معاملہ یہی ہے

فکذا ہہنا

(کشف الاسرار، ۳ = ۳۹۰، ۳۹۱)

کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ حضور ﷺ اس کی تعلیم سے جیسے غیب کا علم رکھتے ہیں اسی طرح متشابہات کا بھی رکھتے ہیں اور اس سے جیسے آیات غیبیہ میں حصر پر کوئی حرف نہیں آتا اس طرح وما يعلم تاویلہ الا اللہ کے حصر میں بھی کوئی اشکال پیدا نہ ہوگا۔

### فوائد عبارت

امام عبدالعزیز بخاری کی اس عبارت سے یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔

۱۔ امام فخر الاسلام بزدوی اور امام شمس الائمہ سرخسی نے احناف کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کا واضح اور دو ٹوک اعلان کر رکھا ہے کہ حبیب خدا ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۲۔ حالانکہ یہ دونوں وقف 'الا اللہ' پر ہی لازم مانتے ہیں کیونکہ شیخ نے صاف لکھا ہے

کما هو مختار السلف والشیخین جیسا کہ اسلاف اور ان دونوں

شیوخ کا مختار ہے

۳۔ احناف الا اللہ پر وقف کے باوجود مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔

۴۔ متشابہات کا معاملہ آیات غیبیہ کی طرح ہے جس طرح وہاں تعلیم الہی کے بغیر علم کی نفی مراد ہے یہاں بھی اسی طرح کے علم کی نفی ہے۔

۵۔ وما يعلم تاويله الا الله اور آيات غيبية لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله میں اس کا بیان ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن یہاں یہ ہرگز نہیں کہ ان کا علم وہ کسی کو عطا بھی نہیں کرتا اس لیے اہل علم نے تصریح کی ہے۔

انما قال جمهور السلف لا يعلمها الا الله تعالى ولم يقولوا لم يعلمها نبيه صلی اللہ علیہ وسلم جمہور اسلاف نے فقط یہ کہا ہے ان متشابہات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ نہیں بتاتا

### اس مفہوم پر قوی دلیل

پیچھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے گزرا تھا کہ تفسیر قرآن چار طرح پر ہے۔ اس کے تحت امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردی (۴۵۰) کہتے ہیں ان میں سے ایک قسم مالا یعد واحد بجهالته، ما یعلمہ العلماء میں شامل ہے تو تفسیر تین اقسام پر ہوگی۔ ان میں پہلے کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

ما اختص الله تعالى بعلمه كالغیوب فلا مساع للاجتهد فی تفسیره ولا یجوز ان یؤخذ الله عن توفیق من احد ثلثة اوجه

جو علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص میں مثلاً غیوب تو ان کی تفسیر میں اجتہاد جائز نہیں ان کی تفسیر ان تین وجوہ ہی سے کسی ایک کے ساتھ ہوگی

ان تین وجوہ کی تفصیل سنیے

- ۱- اما من نص فی سیاق التنزیل قرآنی نص کے ذریعے  
 ۲- اما عن بیان من جهة الرسول بیان رسول کے ذریعے  
 ۳- اما عن اجماع الامة اور اجماع امت کے ذریعے

(الکت والعیون، ۱، ۳۷)

۲- اما بدرالدین زرکشی (۷۹۳) نے بھی لکھا

وکل متشابه فی القرآن عند اهل الحق فلا مساع للاجتہاد فی تفسیرہ ولا طریق الی ذلک الا بالتوقیف من احد ثلاثة اوجه اما نص من التنزیل او بیان من النبی ﷺ او اجماع الامة علی تاویلہ

اہل حق کے نزدیک ہر قرآنی متشابہ کی تفسیر میں اجتہاد جائز نہیں ان سے آگاہ ہی کے لیے ان تین وجوہ میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ وہ نص قرآنی، بیان نبی یا اجماع امت ہے

(البرہان، ۲، ۱۸۳)

۳- امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱) نے حضرت امام شافعی سے تصریح نقل کی ہے۔

لا یحل تفسیر المتشابه الا بسنة عن الرسول ﷺ او خبر عن احد من اصحابہ او اجماع العلماء

متشابہ کی تفسیر صرف بیان رسول اللہ ﷺ یا خبر صحابہ اور اجماع علماء سے ہی ہو سکتی ہے۔

(الاتقان، ۲، ۴۵۷)

ان تمام اقوال اور ائمہ کی تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے اہل علم فرماتے ہیں۔  
 فانظر كيف جعلوا الطريق الى  
 علم مالا يعلمه الا الله تعالى  
 ورود بيان منه تعالى او من  
 نبیه ﷺ  
 کے بیان کو قرار دیا ہے

رہا اجماع کا معاملہ تو وہ کسی حکم کے لیے کاشف و مظہر ہوتا ہے نہ کہ  
 مثبت اور نہ ہی اہل علم ان میں اجتہاد کر سکتے ہیں کیونکہ اجتہاد کی یہاں اجازت  
 ہی نہیں تو اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں یا تو اللہ تعالیٰ بیان فرما دے یا  
 رسول اللہ ﷺ

اگر یہ مفہوم نہ لیا جائے بلکہ

معناه لا يعلمه الا الله تعالى نفی  
 الاعلام فكيف يجتمع بيان الله  
 تعالى وعدم اعلامه هل هو  
 الاجمع النقيضين وكيف يصح  
 بيان نبیه ﷺ شياً لم ياتہ فيه  
 اعلام ربه فيكون قولاً باستقلا  
 له ﷺ با لعلم دون عطاء ربه  
 عز و جل وهذا كفر وكيف  
 يمكن اجماع الامة من دون  
 مستند من الله ورسوله ﷺ

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کا معنی یہ ہو  
 کہ وہ کسی کو علم بھی نہیں دیتا تو یہ اللہ  
 تعالیٰ کا بیان کرنا اور اسی کا عدم  
 اعلام اجتماع ضدین ہو گا تو حضور  
 ﷺ کا بغیر عطاء الہی بیان کرنا  
 کیسے درست ہو گا بلکہ ایسا کہنا ہی  
 کفر ہے ہے پھر اللہ تعالیٰ اور اس  
 کے رسول ﷺ سے سند کے بغیر  
 امت کا ایسے مسئلہ پر اجماع کیسے ہو  
 سکتا ہے جس میں اجتہاد جائز نہیں

حيث لا مدخل للرأى فتدخل  
الامة جميعا في قوله تعالى ام  
تقولون على الله مالا تعلمون  
وقد اجارهم الله تعالى عن  
الاجتماع على ضلالة وايضا اذ  
قد اجمعوا والاجماع حجة  
حصل الاعلام مع ان المفروض  
ان الله تعالى لم يرد الاعلام به  
فوجب القول بان المراد لا  
يعلمه احد بعقله و فكره و  
قياسه و نظره الا باعلام الله  
عز و جل كما هو شان الغيوب  
قاطبة

ورنہ ایسی صورت میں تمام امت  
اس ارشاد الہی کے تحت داخل ہو  
جائے گی کیا تم اللہ کی طرف ایسی  
بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے  
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے امت کو گمراہی  
پر جمع ہونے سے محفوظ رکھا ہے یہ  
بھی خیال رہے جب امت کا  
اجماع ہوگا تو اجماع حجت سے اس  
سے اشکار ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے علم عطا ہوا ہے اور یہ  
خلاف مفروض ہے کیونکہ فرض تو  
عدم اطلاع و اعلام ہے تو یہ ماننا  
لازم و فرض ہے کہ تشابہات کا علم  
کوئی اپنے، عقل، قیاس و فکر سے  
نہیں جان سکتا البتہ اللہ تعالیٰ کی عطا  
سے جان سکتا ہے جیسا کہ دیگر علوم  
غیبیہ کا معاملہ ہے

## ماخذ و مراجع

مفتی احمد یار خان	جاء الحق
مولانا سرفراز خان صفدر	ازالة الريب
امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (المتوفی، ۷۳۷)	التوضیح
علامہ محمود آلوسی (المتوفی، ۱۲۷۰ھ)	روح المعانی
امام فخر الدین رازی (المتوفی، ۶۰۶)	مفتاح الغیب
امام ابو عبد اللہ احمد قرطبی	الجامع لاحکام القرآن
امام ابو الحسن واحدی (المتوفی، ۴۶۸ھ)	الوسیط
قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی، ۱۲۲۵ھ)	تفسیر مظہری
پیر محمد کرم شاہ	ضیاء القرآن
ڈاکٹر محمد حسین زہبی	التفسیر والمفسرون
امام عبد اللہ احمد نسفی (المتوفی ۷۱۰ھ)	مدارک التنزیل
حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ)	تفسر القرآن العظیم
امام بدر این زرکشی (۷۹۴ھ)	البرهان فی علوم القرآن
امام علاء الدین عبدالعزیز بخاری (۷۳۰)	کشف الاسرار
شیخ احمد جیون	حسامی
علامہ محمد علاء الدین ہسکفی	نور الانوار
امام عزالدین عبدالطیف ابن الملک (۸۰۱ھ)	افاقہ الانوار
امام شمس الدین محمد حمزہ النفقاری (۸۳۴ھ)	شرح المنار
علامہ محمد فیض الحسن	فصول البدائع
مولانا برکت اللہ	التعلیق الحامی
	احسن الحواشی

امام محمد امین بن عابدین شامی	نسمات الاسحار
	عمدة الحواشی
شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی	النای
امام فخر الاسلام ابو الحسن علی بزدوی (۲۸۲ھ)	شرح الحسامی
شیخ حسام الدین حسین سغناقی (۷۱۳ھ)	الکافی شرح المیزدوی
امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی (۲۹۰ھ)	اصول السرخسی
مولانا عبدالعلی محم انصاری (المتوفی ۱۲۲۵ھ)	فواتح الرحموت
امام ابن امیر الحاج (۸۷۹ھ)	التقریر والتخیر
مولانا عبدالخلیم فرنگی	قمر الاقمار
امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی (۷۷۱ھ)	جمع الجوامع مع البنانی
امام شہاب الدین احمد خفاجی (۱۰۲۹ھ)	تفسیر المبیہاوی
شیخ محمد عبدالرحمن المحلاوی حنفی	تسهیل الوصول
امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ (۲۷۲ھ)	تاویل مشکل القرآن
امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)	الاتقان فی علوم القرآن
امام ناصر الدین قاضی بیضاوی (المتوفی ۶۸۵ھ)	انوار التنزیل
امام شہاب الدین احمد خفاجی (المتوفی ۱۰۶۹ھ)	عنایة القاضی
مولانا شبیر احمد عثمانی	تفسیر عثمانی
شیخ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)	مجموعۃ الفتاوی
امام نیشاپوری	غرائب القرآن
حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)	المنکح علی کتاب ابن الصلاح
علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ یمانی	ہاشیہ التاریخ الکبیر
امام ابو الحسین بیہقی	دلائل النبوة
	تہذیب
امام شمش الدین ذہبی	میزان الاعتدال
امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ)	سیر اعلام النبلاء
علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ	در منشور
امام مسلم بن حجاج بن مسلم قیشری (۲۵۶ھ)	مسلم
امام ابن حاتم	کتاب الجرح والتعدیل



امام ابن حیان	کتاب اشقات
حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲)	تجلیل المنفذ
امام حمد ابن جریر طبری (۳۱۰)	تفسیر طبری
مولانا محمد عمر اچھروی	خزان السنن
علامہ جابر اللہ زمخشری	مقیاس حقیقت
امام جلال الدین سیوطی، (۹۱۱)	کشاف
امام ابن حجر عسقلانی (۸۵۲)	تدریب الراوی
امام ابن حجر عسقلانی (۸۵۲)	الاصابہ
امام ابن حجر عسقلانی (۸۵۲)	حاشیہ نجیۃ الفکر
مولانا عبدالحی لکھنوی	مقدمہ فتح الباری
ماہنامہ از گوجرانوالہ	الرفع والتکمیل
امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود (۷۳۷)	نصرۃ العلوم
شیخ ملا خسرہ (المتوفی ۸۸۰)	التنقیح
علامہ محمد بن ولی از میری (المتوفی ۱۱۰۲)	مرآة الاصول فی شرح مرقاة الاصول
مفتی محمد ابراہیم دیوبندی	حاشیہ از میر علی مرآة الاصول
مولانا سید مظہر الحق سہانپوری	خلاصۃ الحواشی
مولانا عبدالحفیظ	مصباح الحواشی
مولانا عبد الغفار دیوبندی	اشرف الانوار
امام فخر الاسلام بزدوی (۶۸۲ھ)	اجمل الحواشی
امام سعد الدین معسود بن عمر تفتازالی (۷۹۶ھ)	قوت الاخیار
شیخ صدیق حسن خان قنوجی (۱۳۰۷ھ)	اصول بزدوی
مفتی محمد شفیع دیوبندی	التلوخ
علامہ محمد امین المعروف امیر بادشاہ	فتح البیان
حافظ ابن حجر	معارف القرآن
شیخ طاہر پٹنی	تیسر التحریر
ملا علی قاری (۱۰۱۳)	تہذیب التہذیب
	تذکرہ الموضوعات
	شرح شفاء

حافظ علی متقی (المتوفی ۷۷۵ھ)	کنز العمال
حافظ	مجمع الزوائد
مولانا احمد رضا قادری	عرفان شریعت
شاہ عبدالعزیز دہلوی	عجالہ نافعہ
مولانا محمد سرفراز صفدر	اظہار العیب
	النظامی علی الحسامی
ملا علی قاری (۱۰۱۳)	رقاة المفاتیح
امام بدرالدین عینی حنفی (۸۵۵)	عمدة القاری
امام ابو عبد اللہ محمد ابن اسمعیل بخاری (۲۵۶ھ)	البخاری
علامہ محمد فیض احمد اویسی	فیوض الرحمن ترجمہ تفسیر روح البیان
سید عبدالاحد قاسمی صاحب	ازہر الاہار ترجمہ نور الانوار
امام عبدالوہاب شعرانی	الیواقیت والجوہر
	شرح بخاری
مفتی احمد یار خان	محصلہ جاء الحق
	کشف الظنون
مولانا محمد علیم انصاری	ترجمہ الاتقان
	معالم التنزیل
امام محی الدین محمد شیخ زادہ حنفی	حاشیہ شیخ زادہ
حضرت مجدد الف ثانی	مکتوب
سید فخر الحسن	التقریر الحاوی
مولانا حفظ الرحمن دیوبندی	رموز مقطعات
مولانا حسین احمد پردواری دیوبندی	نجوم الحواشی
امام ابن عابدین شامی	سمات الاسماء
شیخ یحییٰ رهاوی	حاشیہ رهاوی
شیخ اشرف علی تھانوی	بیان القرآن
ڈاکٹر عبدالکریم زید	الوجیز فی اصول الفقہ
شاہ عبدالعزیز دہلوی	الوجیز فی اصول الفقہ
	تفسیر عزیزی



تحفہ القادریہ  
سراسرار  
خزینہ نعت  
جہان اولیاء

امیر  
الکاملین

حداق بخشش

تذکرہ  
مجددین اسلام

تفہیم الخاطر  
مناہج الشیخ عبدالقادر  
جیلانی

معجزات رسول کریم  
تاریخ خیرک

اصحاب سید  
فیوض نعت یزدانی  
ترجمہ الفتح الربانی  
مذکرۃ الاولیاء  
ایمانی کمپنیاں  
اور ان کا علاج

سیرت  
خطبات نعت عظیم

شان حبیب المعتم  
من روایات المسلم

مولانا نورانی سہی  
بارہ تیسریں

ختم نبوت  
زندہ باد

عظیم حکم خدا

بیتک

تعمیرت ایمان  
اور  
تعمیرت ایمان

تفہیم الخاطر  
مناہج الشیخ عبدالقادر  
جیلانی

امام رضا اور حق و معنی

قادیان رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ، لاہور 042-7213575

فتح العجب

کیا پ جانتے ہیں

جاوید قدرت  
عاشق میرا دل  
پیرتو دلجو  
پیرتو دلجو  
جہان انبیا  
خطبات اللہ  
انعام نقابت  
مکملہ القرب  
شان رسول  
خطبات مجذوب  
خطبات نورانی  
نورانی حکایات  
شان حبیب الہدی  
رسالہ جہاد ثانی  
تعمیرت ایمان  
مسلمان کو تیز